913

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 27۔ جون 2009

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

ضمنی بجٹ برائے سال 2009-2008 پر عام بحث

915

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا تیرھواں اجلاس

ہفتہ، 27۔جون 2009

(یوم السبت، 3۔رجب 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 58 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ ٱلنَّاسِ عَدَٰوَةً لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلۡيَهُودَ وَٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقۡرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّا نَصَـٰرَىٰۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنۡهُمۡ قِسِّيسِينَ وَرُهۡبَانًا وَأَنَّهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَo وَإِذَا سَمِعُواْ مَآ أُنزِلَ إِلَى ٱلرَّسُولِ تَرَىٰٓ أَعۡيُنَهُمۡ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ ٱلۡحَقِّۖ يَقُولُونَ رَبَّنَآ ءَامَنَّا فَٱكۡتُبۡنَا مَعَ ٱلشَّـٰهِدِينَo وَمَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ ٱلۡحَقِّ وَنَطۡمَعُ أَن يُدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلصَّـٰلِحِينَo

سُوۡرَةُ المَائدة آیات 82 تا 84

اے پیغمبر ﷺ تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے o اور جب اس (کتاب) کو سُنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (محمد مصطفیٰ ﷺ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے o اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ خدا پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا o

وماعلینا الاالبلاغ o

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے پیش کی۔

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جب مسجد نبوی ﷺ کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
جس وقت محمد ﷺ کا دربار نظر آئے
بس یاد رہا اتنا سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے
گو یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے
سرکار کے پہلو میں دو یار نظر آئے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): جناب سپیکر! شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں نے ان کو floor دے دیا ہے۔ان کی بات سُنیں۔

پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں معززاراکین اسمبلی کو کمروں کی الاٹمنٹ میں مشکلات کا سامنا

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): جناب سپیکر! پنجاب ہاؤس اسلام آباد کے بارے میں پہلے بھی میں نے اس اسمبلی کے floor پر یہ بات کہی تھی کہ ایم پی ایز جب اسلام آباد جاتے ہیں تو ان کو رہائش کا بڑا مسئلہ ہوتا ہے۔میں نے پچھلے دِنوں عادل امین ڈوگر صاحب کو کہا جو پنجاب ہاؤس کے Care Taker ہیں، جو لاہور سے وہاں پر بُکنگ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں دو دن پہلے فیکس کر دیا کریں ہم آپ کے کمرے کا arrange کروا دیا کریں گے لیکن میں نے ہفتہ پہلے فیکس کی اور کمرہ arrange نہیں ہوا جب میں نے ان کو فون پر کہا کہ مجھے کمرہ چاہئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ کمرے بیوروکریٹس اور سیکرٹریوں کے لئے ہیں یہاں ایم پی ایز کا کوئی حق نہیں بنتا۔میں سمجھتا ہوں کہ ایک تو آپ کی ruling چاہئے ہو گی کہ یہ پنجاب ہاؤس کن کے لئے ہے اور دوسرا اُن موصوف کو بُلا کر یہ پوچھا جائے کہ یہ کمرے کس کے لئے ہیں اور آپ ایم پی ایز کو اتنا disgrace کیوں کرتے ہیں؟ یہ بہت serious نوعیت کا معاملہ ہے۔میں آپ سے request کرتا ہوں اور آپ کی وساطت سے رانا ثناء اللہ صاحب بیٹھے ہیں تو ان سے بھی میں request کرتا ہوں کہ اس معاملے کو فوری طور پر حل کروایا جائے۔یہ ایم پی ایز کا معاملہ ہے اور ہمیں بڑی مشکل ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! rules میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ فلاں چیز بیوروکریٹس کے لئے ہے اور فلاں چیز ایم پی اے صاحبان کے لئے نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں عادل حمید صاحب کو بُلا لیتا ہوں اور اس بات کی بھی ان سے وضاحت لے لیتے ہیں جو ان کا مکالمہ اُن صاحب سے ہوا ہے اور دوسرا یہ کہ اس سلسلے میں جو پالیسی ہے وہ حاصل کر کے تمام ممبران میں circulate کروا دیتے ہیں تاکہ سب کو پتا ہو کہ کس طرح سے وہاں پر کمرے arrange ہوتے ہیں لیکن اس میں یہ ہے کہ کمرے محدود ہیں تو اس بارے میں تھوڑی بہت مشکل پیش آ سکتی ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ کمرے کسی خاص طبقے کے لئے مخصوص ہیں۔ میں انشاء اللہ آج ہی اس کا جواب حاصل کر کے late hour میں یا next day میں پیش کرتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (ڈاکٹر محمد اختر ملک): جناب سپیکر! یہ اسی کے ساتھ relevant ہے کہ کچھ لوگوں نے وہاں پر permanent کمرے لئے ہوئے ہیں اور مستقل وہاں پر رہ رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ مسئلہ ہو رہا ہے۔ جس شخص کو کام ہے وہ ایک دن کے لئے یا دو دن کے لئے جاتا ہے۔ وہاں ایک ہی بندہ مہینہ مہینہ کمرہ بُک کروائے رکھتا ہے، اس کے رشتہ دار وہاں ٹھہرے ہوتے ہیں یا کسی سیکرٹری کے رشتہ دار ٹھہرے ہوتے ہیں، یہ بہت serious معاملہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو ذرا investigate کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

کیمپ جیل لاہور کے عملہ کی کرپشن میں انتہا

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! یہ روزنامہ "خبریں" سے ایک کٹنگ ہے۔ "کیمپ جیل لاہور کرپشن میں نمبر ون۔ سپرنٹنڈنٹ کا کمال قیدیوں کو موبائل اور جوئے کی کھلی چھٹی۔ جیل ملازمین کے ذریعے قیدیوں کو موبائل فون دیئے جاتے ہیں اور کسی افسر کے آنے پر سب غائب کر دیا جاتا ہے۔ گلزار بٹ سیاسی سفارشوں کی وجہ سے کافی عرصے سے لاہور میں سپرنٹنڈنٹ تعینات ہے"۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر لے رہی ہیں یا یہ کوئی تحریک ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جیلوں میں کیا ہو رہا ہے، اس سے پہلے بھی میں نے نشاندہی کی تھی کہ موبائل فون جو ہے اس کے ذریعے اندر کے ملزموں کا باہر کے جو ملزم ہیں ان سے رابطہ ہے، ان تمام چیزوں میں سپرنٹنڈنٹ جیل اور ان کے خاص کارندے سہیل بٹ ملوث ہیں جو کافی عرصے سے وہاں پر مقیم ہیں۔ وہ ایک موبائل فون رکھنے پر پانچ ہزار روپیہ ہر مہینہ وصول کرتے ہیں تو سپرنٹنڈنٹ جیل اور ان کے کارندوں کے خلاف انکوائری کرائی جائے اور ان کو اس بات کی سزا دی جائے لیکن مجھے جیل میں فون لگانے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ جیل میں ٹیلی فون بوتھ لگائے جائیں لیکن جس طریقے سے یہ رشوت لے کر ان کو موبائل فون فراہم کئے جاتے ہیں تاکہ باہر کے مجرموں سے ان کا رابطہ رہ سکے۔ اس کے علاوہ جو گلزار بٹ اعلیٰ شخصیت کی سفارش پر گزشتہ بیس سال سے جیل کے اندر اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے اس سے پہلے جب میں نے اس point پر بات کی تھی کہ جیل میں موبائل فون استعمال ہو رہے ہیں تو جب چھاپا مارا گیا تو وہاں سے تمام موبائل فون چھپا دیئے گئے تھے۔ اس میں سپرنٹنڈنٹ جیل کا سب سے اہم کردار ہے اور ان کو ہر بات کا علم ہے کہ وہاں پر کیا کر رہے ہیں اور سہیل بٹ ان کا خاص آدمی ہے۔ میں آپ کے وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے گزارش کروں گی کہ اس وقت کیمپ جیل ان تمام چیزوں کا گڑھ ہے، جو لوگ اس کرپشن میں ملوث ہے ان کے خلاف انکوائری کی جائے اور اگر یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے تو ان کو سزا دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر جیل خانہ جات!

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ کل محترمہ نے میرے ساتھ یہ بات کی تھی اور آج صبح سپرنٹنڈنٹ کیمپ جیل کو میں نے بلایا تھا، ہم اس پر باقاعدہ طور پر انکوائری کرا رہے ہیں اور اس قسم کی complaints کے سلسلے میں ہماری کوئی دو رائے نہیں ہیں، complaints موجود ہیں اور یہ سسٹم بہت عرصے کا بگڑا ہوا ہے۔ جب سے میں نے اس ڈیپارٹمنٹ کا چارج لیا ہے اس میں کرپشن اور ٹارچر دو main allegations لگتے ہیں تو اس کے لئے ہم نے یہ بھی propose کیا ہے کہ ہم جیل کے سٹاف کی ٹریننگ کا بھی بندوبست کر رہے ہیں کہ قیدیوں کے ساتھ

کس طرح اور کیسے behave کیا جانا چاہئے۔ ہم نے میاں نواز شریف اور خادم اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے vision اور سوچ کے مطابق maximum facilitate کیا ہے اور وہاں پر جس قسم کی شکایات ہیں ان کو دیکھا جا رہا ہے۔ میں بالکل ذمہ داری سے on the floor of the House آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ کرپشن اور ٹارچر اس قسم کے جو کام کرنے والے لوگ ہیں وہ چاہے اس ڈیپارٹمنٹ سے ہوں یا اس سے باہر ہوں کوئی بھی ایسا شخص وہ چاہے کسی چھوٹے یا بڑے عہدے پر ہے جو شخص کرپشن میں کہیں ملوث پایا گیا یا وہ چیف منسٹر صاحب کی ٹیم کے ساتھ نہیں چل سکتا اور اس میں رہ نہیں سکتا۔ اس کے لئے مزید ہم نے اسے بڑا serious طور پر take up کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

MR. SPEAKER: Order please, order.

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں دوبارہ عرض کر رہا ہوں کہ آج صبح میں نے جیل سپرنٹنڈنٹ کو بلایا تھا اور اس کی باقاعدہ طور پر انکوائری کرا رہے ہیں۔ میں نے محترمہ کو یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ جیل کا visit کرنا چاہیں تو میں وہاں پر آپ کو باقاعدہ طور پر بھیجنے کے لئے تیار ہوں otherwise میں ایک چیز تمام ممبران کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ہر ممبر اپنے ضلع کی کسی بھی جیل کا جب چاہے جا کر visit کر سکتا ہے۔ اگر کہیں سے کسی کو کوئی شکایت موصول ہوتی ہے تو اس پر ایکشن ہو گا۔ اس کے علاوہ اس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق پہلے سے منشیات اور ٹیلی فون کی مختلف شکایات موجود تھیں۔ میں نے باقاعدہ طور پر یہ آرڈر کئے ہیں کہ اگر موبائل فون یا منشیات جیل کے اندر سے کسی سے پکڑے جاتے ہیں تو اس سلسلے میں کارروائی جیل سٹاف کے خلاف ہو گی۔ اس کے لئے اگر محترمہ باقاعدہ طور پر کوئی motion لانا چاہتی ہیں تو وہ Privilege Motion دے سکتی ہیں اور اس پر ہم بات کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جو انہوں نے شکایت کی ہے تو اس کے متعلق ہم انشاء اللہ کارروائی کر رہے ہیں اور میں اس کا سوموار کو ہاؤس میں جواب دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!---

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر!---

جناب سپیکر: شیخ علاؤالدین صاحب!

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں نے floorانہیں دیا ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آج آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جو ٹی وی پر پاکستان کے بارے میں talk showsہو رہے ان کو اس ایوان میں discussہونا چاہئے۔ ان کو خدا ہدایت دے کہ کچھ خاتون ٹی وی اینکرز اور ایک دو مرد ایسے ہیں جن کو پاکستان کے خلاف بات کرتے ہوئے ذرا بھی خیال نہیں آتا۔ وہ تھرڈ کلاس قسم کے ایسے امریکن thinkerکا نام لے کر جن کو اپنے گھر میں کوئی نہیں جانتا جو وہاں گل خان کے ہوٹل پر بیٹھ کر بکواس کرتے ہیں جیسے ہمارے ہاں منجی ہوٹل ہیں اور وہ پاکستان کے بارے میں بات کرتے ہیں ان کا یہاں وہ ٹی وی talk showsکے اندر reference دیتے ہیں اور جب ہمارا کوئی honourable memberیا نمائندہ پاکستان کے حق میں بات کرتا ہے تو وہ طنزاً آگے سے جواب دیتے ہیں تو ان ٹی وی talk showsکے بارے میں کچھ نہ کچھ اس ایوان کو کرنا چاہئے۔ ایک تو میری آپ کی وساطت سے تمام ممبران سے گزارش ہے کہ ہمارا جو کوئی بھی honourable memberان سے بات کرے تو ان کی پوری بات سن کر تب ان کا جواب دیا جائے ورنہ ان کی ٹیلی فون کال بھی نہ لی جائے۔ کیونکہ باقاعدہ ایک مشن کے تحت پاکستان کے خلاف بات کرنے والوں کو promoteکیا جارہا ہے۔ آج کل ہمارے کچھ بھائی جنوبی پنجاب کے بارے میں بات کرتے ہیں تو یہ ہمارے ان بھائیوں کا اور ہمارا مسئلہ ہے لیکن اس کو جس طریقے سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے اور اس میں رولنگ دی جارہی ہے کہ وہ فلاں جو Tom Dekin بیٹھا ہوا ہے اس نے پاکستان کے بارے میں یہ بات کی ہے۔ پاکستان انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا اور انشاء اللہ ان لوگوں کا بیڑا غرق ہو گا جو پاکستان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

دوسری میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ جو انڈین ٹی وی چینلز ہیں خدا کرے ان کا بیڑا غرق ہو ان کو بند کر دیں، ان کا پاکستان کے خلاف بات کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے اور ہماری نئی نسل یہ نہیں سمجھتی کہ دس لاکھ آدمی شہید ہوا تھا اور آپ کے اور میرے بزرگوں نے جس مصیبت سے یہ ملک بنایا تھا، ان کو بتائیں کہ یہ ٹی وی چینلز بند کروائیں اور صرف پاکستان کے ٹی وی چینلز چلائیں۔ انڈیا میں کوئی بھی پاکستان کا چینل چلانے کو تیار نہیں اور ایک اچھی سے اچھی بات بھی سننے کو تیار نہیں تو میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک دن مقرر کریں اور ہم خاص طور پر ان ٹی وی اینکر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے

جب بھی ان کی کال آتی ہے تو میں اس لئے ان کا جواب نہیں دیتا کہ انہوں نے pro Pakistan بات نہیں سننی، انہوں نے اپنے چینل کی مشہوری کے لئے ایک تھرڈ کلاس جیسے منجن فروخت کرنے کو کہا جاتا ہے کہ یہ منجن لگاؤ جوان ہو جاؤ گے انہوں نے وہ بیڑا غرق کیا ہے، ان کا کچھ نہ کچھ حل کریں۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ارشد صاحب!

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میں کافی دیر سے کھڑی ہوئی ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے پہلے وہ کھڑے ہیں۔ ان کی بات سن لیں پھر آپ کی باری آ جاتی ہے۔ جی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! مہربانی، آپ نے مجھے ٹائم دیا اور میں صرف ایک منٹ آپ کا لوں گا کہ ہمارے محبوب قائد میاں محمد نواز شریف پر ہیلی کاپٹر کا ایک بے بنیاد اور من گھڑت الزام لگایا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور پیارے محبوب حضرت محمد ﷺ کے صدقے کل اس میں وہ باعزت بری ہوئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کی فتح ہوئی ہے اور انشاء اللہ آمریت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی سیاست دان پر من گھڑت، بے بنیاد اور جھوٹے مقدمات نہیں ہونے چاہئیں اور وہ آدمی جس نے پاکستان کی خاطر اپنی بے شمار قربانیاں دیں، پاکستان کو ایٹمی طاقت بنایا اور اللہ کی رحمت سے وہ چونکہ بے گناہ تھے اور اللہ نے ان کو بری کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حق کی فتح ہے، میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف اور جمہوریت کی فتح ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب محترمہ عائشہ جاوید!

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! Sir! If I am allowed to speak in English! یہ Daily Time انگلش کے اخبار میں خبر چھپی ہے کہ:

> "Officers of Chief Minister Secretariat shifted thirteen times since April 2009 from 7-Club Road to 8- Club Road and back in rupees 1.4 million."

یہ کیا show ہو رہا ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کبھی 7-کلب روڈ سے 8 کلب میں آ رہے ہیں اور 8 سے 7 کلب۔۔۔

جناب سپیکر: کیا ان پر پابندی لگائی جا سکتی ہے؟

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! اس پر جو 1.4 ملین کی رقم ضائع کی گئی ہے اس کا جواب کون دے گا؟ جو یہ رقم خرچ کی گئی ہے اس رقم سے پرائمری سکول کے لئے خرچہ کیا جا سکتا تھا۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جس خبر کا حوالہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! لاء منسٹر صاحب بات کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جس خبر کا حوالہ دیا ہے میں اس کے متعلق صرف اتنا کہوں گا کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد اور شر انگیز ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اب تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ لاء منسٹر صاحب نے اس کا جواب دینا تھا۔

حکومت پنجاب اور پرائیویٹ کمپنی کا فیصل آباد تا لاہور سڑک کی تعمیر کے معاہدہ کو خفیہ رکھنا اور اسمبلی کو قانون سازی سے روکنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں سیکرٹری C&W اور دوسرے متعلقہ حکام کے ساتھ ان کی میٹنگ ہوئی ہے۔ اس میٹنگ میں میجر عبدالرحمن صاحب اور اس روڈ پر ہمارے جتنے بھی معزز ممبران کے حلقے پڑتے ہیں وہ سارے بھی موجود تھے۔ اس میٹنگ میں discussion کے بعد انھوں نے خود محکمے کو ایک ماہ کا ٹائم دیا ہے۔ انھوں نے جو points اٹھائے ہیں وہ انھیں resolve کر کے یا ان پر ڈیپارٹمنٹ کا جو بھی موقف ہے وہ لے کر آئیں گے۔ ہم نے اس

کی اگلی میٹنگ 27 جولائی کو طے کی ہے۔لہذا میری استدعا ہے کہ آپ اس تحریک استحقاق کو اگلے اجلاس کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: جی، میجر عبدالرحمٰن صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کا مشکور ہوں کہ انھوں نے میٹنگ بلائی جس میں سیکرٹری C&W بھی تشریف لائے۔ میں نے بمع اپنے ساتھیوں کے اپنے points پیش کئے جس پر سیکرٹری صاحب نے ایک ماہ کا ٹائم مانگا تو لاء منسٹر صاحب نے انھیں اجازت دے دی۔ میری گزارش ہے کہ اس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق جنوری میں ایک ایسی ہی کمیٹی بنی تھی لیکن ابھی تک اس کی رپورٹ نہیں آئی۔ میری دعا بھی ہے اور التجا بھی کہ یہ ایک مہینہ صرف ایک مہینہ ہی رہے اور پچھلی کمیٹی کی رپورٹ کی طرح چھ مہینے نہ لگادے پھر تو مجھے تسلی ہے۔لہذا مجھے assurance چاہئے کہ ایک مہینے کے بعد وہ رپورٹ پیش ہوگی اور ایک قدم آگے بڑھے گا جو کہ ہم پچھلے ایک سال سے آگے نہیں بڑھا سکے۔بہت مہربانی شکریہ

جناب سپیکر: جی، آپ کی بھی مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انشاء اللہ تعالیٰ ایک مہینہ، ایک مہینہ ہی رہے گا اور اگر جنوری والی کمیٹی کے بعد 24۔فروری والے واقعات نہ ہوتے تو وہ رپورٹ بھی اسی ایک ماہ میں آجانی تھی۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق غلام حبیب اعوان صاحب کی ہے اس کا بھی جواب آنا تھا۔

ایس ایچ او شاہدرہ لاہور کا بھاری نفری کے ہمراہ معزز رکن کے گھر پر بلا جواز ریڈ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کے حوالے سے آج صبح متعلقہ SP اور C.C.P.O سے میٹنگ ہوئی ہے۔ اس میں سارے معاملات discuss ہوئے ہیں تو میری یہی رائے ہے کہ یہ معاملہ deserve کرتا ہے کہ اسے مجلس استحقاقات examine کرے۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق مجلس استحقاقات کے سپرد کی جاتی ہے۔

ملک غلام حبیب اعوان: بہت شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

پوائنٹ آف آرڈر
صدر مملکت کی زیر صدارت ''ارسا'' کی میٹنگ میں پنجاب کے نہری پانی میں کمی کا فیصلہ

(۔۔۔جاری)

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں کافی دیر سے اس لئے خاموش بیٹھا تھا کہ مجھے وزیر آبپاشی کا انتظار تھا تاکہ وہ آ جائیں تو ان سے بات کی جائے لیکن میرے خیال میں کابینہ collectively responsible ہوتی ہے لہذا اگر میں آبپاشی کے متعلق کوئی issue اٹھاؤں تو کابینہ سے ان کا کوئی نہ کوئی colleague ضرور جواب دے گا۔ اس ہاؤس میں پچھلی جمعرات سے یہ بات چل رہی ہے کہ تونسہ پنجند لنک کینال کے اندر پانی کی کمی ہو گئی ہے اور اس کا پانی روک کر سندھ کو دیا جا رہا ہے۔ اس پر منسٹر صاحب نے بار بار کہا کہ اگر ایک کیوسک بھی گیا ہو گا تو وہ استعفیٰ دے دیں گے اور انھوں نے کل بھی یہی کہا کہ کوئی کمی نہیں ہوئی، پھر انھوں نے کہا کہ دو دنوں کے اندر یہ کمی پوری ہو جائے گی، پھر انھوں نے کہا کہ منگل تک یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کے سامنے کچھ اعداد و شمار پیش کرنا چاہتا ہوں اور منسٹر صاحب کو challenge کرتا ہوں کہ وہ ان اعداد و شمار کو جھٹلائیں۔ چونکہ کابینہ کی یہ collectively responsibility ہوتی ہے لہذا اگر مناسب سمجھیں اور آپ کا حکم ہو تو میں یہ بات کروں یا منسٹر صاحب کا انتظار کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں بہتر یہی ہے کہ اگر منسٹر صاحب کی موجودگی میں بات کی جائے تو وہ اچھے طریقے سے جواب دے پائیں گے۔

معزز ممبران: وہ اسی سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ اسی سلسلے میں اسلام آباد گئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پھر ہمیں بتائیں کہ ہم کس کے سامنے اپنا دکھڑا روئیں؟

جناب سپیکر: آپ نے سنا ہے کہ وہ تو سارے ہاؤس کے سامنے بیان دے چکے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ان کی دو دنوں کی تقاریر کا ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں اگر ان میں تضاد ہو اور انھوں نے غلط بات کی ہو اور میری کہی ہوئی بات سچ ہو تو کیا آپ ان کے خلاف تحریک استحقاق قبول کریں گے؟

جناب سپیکر: جی، rules and regulations کے مطابق۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پرانے سپیکروں کی اس پر رولنگ موجود ہے کہ اگر ہاؤس کو mislead کرنے کے لئے جان بوجھ کر ہاؤس میں جھوٹ بولا گیا ہو تو تحریک استحقاق بنتی ہے۔

جناب سپیکر: میں نے آپ سے کوئی ایسی بات تو نہیں کی۔ میں نے کہا ہے کہ اگر آپ کی تحریک استحقاق rules and regulations کے مطابق ہوئی تو اس کا notice لیا جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: میں ابھی تحریک استحقاق بنواتا ہوں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! راجہ ریاض صاحب نے ہاؤس میں منگل والے دن کا ٹائم دیا تھا اور انھوں نے کہا تھا کہ میں اس دن تمام ریکارڈ ہاؤس میں پیش کروں گا۔ لہذا ابھی ایک دو دن کا ٹائم ہے۔ انشاء اللہ وہ پیش کریں گے اور وہ اسی پانی کے issue کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! منگل تک دو دن نہیں بنتے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں انھوں نے چند دن کہا ہو گا؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! دو دن کہا تھا۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! وہ پانی کے سلسلے میں ہی اسلام آباد گئے ہیں اور پوری تفصیل لے کر آئیں گے اور انشاء اللہ سوموار والے دن ہاؤس کو مکمل رپورٹ دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، سوموار کو رپورٹ دیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ بھی زمیندار اور کاشتکار ہیں۔آپ کو پتا ہے کہ جب فصل کو پیاس آ جاتی ہے، جب رحیم یار خان کی کپاس کی فصل کو ایک ہفتے کی پیاس آ گئی تو اس کی yield کیا ہو گی؟ وہاں کا کاشتکار تو تباہ ہو گیا۔یہ بجلی کے سوئچ کی طرح نہیں ہوتا کہ آج ہم نے پانی on کر دیا اور کل off کر دیا بلکہ یہ بتدریج کم ہوا ہے۔میں نمبر ز دے رہا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں۔۔۔

MR SPEAKER: Order please, order please.

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! 20۔جون کو 14 ہزار کیوسک آ رہا تھا، 21۔جون کو 12306 کیوسک، 22۔جون کو 8410 کیوسک، 23۔جون کو 7495 کیوسک، 24۔جون کو 3553 کیوسک اور جمعرات کو 2913 کیوسک آ رہا تھا۔یہ 14 ہزار کیوسک سے کم ہو کر 2913 کیوسک پر آیا ہے لیکن حکومت پنجاب کا محکمہ آبپاشی سویا رہا۔یہ تو اس دن Associated Press of Pakistan کی خبر آ گئی اور ہم نے اخباروں میں پڑھا کہ شازیہ مری صاحبہ نے کہا ہے۔کہاں تھا ہمارے پنجاب کا اریگیشن ڈیپارٹمنٹ؟ وہ ہمارے interest کیوں watch out نہیں کر رہا تھا؟ کیا پنجاب کے کاشتکار کے interests کو watch out کرنا اریگیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب بلکہ حکومت پنجاب کا کام نہیں ہے؟ اگر میں حکومتی بنچوں سے کہوں تو شاید میرے بھائیوں کو یہ بات بری لگے لیکن ہم سب کے interests کی چوکیدار حکومت پنجاب ہے۔چونکہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب ایک صنعت کار ہیں اس لئے شاید ان کو کاشتکار کے مسائل کے بارے میں علم نہیں ہے۔وہ بڑے قابل آدمی ہیں اگر ان کو علم ہوتا تو وہ ضرور اس پر عمل کرتے لیکن چونکہ وہ صنعت کار ہیں اور ایک شہری علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے شاید دیہی علاقے کے غریب کاشتکار کی بات ان تک نہیں پہنچتی۔

جناب سپیکر: نہیں۔ان کو ہر چیز کا علم ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کل چیف منسٹر صاحب نے اس عمارت میں ہوتے ہوئے اس floor پر آ کر پنجاب حکومت کا موقف بیان نہیں کیا۔یہ اتنا اہم issue ہے۔۔۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔ منسٹر صاحب نے تو شاید اپنے کوئی نمبر ٹانکنے ہیں اس لئے وہ بار بار اٹھ کر بے تاب ہو رہے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! نمبر ٹانکنے کی بات نہیں ہے لیکن ان کو پتا ہونا چاہئے کہ یہ وہی وزیر اعلیٰ ہیں جنھوں نے tail کے کھیتوں تک پانی پہنچایا ہے۔

جناب سپیکر: آپ لغاری صاحب کی بات ختم ہونے دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: میری گزارش ہے کہ اگر یہ پانی اس طرح کم نہیں ہوا تو پھر میں اس کا قصور وار اور آپ جو سزا رکھیں میں اس سزا کے لئے تیار ہوں۔ اگر یہ پانی اسی طرح کم ہوتا رہا ہے تو پھر حکومت پنجاب اور اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کہاں تھا؟ ابھی منسٹر صاحب تو نہیں ہیں لیکن کابینہ collectively responsible ہوتی ہے اور اس ہاؤس کو answerable ہوتی ہے لہذا مجھے اس کا جواب چاہئے۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری ظہیر الدین خان صاحب! میں floor چودھری عبدالغفور صاحب کو دے چکا ہوں کیونکہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے تھے۔ معاف کرنا۔ جی، چودھری غفور صاحب!

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے محترم بھائی کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ذرا آرام آرام سے بات کیجئے گا۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جی، بالکل میں آرام سے ہی بات کروں گا۔ میں آپ کی وساطت سے محسن لغاری صاحب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کیونکہ وہ میرے قائد شہباز پاکستان،

خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر اعلیٰ پنجاب کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ میاں صاحب نے اپنے پچھلے tenure میں زمینداروں کے لئے جو اصلاحات کیں اور جو کچھ وہ آج کر رہے ہیں کاش یہ اس پر نظر ڈال لیتے تو اچھا ہوتا۔ 1997 والے tenure میں میاں محمد شہباز شریف وہ وزیر اعلیٰ تھے کہ جنھوں نے جعلی زرعی ادویات پر پابندی لگوائی، اس بارے میں قانون سازی کی اور اس کو قابل سزا جرم بنا کر زراعت کے اندر ایک نئی چیز introduce کروائی۔ انھیں industrialist کہنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یہ وہی وزیر اعلیٰ ہیں کہ جنھوں نے زمیندار کے لئے تاریخ میں پہلی دفعہ tail تک پانی پہنچایا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے محترم بھائی محسن لغاری صاحب کو تنقید برائے تنقید سے ہٹ کر حقائق کو سامنے رکھ کر بات کرنی چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: چودھری ظہیر الدین صاحب! کائرہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ محسن لغاری صاحب کی بات کا جواب دینا چاہ رہے ہیں تو پہلے ان کی بات سن لیتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں بھی اسی حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میری بات ہو جائے تو پھر وہ اکٹھا ہی جواب دے دیں۔ اگر اجازت دیتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں ورنہ بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ پہلے فرمالیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! پانی کے حوالے سے یہ جو معاملہ چل رہا ہے رولز کے مطابق اور کسی نہ کسی ضابطے کے تحت ہی اسے طے ہونا ہے۔ اسی ضمن میں بات کرتے ہوئے جب میرے ساتھی نے منسٹر غفور صاحب سے کہا کہ وہ نمبر ٹانکتے ہیں، میں ان سے اختلاف کرتا ہوں۔ یہ واحد منسٹر ہیں جو کہ نمبر نہیں ٹانکتے۔ ابھی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب نے جعلی ادویات پر قابو پایا۔ اس طرح تو انھوں نے محسن لغاری صاحب کی بات کو second کیا ہے کیونکہ یہ تو ایک کاروبار ہے۔ غفور منسٹر صاحب میاں شہباز شریف صاحب کو "شہباز پاکستان" کی بجائے کسی فلاسفر یا مفکر کے ساتھ تشبیہ دیا کریں۔ پرندوں کے نام سے تشبیہ مت دیں، وہ بڑے قابل آدمی ہیں انھیں مفکروں اور اچھے administrators کے ساتھ تشبیہ دیا کریں۔

جناب سپیکر! میں گزارش یہ کروں گا کہ "ارسا" کی تشکیل پانچ نمائندوں پر مشتمل ہے۔ ان میں چار نمائندے اکائیوں کے ہیں اور ایک وفاق کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس دفعہ وفاق کا نمائندہ بھی سندھ سے لیا گیا ہے۔ اس طرح سندھ کی نمائندگی دوہری ہو گئی ہے۔ اگر کل کو وفاق کا نمائندہ پنجاب سے لیا جائے گا تو پنجاب کی نمائندگی دہری ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ پہلے وفاق کا نمائندہ کشمیر سے ہوا کرتا تھا اور چاروں صوبوں سے ایک ایک نمائندہ ہوتا تھا اور وہ تشکیل impartial کہلاتی تھی۔ اس دفعہ یہ ہوا کہ تونسہ کینال بند کر دی گئی یا اس میں بہت کم پانی چھوڑا گیا، جس سے اتنی hue and cry ہوئی اور بہت نقصان ہوا۔ تونسہ کینال سے 1293000 ایکڑ زمین سیراب ہوتی ہے اگر وہ 20 دن بند رہے گی تو وہاں پر کوئی فصل نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ اگلی فصل پر دُگنی پیداوار کر دے تو وہ علیحدہ بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کرم کرنے والا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس بارے میں ایک قرارداد لائی جائے کہ ارسا کی تشکیل دوبارہ کی جائے اور اس میں وفاق کا نمائندہ غیر جانب دار ہو۔ وزیر قانون صاحب اپنی wisdom اور دانش کو استعمال کرتے ہوئے کوئی ایسی تجویز دیں کہ ارسا کی تشکیل نو کی جائے کیونکہ ارسا کی موجودہ تشکیل پنجاب کے تمام کسانوں کو غیر مطمئن کئے ہوئے ہے۔ سندھ کے اس وقت دو نمائندے ہیں جبکہ ہمارا ایک نمائندہ ہے اور اس کو بھی میٹنگ میں نہیں بلایا جاتا۔ بے شک ارسا کی یہ تشکیل پچھلے پانچ سالوں میں ہوئی ہے لیکن یہ ایک ناقص تشکیل ہے جس نے اس دفعہ پنجاب کے کسانوں کو بہت hit کیا ہے۔ ہم سندھ کے کسان بھائیوں کے خلاف نہیں ہیں، ان کو پانی دینا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور منسٹر عغفور صاحب کے ذریعے، کابینہ کے ذریعے سے یہ تجویز وفاق کو جائے کہ ارسا کی تشکیل نو کی جائے۔ میری گزارش ہے کہ اس حوالے سے ایک قرارداد لائی جائے۔ اس پر سیر حاصل بحث اور غور کرنے کے بعد وفاق کو بھیجی جائے۔ اس میں کہا جائے کہ ایک ایک نمائندہ صوبائی اکائیوں سے لیا جائے اور اس طرح manage کیا جائے کہ کسی صوبے کی کسی بھی طرح سے دوہری نمائندگی نہ ہونے پائے کیونکہ اس سے کسی دوسرے صوبے کو نقصان ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ میری یہ معروضات ہیں کہ یہ قرارداد ضرور لائی جائے کہ ارسا کو ایک impartial, independent and result giving authority بنایا جائے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے نشاندہی کی ہے کہ ارسا میں وفاق کا نمائندہ سندھ سے لیا گیا ہے تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ جنرل پرویز مشرف کے دور میں کیا گیا ہے۔ اس جمہوری دور میں یہ نہیں ہوا۔

جناب والا! دوسری بات انھوں نے یہ فرمائی ہے کہ اس معاملے کو کابینہ میں take up کرنا چاہئے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کل بھی وزیر اعظم سے اس حوالے سے بات کی ہے اور وہ on board ہیں، وہ پنجاب کی صحیح نمائندگی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! لغاری صاحب نے جن باتوں کی طرف نشاندہی کروائی ہے اس حوالے سے عرض ہے کہ وزیر اعظم پاکستان جناب یوسف رضا گیلانی نے قومی اسمبلی میں on the floor of the House تمام ممبران کو یہ یقین دہانی کروائی ہے کہ 1991 Water Distribution کے accord کے مطابق ہو رہی ہے۔ جیسا کہ راجہ ریاض صاحب نے اس ہاؤس میں کہا کہ موسم کی وجہ سے برف پگھل نہیں رہی جس کی وجہ سے دریاؤں میں پانی کم ہے۔ دریاؤں میں پانی کم آ رہا ہے لیکن اس کی distribution میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر پنجاب میں کمی آئی ہے تو اسی حساب سے سندھ میں بھی کمی آئی ہے۔ وزیر اعظم صاحب اس حوالے سے assurance کروا چکے ہیں اور آج راجہ ریاض صاحب اسی سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ جس طرح لغاری صاحب چاہتے ہیں، with facts & figures پیر کے دن وہ پوری رپورٹ لے کر آئیں گے اور اس ہاؤس کے سامنے پیش کریں گے۔ یہ اس رپورٹ کو challenge کرنا چاہیں تو ضرور کریں، یہ نہیں کہ internet سے کوئی document نکال کر کہیں کہ میں اسے challenge کرتا ہوں۔ راجہ صاحب ایک departmental authentic report ہاؤس کے سامنے لائیں گے۔ اس میں محکمہ آبپاشی پنجاب اور ارسا کے حوالے سے تمام figures ہوں گے۔ تمام صوبوں کے figures تفصیل کے ساتھ ہوں گے۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ پانی کا مسئلہ سابقہ ادوار سے چلا آ رہا ہے۔ پانی کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ زمین کی افادیت بھی پانی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ آج پانی کا مسئلہ پیدا کیوں ہوا ہے؟ ہم اسی لئے dictatorship کی مخالفت کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ ایوب خان نے تین دریا فروخت کر دیئے۔ پانی کا flow ہمیشہ North سے South کی طرف رہتا ہے۔ یہ تین دریا فروخت

کر دیئے گئے اور وہاں water level نیچے ہو گیا، اس لئے اب ہماری زمینوں کا پانی دن بدن نیچے ہوتا جا رہا ہے۔ آج پانی کی کمی کا جو مسئلہ درپیش ہے یہ اس وقت سے ہے کہ جب بگلیہار ڈیم بن رہا تھا۔ یہ مسئلہ اس وقت کے ہمارے so-called حکمرانوں کا پیدا کردہ ہے۔ ہم نے انھیں elect نہیں کیا تھا، انہوں نے حقوق غصب کئے تھے۔ جب پرویز مشرف ڈکٹیٹر حکمران تھا تو اس وقت یہ سارے مسئلے پیدا ہوئے۔ آپ بھی اخبارات میں یہ سب کچھ پڑھتے رہے ہیں اور ہم بھی پڑھتے رہے ہیں۔ اگر اس وقت توجہ دی جاتی تو آج پانی کی کمی کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا۔ بڑے بڑے ملکوں میں drought آ جاتے ہیں، قحط بھی پڑ جاتے ہیں۔ اگر بارشیں نہیں ہو رہیں، برف پگھل نہیں رہی تو لازمی بات ہے کہ پانی کی کمی ہو گی۔ یہ مسئلہ اسی طرح رہے گا کیونکہ جب انھوں نے چناب پر ڈیم بنانے شروع کئے، سندھ پر ڈیم بنانے شروع کئے تو یہاں کے حکمران اپنی کرسیوں کو تو بچاتے رہے مگر اس طرف انھوں نے توجہ نہ دی۔ لغاری صاحب میرے بھائی ہیں، یہ ہمارا اور ان کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اُس وقت ان کو بھی سوچنا چاہئے تھا کیونکہ اُس وقت یہ حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہم ادھر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم تو آج بھی ادھر ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا ادھر بیٹھنے سے آپ کو کوئی روکتا ہے؟

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! چونکہ آپ کی نگاہ زیادہ تر ادھر رہتی ہے اس لئے میں ادھر ہی بیٹھتا ہوں۔ جس طرح جنگ کے after effects ہوتے ہیں اسی طرح یہ ہم بھی dictatorship کے after effects میں suffer کر رہے ہیں اس لئے ان کو اتنا نہیں گھبرانا چاہئے۔ باقی شہباز شریف صاحب کے حوالے سے میں صرف ایک فقرے میں بات کروں گا کہ شہباز جب پرواز کے لئے پر کھولتا ہے تو وہ کبوتروں اور فاختاؤں کی تعداد سے کبھی مرعوب نہیں ہوا کرتا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ارسا کو reconstitute کیا جائے۔

جناب سپیکر: آج جو میٹنگ ہو رہی ہے اس کے نتائج سامنے آنے دیں اس کے بعد پھر ہم اس پر بات کریں گے۔ سوموار کو وزیر موصوف تشریف لا رہے ہیں۔ آج کی میٹنگ کے بعد کیا بات سامنے آتی ہے وہ آپ کو House میں آ کر بتائیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! اس مسئلے پر ایک متفقہ قرارداد آنی چاہئے۔

جناب سپیکر: اگر ضرورت محسوس کریں گے تو پھر اس پر سوچا جا سکتا ہے لیکن after hearing the Minister.

چودھری جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید حسن گجر: جناب والا! کافی دنوں سے پانی کے سلسلے میں بحث چل رہی ہے۔ ہماری treasury benches کی طرف سے بھی اور اپوزیشن کی benches کی طرف سے بھی بحث چل رہی ہے۔ تنقید برائے تنقید ہو رہی ہے لیکن اس کی جو حقیقت ہے اس کی طرف کوئی نہیں جا رہا۔ موجودہ جو problem ہے اس shortage کی وجہ کچھ اور بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ 2003-04 میں اگر آپ کو یاد ہو پنجاب اسمبلی میں تمام صوبوں کی اپوزیشن پارٹیوں کے کچھ لیڈر صاحبان آئے تھے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

چودھری جاوید حسن گجر: اس میں سندھ کے اپوزیشن لیڈر صاحبان بھی شامل تھے اور انہوں نے کالا باغ ڈیم پر debate کرنی تھی اور دو دن وہاں پر debate ہوئی۔ اس میں کالا باغ ڈیم کی مخالفت میں کوئی debate نہ چل سکی اور وہاں پر سندھ والے، بلوچستان والے اور پنجاب والے بھی شامل تھے۔ میں بھی اس میٹنگ میں شامل تھا۔ وہاں پر جو مسئلہ اٹھایا گیا جس کی وجہ سے آج بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر وہاں پر ایک نئی نہر نہ چلتی تو آج یہ shortage نہ ہوتی۔ تونسہ اور چشمہ سائیڈ پر انگریزوں کے زمانے میں 1867 میں ایک flood canal بنی تھی اور وہ تب سے چلی آ رہی ہے۔ جب کبھی flood آ جاتا تھا، پانی زیادہ ہوتا تھا تو تین مہینے اس کا پانی دیا جاتا تھا لیکن ہماری پچھلی حکومت نے flood canal کو سارا

سال چالو کیا۔ اس کینال میں سے ایک اور کینال نکالی گئی اس کا نام ہے greater Thal اور اس greater Thal کی وجہ سے پانی کی ساری shortage آ رہی ہے۔ وہ نہر 13 ہزار یا 14 ہزار کیوسک کی نہر ہے۔ اس نہر کے نکالنے کی وجہ یہ ہے کہ جتنے بھی فوجی جرنیل تھے ان کو بہاولپور اور رحیم یار خان ڈویژن میں چولستان کے علاقہ میں زمینیں دی گئی تھیں وہاں پر پانی پورا نہیں ہو رہا تھا تو ان کے لئے انہوں نے یہ سکیم نکالی اور وہاں کے وڈیروں نے مل کر greater Thal بنائی اور اس کی وجہ سے آج ہمیں پانی کی shortage آ رہی ہے۔ اس لئے ہمیں حقائق کی طرف بھی جانا چاہئے اس کی جو roots ہیں اس پر جانا چاہئے۔ تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے میں اپنے تمام حکومتی پارٹی کے بھائیوں اور اپوزیشن کے بھائیوں سے بھی یہ توقع کروں گا کہ اس بحث کو اس طرف موڑیں، جو حقائق ہیں ان کی طرف چلیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: مہربانی۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں اصل حقائق آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ایک جرنیل نے تین دریا فروخت کئے، دوسرے جرنیل نے کالا باغ ڈیم نہیں بننے دیا، تیسرے جرنیل نے باقی کے تین دریا چناب، جہلم اور سندھ پر بیراج اور ڈیم بنانے کے لئے ہندوستان کو اجازت دے دی۔ میڈیا تو خوب جانتا ہوگا، آپ میں سے اکثر احباب نے یہ رپورٹ پڑھی ہوگی کہ بھارت کے ایک وزیر اعظم نے اپنے وزراء اعلیٰ ساتھ لئے cans میں جمنا کا پانی بھرا اور سندھ پر جا کر پانی گرایا اور یہ بیان جاری کیا کہ یہ سندھو پانی پاکستان کے ساتھ ہماری صلح کروائے گا۔ پاکستان کے خلاف یہ سازش ہے کہ ڈیموں کا نہ بننا اور ہندوستان کا ہمارے پانی کو روک لینا، صوبوں کا صوبوں کے ساتھ لڑنا پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ میں یہ تجویز کروں گا اور آپ کے توسط سے درخواست کروں گا کہ دریائی پانی کے لئے جو ہمارے خلاف سازش ہو رہی ہے اس پر بحث کریں۔ اس مقصد کے لئے ایک دن تفویض کیا جائے تاکہ پوری طرح سے چھان بین ہو سکے کہ اس کے اسباب کیا ہیں، اس کے محرکات کیا ہیں اور اس کا علاج کیا ہے؟

جناب سپیکر! دریائی پانی تو ہندوستان نے روک لیا اور زمینی پانی ہم نے ٹیوب ویلوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ میرے علاقے میں زیر زمین پانی بیس پچیس فٹ پر تھا اب پچاس فٹ نیچے چلا گیا ہے۔ ہم تو زمینی پانی بھی ختم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مجھے خوف آ رہا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہم نے اس کا کوئی سد باب نہ کیا تو صحرا میں تبدیل ہو جائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب شیر علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس موضوع پر کافی بات ہو گئی ہے۔ مہربانی کریں اور مجھے اب ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! ایک منٹ۔

جناب سپیکر: جی، ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! میرے فاضل دوست نے فرمایا اور یہ گھوم پھر کر ہر بات وڈیروں پر لے آتے ہیں۔ تھل میں یہ identify کر دیں کہ وڈیرا کون ہے؟ میرا خیال ہے کہ وارث کلو صاحب آج موجود نہیں ہیں وہی وہاں کے وڈیرے ہوں گے؟ ہر بات وڈیروں پر نہ لایا کریں اور میری یہ بھی گزارش ہے کہ انہوں نے اسے آپس کا جھگڑا بنا دیا ہے کہ کینال کس نے بنائی اور کس نے نہیں بنائی۔۔۔

جناب سپیکر: پنجاب کی بات کریں۔

جناب شیر علی خان: جناب والا! پنجاب کی بات کر رہا ہوں کہ پنجاب کا مسئلہ تب ہی حل ہو گا جب کالا باغ ڈیم بنے گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمیں اس کے لئے پر زور سفارش کرنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کالا باغ ڈیم بنے اور یہ سارا مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں وزیر صاحب آئیں گے اس کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گا۔

ملک عادل حسین اترا: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ اب مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔

ملک عادل حسین اترا: جناب والا! معزز رکن نے فرمایا ہے کہ greater Thal canal بن رہی ہے۔ میں ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ greater Thal canal آج منظور نہیں ہوئی یہ

1951 سے منظور ہے اور ابھی تک زیر تعمیر ہے۔ میں ان کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے آباؤاجداد نے معاوضہ دے کر یہ نہریں لی تھیں۔ اس سلسلے میں زمینوں کی شکل میں ہم نے اپنا 3/4 حصہ گورنمنٹ کو دیا تھا تب ہمیں نہروں کی چھوٹی سی سہولت ملی تھی۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

ضمنی بجٹ برائے سال 09-2008 پر عام بحث

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ ضمنی بجٹ برائے سال 2008-09 پر عام بحث ہے۔ اس سلسلے میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ بجٹ برائے سال 2008-09 پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔ آخر میں وزیر خزانہ بحث کو wind up کریں گے۔ معزز اراکین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اس وقت 46 معزز اراکین نے تقاریر کے لئے اپنے نام درج کروائے ہیں جن میں سے 21 اپوزیشن سے ہیں اور ان کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے گا۔ مناسب یہ خیال کیا گیا ہے کہ پہلے ان معزز اراکین کو تقریر کا موقع دیا جائے جو سالانہ بجٹ کے سلسلہ میں مختص ایام میں وقت کی کمی کے باعث تقریر نہ کر پائے۔ میرے خیال میں اب آپ کی طرف سے اس کا آغاز ہو۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہمیں آخر میں موقع دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ open debate کریں۔ چودھری ظہیرالدین تشریف رکھتے ہیں--- تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد محسن خان لغاری!

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o شکریہ۔ جناب سپیکر! پارلیمانی سال کا سب سے اہم اجلاس بجٹ اجلاس اور اسمبلی کی سب سے اہم document بجٹ کی document ہوتی ہے جو اس اسمبلی میں پیش ہوتا ہے۔ بجٹ حکومت کی ترجیحات کے بارے میں واضح کرتا ہے کہ حکومت اس سال کہاں سے پیسے حاصل کرے گی اور کہاں ان کو خرچ کرے گی۔ یہ ایک منصوبہ بندی جو حکومت کی ہوتی ہے اس کی یہ آئینہ دار ہوتی ہے۔ جس طرح انگریزی میں ایک مثال ہے کہ:

Putting your money where your mouth is.

Lips serviceاور زبانی باتیں تو ہر وقت ہوتی رہتی ہیں لیکن بجٹ کی documentان وعدوں، ان commitments، ان باتوں کو پورا کرنے کے لئے جو پیسے رکھے جاتے ہیں اس سے حکومت اپنی commitment show کرتی ہے کہ ہم نے جو وعدے کئے ہیں ہم ان پر پورا اتریں گے۔ حکومت کی منصوبہ بندی بجٹ کے اندر واضح ہوتی ہے اور supplementary budget کا آنا حکومت کی ناقص منصوبہ بندی کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ جو منصوبہ بندی کی گئی تھی کہ ہم اپنے یہ اہداف meet کریں گے۔

جناب سپیکر: یہ اس دفعہ ہوا ہے یا پہلے بھی کبھی ہوتا رہا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ یہ میری صرف موجودہ حکومت پر ہی تنقید نہیں ہے یہ ہمیشہ کی حکومتوں کے اوپر میری تنقید ہے۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں میں جس وقت Treasury Benches پر بیٹھا کرتا تھا تو اس وقت بھی میری یہ گزارش ہوتی تھی کہ ہمارے سیکرٹریٹ میں comfortable صوفوں پر ائرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر ہمارے افسران، ہمارے [**] یہ budget exercise کرتے ہیں اس کی ناقص منصوبہ بندی کی دلیل ہے۔

جناب سپیکر: میں یہ [**] لفظ حذف کروانا چاہتا ہوں کیونکہ انہوں نے بابوں سے [**] بنایا ہے لہذا یہ [**] لفظ استعمال نہ کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ پچھلے 5 سال جب میں Treasury Benches پر تھا تو اس وقت بھی میری یہ گزارش ہوتی تھی اور آج بھی میری یہ گزارش ہے کہ اس اسمبلی کو مضبوط کریں، اس کو اختیارات دیں، یہ اسمبلی بجٹ بنانے کے اندر شامل ہو، یہ اسمبلی بجٹ کی implementation کے اندر شامل ہو۔ ہمارے اس سال کے بجٹ کی صرف 48 فیصد utilization ہوئی ہے، 52 فیصد یعنی آدھے سے زیادہ ہمارے منصوبے، ترجیحات اور پراجیکٹس نہیں ہو سکے اس لئے کہ بجٹ بنانے یا اس بجٹ پر implementation یا اس کی monitoring کے لئے اس اسمبلی کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔ اگر آپ کو یاد ہو کہ اس دفعہ آپ کی مہربانی

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

فنانس منسٹر صاحب کی مہربانی سے ہم نے ایک pre-budget session call کیا تھا۔ اس سیشن کے اندر ہمارے بھائیوں اور بہنوں نے بہترین تجاویز دیں اور میرے دل میں امید کی ایک کرن جاگی کہ شاید ہمارے لفظ کی کوئی قدر ہوگی اور جب بجٹ آیا تو اس کے اندر کسی معزز ممبر کی کسی بات کو کوئی ترجیح نہیں دی گئی۔ وہی P&D کے ائر کنڈیشنڈ کمروں کے اندر سے بجٹ بن کر آ گیا اور کائرہ صاحب نے اس کو بہت خوبصورتی سے پڑھ دیا۔ ہم نے اس ادارے کو مضبوط کرنا ہے، اس ادارے کی کمیٹیاں جو بد قسمتی سے ڈیڑھ سال گزرنے کے باوجود ابھی تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔۔۔

جناب سپیکر: کائرہ صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں:

یہ اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے میری بات

(قہقہے)

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس کی کمیٹیوں کو فعال بنایا جائے۔ ہم ابھی تک ruling coalition کے ان جھگڑوں میں لگے ہوئے ہیں کہ کون چیئرمین بنے گا اور کون چیئرمین نہیں بنے گا۔ ہم نے اس کے اندر ڈیڑھ سال ضائع کر دیا ہے، legislation بھی suffer کر رہی ہے اور financial matters میں بھی ہاؤس کی ان کمیٹیوں کو با اختیار کیا جائے تاکہ وہ اپنے محکموں کے بجٹ بنائیں، اپنے محکموں کے بجٹ کو implement کریں اور اپنے محکمے کے لوگوں کو بلا کر پوچھیں کہ بھئی! ہم نے جو ترجیحات رکھی تھیں ان پر کیوں عملدر آمد نہیں ہو رہا؟ اس supplementary budget کے اندر بھی وہی چیز نظر آتی ہے جو annual budget میں نظر آتی ہے کہ اس میں ترجیحات urban area کے لئے ہیں جتنے بھی اخراجات ہوئے ہیں وہ شہری علاقوں میں ہوئے ہیں اور دیہی علاقہ جس طرح main budget کے اندر ignore ہو گیا اسی طرح پچھلے سال کے supplementary budget کے اندر بھی ignore ہو گیا ہے اس لئے کہ دیہی علاقے کی نمائندگی کا decision making کے اندر کوئی اختیار نہیں۔ جب ہم وفاق سے این ایف سی ایوارڈ لیتے ہیں تو اس کے اندر ہمارا موقف یہ ہوتا ہے کہ پنجاب آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور ہمیں این ایف سی میں سے سب سے زیادہ حصہ مل جائے اور ہمارے موقف کو مانا جاتا ہے لیکن جب

وہ پیسا پنجاب کے اندر آ جاتا ہے تو اس کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوتی۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کی منصفانہ تقسیم کرے تاکہ کسی علاقے کے اندر احساس محرومی نہ ہو۔ ابھی پرسوں کی بات ہے کہ cut motion والے دن ہمارے کچھ اراکین اسمبلی نے کیفے ٹیریا کے اندر ایک informal meeting کی اور ہمارے صوبے کے ایک حصے کی پسماندگی کی وجہ سے اس قسم کی انہوں نے باتیں کیں کہ اس کو الگ صوبہ بنا دینا چاہئے۔ یہ احساس محرومی آج پیدا نہیں ہوا یہ ایک تسلسل ہے۔ پچھلے بجٹ اور اس supplementary budget کے اندر اگر آپ اخراجات اور ترجیحات کی نشاندہی کریں تو وہ urban areas and Lahore centered ہے۔ مجھے لاہور بہت پسند ہے میں نے ساری عمر تقریباً لاہور میں گزاری ہے۔ میں پڑھا بھی یہیں پر ہوں۔ میں نے نوکری بھی لاہور میں کی ہے۔ میں اب اسمبلی کا ممبر ہونے کے بعد بھی لاہور میں ہی رہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: دیکھئے، دیکھئے، لاہور پنجاب کا دل ہے۔ دل ٹھیک ہو تو پھر سب ٹھیک چلتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: بالکل، بالکل۔ شکسپئر کی کتاب کے اندر وہ بروٹس سے پوچھتے ہیں کہ تم نے caesar کو کیوں چاقو مارا؟ تو اس نے کہا کہ:

> Not that I loved Caesar less, but that I loved Rome more. It is not that I love Lahore less, Dera Ghazi Khan more.

مجھے اپنے ڈیرہ غازی خان سے بھی پیار ہے۔ اس کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے وہ علاقے ignore ہوتے ہیں۔ یہ supplementary budget بھی ہمارے علاقوں کی کوئی نمائندگی نہیں کرتا۔ اس میں جو جو اخراجات منصوبہ بندی کے بغیر کئے ہیں وہ بھی ہمارے علاقوں کے لئے نہیں ہوئے اور جو منصوبہ بندی کے ساتھ ہوئے ہیں وہ بھی ہمارے علاقوں میں نہیں ہوئے۔ ابھی منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ 175۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ ہے اور پھر اس میں خاص طور پر mention کیا گیا جیسے احسان کیا جاتا ہے کہ 5۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے لئے رکھے جائیں گے۔ میرا احساب تھوڑا سا کمزور ہے۔ میرے خیال میں یہ زکوٰۃ کے برابر بنتا ہے۔ یہ supplementary budget، یہ سالانہ بجٹ، ہماری یہاں پر بحثیں، یہ کوئی فرق نہیں ڈالتیں اس پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔ ان بیوروکریٹس نے بیٹھ کر یہ بجٹ بنانا

ہے، انہوں نے بیٹھ کر اس کو implement کرانا ہے، انہوں نے بیٹھ کر اس implement کو نہیں کروانا۔ میرا تجربہ یہی کہتا ہے۔ میں ایوان کے اس حصے میں بھی بیٹھ چکا ہوں اور آج اپوزیشن میں بھی بیٹھا ہوں۔ ہماری یہاں کی بحثوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! اردو میں بیوروکریٹ کا کیا ترجمہ کریں گے ؟

جناب محمد محسن خان لغاری: افسر شاہی۔

جناب سپیکر: دیکھیں، بات سنیں۔ اب یہ جمہوری دور ہے، افسر شاہی اس زمانے میں ہوا کرتی تھی جب یہاں شاہ کی حکومت ہوا کرتی تھی۔ اب یہاں شاہ کی حکومت نہیں ہے۔ افسر شاہی نہ کہیں بلکہ پنجاب کے افسران کہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: سرکاری ملازم کہہ دوں ؟

جناب سپیکر: چلیں، یہ بات ٹھیک ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اس supplementary budget میں بھی کروڑہا روپیہ جی او آر میں سرکاری ملازموں کے گھروں پر خرچ ہو رہا ہے۔ بھکر کے اندر پرائمری سکول تو شاید نہیں بن رہا لیکن جی او آر کے ایک افسر کے گھر کے اندر اس کے کچن کو مزین کیا گیا ہے، اس کی چار دیواری، اس کا لان یا ابھی جو footpath توڑ کر دوبارہ ان کی green belts بنائی گئی ہیں۔ میں بار بار ایک چیز پر زور دے رہا ہوں کہ ہم اس اسمبلی کے اندر بااختیار نہیں ہیں، ہماری اس supplementary budget میں کوئی in put نہیں ہے، میرا کوئی بھائی یہاں حلف کے ساتھ یہ کہہ دے کہ اس نے اس بجٹ بنانے کے اندر کوئی role play کیا ہے۔ میری ان گنہگار آنکھوں نے اخبار کے اندر خود یہ خبر پڑھی ہے، ہم سب کو متحد ہو کر اس اسمبلی کو بااختیار کرنا چاہئے۔ میں آج کی بات نہیں کر رہا ہمیشہ سے اسی طرح رہا ہے۔ ہم نے اس میں تبدیلی لانی ہے۔ ہم جس وقت بات کرتے ہیں کہ 18۔ فروری کے الیکشن کے بعد تبدیلی آئی ہے تو اس تبدیلی سے عوامی نمائندوں کا اقتدار نظر آئے۔ اگر کوئی ڈکٹیٹر تھا یا کوئی ڈکٹیٹر ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یونیفارم پہننے سے کوئی ڈکٹیٹر نہیں بنتا، یہ رویوں کے نام ہوتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو support کر کے اس اسمبلی کو بااختیار کروانا ہے اس اسمبلی کی کمیٹیوں کو بااختیار کروانا ہے اور

جب اسمبلی کی کمیٹیاں بااختیار ہوں گی تو انشاءاللہ آپ دیکھیں گے کہ supplementary budget کے مستقبل میں جو amounts آئیں گی بہت کم اور چھوٹی ہوں گی اور ہم اپنے بنائے ہوئے بجٹ کے مطابق ہی چلیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔اب دس منٹ سے زیادہ کسی صاحب کو نہیں ملیں گے۔

پوائنٹ آف آرڈر

اٹک کے کالاچٹارینج (Range) میں آگ لگنے اور لکڑی چوری سے محکمہ کو کروڑوں روپے کا نقصان

(---جاری)

جناب شاہان ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہان ملک صاحب!

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ میں نے تقریباً 6 دن پہلے اسی ایوان میں رانا مشہود صاحب کی موجودگی میں بات کی تھی۔ آپ اس وقت موجود نہیں تھے۔ میں نے اٹک کے کالاچٹا رینج کے حوالے سے ذکر کیا تھا کہ ہمارے جنگل میں آگ لگی ہوئی تھی جس سے کئی ہزار کنال رقبہ جل رہا تھا۔ اس معاملہ پر اس وقت سپیکر صاحب نے احمد علی اولکھ صاحب کی زیر نگرانی کمیٹی بنانے کا کہا تھا اور اگلے دن انھوں نے راولپنڈی ڈویژن سے Conservative Forest Officer کو بلایا جس نے آ کر انتہائی مضحکہ خیز رپورٹ پیش کی کہ 24 ایکڑ کے قریب رقبے کو آگ لگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! کمیٹی بنتی رہی، سلسلہ ہوتا رہا، انکوائری ہوتی رہی وہ ہوتی رہے گی۔ اس کے بعد کوئی چیز سامنے آ بھی جائے گی۔ میری اس وقت صرف یہ گزارش ہے کہ اس وقت 50 ہزار کنال کے قریب رقبہ آگ کی لپیٹ میں تھا اور اب 75 ہزار کنال سے زیادہ رقبہ آگ کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ وہاں سے 2/3 کلو میٹر دور رہائشیوں کے گھر میں خاک گر رہی ہے۔ وہاں کا درجہ حرارت 50 ڈگری سے اوپر جا چکا ہے۔ میں آپ کے یہ بھی گوش گزار کرتا چلوں کہ کالاچٹارینج میں آرمی نے بھی رقبہ acquire کیا ہوا ہے۔ وہاں فوجی جوان بھی ہیں اور بہت ساری ضروری چیزیں بھی موجود ہیں۔ میں

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ رات تقریباً ایک بجے ARY چینل پر ڈسٹرکٹ آفیسر کا بیان تھا کہ یہ آگ پرائیویٹ رکھوں سے آئی ہے۔ یہ سراسر غلط بیانی ہے۔ باقی تمہید تو چلتی رہے گی لیکن آپ سے گزارش ہے کہ فوری طور پر اس آگ کو بجھانے کا کوئی طریق کار اختیار کیا جائے کیونکہ 75 ہزار کنال کا رقبہ پوری کالاچٹا رینج آگ کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ اس پر فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! یہ انتہائی اہم بات ہے۔ اس سے پیشتر بھی اس پر بات ہوئی ہے اور ایک کمیٹی بھی بنائی گئی تھی۔ جس کی شاید ابھی تک رپورٹ نہیں آ سکی اور آگ پھیل رہی ہے۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس وقت وزیر زراعت اور وزیر جنگلات موجود نہیں ہیں۔ میں ابھی فوری طور پر جاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر بعد اس معاملے پر کچھ بریفنگ دے سکوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! صرف اتنی سی گزارش ہے کہ کمیٹی یا جو ذمہ دار لوگ ہیں وہ انکوائری کرتے رہیں گے فی الحال آگ بجھانے کا کوئی حل کیا جائے۔ یہ آگ فائر بریگیڈ سے نہیں بجھ سکتی کیونکہ گاڑیاں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں اس کے لئے کوئی ٹیکنیکل طریقہ اختیار کرنا ہوگا، ہیلی کاپٹر ہوں گے یا کوئی کیمیکل ہوگا لیکن کچھ نہ کچھ ضرور کیجئے۔

جناب سپیکر: اسی لئے ہیلی کاپٹر خریدے جا رہے تھے۔ جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! ہیلی کاپٹر کی مد میں جو پیسے رکھے گئے ہیں وہ خرچ دیں۔ میرا بھی سارا رکھ جل گیا ہے اور شاہان ملک کا بھی جل گیا ہے۔ میں یہاں پر یہ گزارش کروں گا کہ سرکاری جنگل کی لکڑی بیچ دی گئی ہے اور اب اس کو چھپانے کے لئے آگ لگا دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے رکھ بھی جل گئے ہیں۔ شاہان ملک اور میری اپنی لکڑی جل گئی ہے۔

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! میں یہاں یہ گوش گزار کرتا چلوں کہ پچھلے کئی سالوں سے یہ cordon practice بن گئی تھی کہ محکمہ جنگلات کے جو سینئر آفیسر ہیں وہ لوکل ٹمبر مافیا سے مل کر جنگل کی لکڑی کاٹتے ہیں اور پھر گرمیوں کے موسم میں آگ لگا کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرے بھائی محسن لغاری صاحب نے ابھی ایک بات کہی ہے۔ میں پہلے سوچ رہا تھا کہ اس کا جواب نہ دوں لیکن یہ بھی تاریخ کے ساتھ زیادتی ہوگی کہ اگر میں اس کا جواب نہ دوں۔ محسن لغاری صاحب جن کا مجھے بہت احترام ہے انھوں نے یہ کہا کہ ان کی یہیں کی ایجوکیشن ہے، یہیں انھوں نے ملازمت کی اور پھر انھوں نے کہا کہ مجھے لاہور پسند نہیں ہے مجھے تو ڈی جی خان پسند ہے۔

جناب سپیکر: آپ ایسا نہ کہیں۔ آپ میری بات سنیں۔ انھوں نے ایسی بات نہیں کی۔

شیخ علاؤالدین: میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں جو کہ تاریخی بات ہے۔ لغاری صاحب کے خاندان میں محمد خان لغاری صاحب کا بہت بڑا نام ہے۔ ان کی گلبرگ میں اربوں روپے کی جائیداد ہے جس میں خود فاروق لغاری صاحب بھی رہتے رہے ہیں۔ یہاں لاہور کو گالی دینا فیشن ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آج ہم لاہور والوں کو یا سنٹر پنجاب کو یہ کہنا چاہئے کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ:

بے ننگ و نام ہوں یہ سوچتا اگر
تو لوٹ آتا نہ گھر کو میں

یہ بڑی زیادتی ہے کہ لاہور نے لوٹ لیا اور لاہور نے سارا کچھ کر لیا۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ کونسی بات ہے، آپ یہ کیا بات کر رہے ہیں؟ ایسا نہیں ہے۔ لاہور پاکستان اور پنجاب کا دل ہے۔ انھوں نے لاہور کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں کی۔ محسن لغاری صاحب کو بھی لاہور سے پیار ہے۔

شیخ علاؤالدین: لاہور نے ان کے ہر گھر کو سنبھالا ہوا ہے۔ ان کی ایک بیوی کو، دو کو، پانچ کو سب کو سنبھالا ہے اور وہ بد قسمت شہر ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ لغاری صاحب تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جہاں تک لاہور کی بات تھی تو آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ میں نے کیا کہہ دیا ہے، کیا آپ نے سن لیا تھا؟

شیخ علاؤالدین: لاہور سے سب کچھ لینا اور پھر لاہور کو condemn کرنا یہ غلط ہے۔ میں اس پر واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز رکن شیخ علاؤالدین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: یہ کیا بات ہوئی؟ شیخ صاحب! واپس آ جائیں۔ آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میرے خیال میں شیخ صاحب ایک بات کو غلط سمجھ گئے ہیں۔ محسن لغاری صاحب نے یہ نہیں کہا بلکہ انھوں نے اپنے ڈیرہ غازی خان کی بات کی ہے کیونکہ وہ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ اس کے لئے پنجابی میں کہتے ہیں کہ ''جو مزا اپنے چوبارے نہ بلخ نہ بخارے۔'' لغاری صاحب نے جو بات کی ہے اسے شیخ صاحب ویسے ہی محسوس کر گئے ہیں۔ انھیں ایسی بات محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ میں نے پہلے ہی بات کر دی تھی کہ لاہور پاکستان اور خصوصی طور پر پنجاب کا دل ہے۔ ان کو منا کر لائیں۔

نوابزادہ سید شمس حیدر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شمس حیدر صاحب!

نوابزادہ سید شمس حیدر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں لغاری صاحب کی تقریر سن رہا تھا۔ انھوں نے جو باتیں کیں وہ بہت مدلل تھیں۔ میرا بھی لاہور سے تعلق رہا ہے، میں یہیں پر پڑھا ہوں اور میری رہائش بھی یہیں ہے لیکن انھوں نے جو لیس سیزر اور بروٹز کا مکالمہ پڑھا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ لاہور سے پیار نہیں کرتے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں لاہور سے بھی پیار کرتا ہوں بہت پیار کرتا ہوں لیکن اپنی مٹی سے بھی پیار کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرے خیال میں شیخ صاحب نے گاڑیوں کے ٹینڈر لینے ہیں اس لئے جلدی میں نکلے ہیں اور بہانہ اس چیز کا بنایا ہے۔

جناب سپیکر: ظفر اقبال چودھری!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد یار ہراج!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ قمر عامر چودھری صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ آمنہ جہانگیر صاحبہ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ انجینئر شہزاد الٰہی صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا صاحب!

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ اجلاس کے پہلے دن میں نے ایک گزارش کی تھی تو آپ نے کمال مہربانی کرتے ہوئے وزیر خوراک کو کہا تھا کہ ان کی بات سنیں اور ان کا مسئلہ حل کریں۔ مسئلہ یہ ہے کہ تقریباً 100 کے قریب FIRs میرے حلقے میں غریب کسانوں پر درج ہوئی ہیں۔ میں نے اس دن گزارش کی تھی کہ جو FIR غلط ہیں انہیں خارج کیا جائے لیکن ابھی تک اس کا کوئی result نہیں آیا۔ لوگ بیس بیس، تیس تیس ہزار پولیس کو دے کر اپنی FIRs خارج کروا رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اس معاملے پر ایک کمیٹی بنائیں اور جو گورنمنٹ کی طرف سے غلط FIRs درج ہوئی ہیں انہیں ختم کروایا جائے۔ اس کی commitment بھی ہوئی تھی۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! واقعی اس دن اس کی commitment ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ان سے یہ بات ہوئی تھی کہ آپ کے پاس جو شکایات ہیں مجھے دے دیں تو انہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے وہ FIRs میرے حوالے کر دی تھیں جن پر already investigation جاری ہے۔ انشاء اللہ میں Monday کو اس بارے میں وضاحت کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، اب آپ مطمئن ہیں؟

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! جی، ٹھیک ہے۔

ضمنی بجٹ برائے سال 09-2008 پر عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: چودھری طاہر محمود ہندلی صاحب!---تشریف نہیں رکھتے۔ رانا محمد افضل صاحب!---تشریف نہیں رکھتے۔ جو ممبران موجود نہیں ہیں اگر وہ آ گئے تو پھر ان کا نمبر بعد میں لیا جائے گا۔ ملک جلال الدین ڈھکو صاحب!---تشریف نہیں رکھتے۔ جناب احمد خان بلوچ صاحب!---موجود ہیں۔ بلوچ صاحب! آپ کے پاس دس منٹ ہیں اور ابھی 12 بج کر 10 منٹ ہو چکے ہیں اور بیس منٹ پر آپ کو wind up کرنا پڑے گا۔

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! چونکہ بجٹ پر مجھے بات کرنے کا ٹائم نہیں ملا تھا اور آج آپ نے موقع دینے کی مہربانی کی ہے جس پر میں آپ کا مشکور ہوں۔ سالانہ بجٹ اور ضمنی بجٹ دونوں پر مجھے بولنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، ضرور بولیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس بجٹ میں پولیس کے لئے تقریباً 50۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ چلو آج کل کے حالات کے مطابق میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتنا بڑا بجٹ خرچ کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ ہوم سیکرٹری اور آئی جی صاحب کی demand پر ان کو جو ضرورت تھی مل گئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جدید اسلحہ چاہئے، ٹرانسپورٹ چاہئے، ہماری تنخواہیں اور الاؤنسز بڑھائے جائیں تو سب کچھ بڑھا دیا گیا۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ صاحب سے جو کچھ کہا، انہوں نے بجٹ میں رکھ دیا لیکن وزیر اعلیٰ صاحب ان کے لئے ایک ایسی چیز جو بجٹ میں نہیں رکھ سکتے تھے وہ نہ رکھ سکے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ پولیس والوں کو اخلاق بھی خرید کر دے سکتے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اگر ان کا اخلاق کبھی اچھا ہو جائے تو غریب اور شریف لوگوں کے لئے وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہوگا۔ وزیر اعلیٰ صاحب جو خرید کر دے سکتے تھے وہ بجٹ میں دے دیا، اب آئی جی اور ہوم سیکرٹری کا کام ہے کہ وہ ان کا اخلاق ٹھیک کریں تاکہ وہ غریب اور شریف لوگوں سے ایسا رویہ اختیار کریں کہ شریف آدمی تھانے میں جاتے ہوئے یہ محسوس کرے کہ تھانے میں میری بات بھی سنی جائے گی اور

عزت بھی ہو گی لیکن ہوتا یہ ہے کہ وہاں پر criminal لوگوں کی بات تو سنی جاتی ہے لیکن شریف آدمی جب بھی جاتا ہے وہ بے عزت ہو کر واپس آتا ہے۔ شریف آدمی جب عوامی نمائندے کے پاس آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہم نے کیا آپ کو ووٹ اس لئے دیئے تھے کہ شریف آدمی کی پگڑی تھانے میں اچھالی جائے اور وہاں پر کوئی ہماری بات نہ سنے؟ میں معذرت سے یہ کہتا ہوں کہ اس وقت عوامی نمائندے کو بھی اتنا بے بس کر دیا گیا ہے کہ اس کے پاس اس کا علاج نہیں ہوتا کہ جس SHO نے اس شریف آدمی کی بے عزتی کی ہے اس کے خلاف کارروائی کرا سکے۔ پولیس والوں کو سب کچھ دینے کے بعد اگر ان کا رویہ اور اخلاق ٹھیک نہیں ہو رہا تو میں یہ کہوں گا کہ جمہوری دور اور جمہوری حکومت میں جب تک آپ ایم پی اے کو بااختیار نہیں کریں گے تب تک غریب کو انصاف نہیں مل سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر شیخ علاؤالدین واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: شیخ صاحب! بہت شکریہ۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! جب کسی افسر کو یہ پتا ہو گا کہ اگر یہ آدمی متعلقہ ایم پی اے کے پاس گیا تو وہ میرے خلاف کارروائی کر سکتا ہے تو اس وقت وہ افسر خوفزدہ بھی ہو گا اور غریب، شریف آدمی کی عزت بھی کرے گا۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ ایم پی اے جو دو لاکھ آبادی کا نمائندہ ہے وہ اتنا بے اختیار ہے کہ اسے ایک کرپٹ پٹواری کا تبادلہ کروانے کے لئے لاہور آنا پڑتا ہے۔ ایک چپڑاسی کا تبادلہ کروانا ہو تو اس کے لئے بھی لاہور آنا پڑتا ہے۔ جب تک آپ ایم پی اے کو اس کے اپنے حلقے میں بااختیار نہیں بنائیں گے تب تک شریف اور غریب آدمی کی کوئی عزت نہیں ہو گی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے کہنے پر لاہور کی بیوروکریسی کو تبدیل کر دیں لیکن اتنا ضرور اختیار ہونا چاہئے کہ اگر پٹواری، نائب تحصیلدار یا کوئی چھوٹا موٹا افسر کرپٹ ہو تو کم از کم اس کو ٹرانسفر کروانے کے اختیارات ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر نمائندہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو یہ معاشرہ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا۔ آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ جیسے لاہور میں کھلی کچہریاں لگ رہی ہیں اور چیف سیکرٹری صاحب کھلی کچہریاں لگا رہے ہیں۔ بیوروکریسی کی کھلی کچہریاں اس وقت لگتی ہیں جب جمہوری دور اور جمہوری حکومت نہ ہو۔ بیوروکریسی مارشل لاء میں خوش ہوتی ہے۔ اس ڈیموکریسی دور میں بھی چیف سیکرٹری پورے پنجاب کے عوام کی کچہری لگائیں تو اس چیف سیکرٹری صاحب کو کیا پتا کہ یہ آدمی جو سامنے کھڑا ہے یہ شریف ہے یا criminal ہے۔ میں یہ

گزارش کرتا ہوں کہ یہ کچہریاں ضلعی سطح پر عوامی نمائندوں کی موجودگی میں ہونی چاہئیں۔ کھلی کچہریاں وہاں کا ڈی پی او، ڈی سی او، آئی جی یا کمشنر اپنے اپنے ہیڈ کوارٹر پر لگائے اور عوامی نمائندہ وہاں پر بیٹھا ہو جو بتا سکے کہ سامنے والا آدمی کون ہے، اچھا ہے برا ہے، ظالم ہے یا مظلوم ہے؟ ظالم آدمی تو یہاں پر آکر الٹے آرڈر کروا کر چلے جاتے ہیں اور شریف آدمی کو پریشان کرتے ہیں۔ ہماری بد نصیبی ہے کہ مارشل لاء بھی ختم ہو گیا اور ہمارے عوامی نمائندوں نے جرنیلوں کو بھی بھگا دیا لیکن بیوروکریسی ڈیموکریسی کو بھی نہیں چلنے دیتی۔ جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے اگر حکومت چل رہی ہے تو وہ بیوروکریسی کی چل رہی ہے۔ میں معذرت سے کہوں گا کہ جب سے پاکستان بنا ہے آج تک بیوروکریسی کی حکومت کو کسی نے کنٹرول نہیں کیا، جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ دو لاکھ آبادی نے جس عوامی نمائندے کو منتخب کر کے بھیجا ہے نہایت افسوس ہے کہ بیوروکریسی اس عوامی نمائندے کے متعلق سوچتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ عوامی نمائندے کرپٹ، عیاش اور بد معاش ہیں اور ہمارے افسران نہایت دیانتدار ہیں۔ افسوس کہ آج عوامی نمائندے جن کو عوام نے منتخب کر کے ان Houses میں بھیجا ہے آج ان کے لئے بیوروکریسی کے یہ خیالات ہیں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ ہم نے جو بجٹ پاس کیا ہے۔ اگر اسے بیوروکریسی صحیح ایمانداری سے خرچ کرا دے، میں کہتا ہوں کہ 50 فیصد کھا جائے اور 50 فیصد بھی خرچ کرا دے تو ہمارا ملک ترقی پذیر نہیں بلکہ ترقی یافتہ کی طرح سامنے کھڑا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: کیا آپ 50 فیصد کی اجازت دیں گے؟

جناب احمد خان بلوچ: جی، ہم دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے۔ اس طرح بحث کی میں اجازت نہیں دوں گا۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! یہ تو تین حصے کھا جاتے ہیں۔ ہر شے ختم ہو جاتی ہے اور آخر کچھ فیصد مقامی علاقے کو پہنچتا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ خدارا! یہ عوامی دور ہے اور ہمیں عوامی نمائندوں کو اختیارات دینے چاہئیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب جو کہ اتنے باہمت، بہادر، عوامی اور لوگوں کے مسائل حل کرنے والا ذہن رکھنے والے ہیں، میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک سال آپ نے بیوروکریسی کو با اختیار بنا کر اور عوامی نمائندوں کے ہاتھ باندھ کر بھی دیکھ لیا ہے kindly ایک سال عوامی نمائندوں کو دے دیں اور ان سے کہیں کہ یہ انتظام چلائیں پھر دیکھیں کہ عوام کو انصاف ملتا ہے یا نہیں۔ جب تک

آپ عوامی نمائندوں کو اختیارات نہیں دیں گے اس وقت تک غریب عوام کو انصاف نہیں ملے گا۔ حالت تو یہ ہے کہ ایجوکیٹر کی بھرتی ہوئی ہے اور وزیراعلیٰ صاحب نے کہا ہے کہ 10 نمبر اضافی دے کر مقامی استانی کو وہاں لگائیں۔ اب اس پالیسی کا مقصد ہی فوت کر دیا گیا ہے۔ اگر اس مقامی استانی کو نہیں لگانا تھا تو دس نمبر دینے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ مقامی village کی استانی اگر موجود ہے اور اس نے بی اے، بی ایڈ کیا ہوا ہے اس کو فوری طور پر وہاں لگائیں لیکن افسوس ہے کہ بیوروکریسی نے اس پالیسی کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہی اپنا مقصد پورا کیا ہے کہ تحصیل سے دور دراز کے علاقوں میں لڑکیوں کو بھیج دیا ہے جبکہ سکول بند رہیں گے، کبھی نہیں کھل سکتے۔ میاں صاحبان کی ہمیشہ یہ سوچ، ہمیں یاد ہے کہ 88-1987 میں میاں نواز شریف ایسے سکول کھلوانے کے لئے اس حد تک چلے گئے تھے اور اس وقت میٹرک معیار تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ جہاں دور دراز علاقوں میں میٹرک پڑھی ہوئی بچیاں نہیں ملتیں وہاں اگر مڈل بھی مل جائے تو اس بچی کو لگا دیا جائے تاکہ مقامی سکول کھل سکیں۔ آج بی اے والی لڑکی موجود ہے، بی ایڈ والی موجود ہے اور افسوس ہے کہ وہ بچیاں مقامی village کی بیٹھی ہیں ان کو تعینات نہیں کیا گیا۔ کیا بی اے اور بی ایڈ والی پرائمری سکولوں میں نہیں پڑھا سکتیں لیکن بیوروکریسی نے پھر وہی دور دراز کی لگائی ہیں اس لئے کہ وہ گھر بیٹھی رہیں گی، مقامی سکولوں میں نہیں آئیں گی۔ 30/25 کلومیٹر پر کوئی آدمی بھی اپنی جوان بچی کو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو دور دراز نہیں بھیجتا۔ محکمے والے ان سے 50 فیصد تنخواہیں لیتے ہیں اور ان کو تنخواہیں دے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب! جو یہ بات کر رہے ہیں اس کو آپ بھی نوٹ فرمائیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! دور دراز اس لئے بھیج دیتے ہیں کیونکہ محکمہ والے ان کی تنخواہوں میں سے حصہ دار ہوتے ہیں۔ وہ مہینے میں ایک دن آتی ہے، رجسٹر پر حاضری لگا کر وہ بچی چلی جاتی ہے اور وہ سکول بند کے بند رہتے ہیں۔ خدارا! ابھی بھی وقت ہے، ابھی بھی آرڈرز نہیں ہوئے۔ ایک واضح آرڈر کروائیں کہ جہاں مقامی سکول کی مقامی village کی بی اے پڑھی ہوئی، بی ایڈ پڑھی ہوئی بچی موجود ہے اسے ہر حالت میں لگایا جائے اس کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ میں واضح کہتا ہوں کہ وزیراعلیٰ صاحب کی یہی پالیسی ہے، یہی وہ چاہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بیوروکریسی اس پر عمل نہیں کرنے دیتی۔

جناب سپیکر: آپ wind up کریں، وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میں نے تو بہت کچھ کہنا تھا مگر مرضی آپ کی ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا ظلم کی بات یہ ہے کہ جہاں اتنی زیادتیاں ہو رہی ہیں وہاں پر ہم کچھ نہیں کر سکتے اور بے بس ہیں۔ میں wind up کر دیتا ہوں آپ کو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں آپ سے دوبارہ یہی گزارش کروں گا کہ اگر آپ مقامی بچی کو مقامی سکول میں لگوا دیں تو بے روزگاری بھی ختم ہو گی اور جو سکول وڈیروں کے ڈیرے بنے ہوئے ہیں، مال مویشیوں کے بھانے بنے ہوئے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ پہلی ترجیحات دیں کہ جہاں مقامی بچی موجود ہے تو اس کو آرڈر دیں، اگر مقامی نہیں ہے تو پھر یونین کونسل سے لے آئیں اور اگر یونین کونسل میں بھی نہیں ہے تو پھر تحصیل level پر لے جائیں۔ یہ اس ہاؤس کا بہت بڑا کارنامہ ہو گا اگر ہم اس طرح بند سکولوں کو کھلوا دیں۔ آخر میں میری یہی دعا ہے کہ بیوروکریسی کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے کہ جو ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے ترقیاتی کاموں کے لئے اتنا بڑا بجٹ رکھا ہے اللہ کرے وہ صحیح خرچ ہو جائے اور ہمارا ملک ترقی پذیر نہیں ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہو۔ شکریہ

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب! میرے خیال میں ان کا جو ایک point تھا وہ بڑا valid تھا آپ اس کو clear کر دیں تو سب کے لئے بہتر ہو گا۔ میرے خیال میں ان کی بات کافی حد تک جائز ہے۔

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ معزز ممبر نے جو بات کی ہے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس وقت جو ایجوکیٹرز کی بھرتی ہو رہی ہے وہ انتہائی میرٹ پر ہو رہی ہے اور اس کے لئے criteria مقرر کیا گیا ہے۔ جو معزز بھائی بتا رہے ہیں اگر ان کو کسی قسم کی شکایت ہے تو بالکل مجھے بتائیں۔ وہاں پر جو لوکل یونین کونسل ہے اور اگر وہ ہمارے بی اے کے criteria پر آتے ہیں۔ بالکل علاقہ کے الگ نمبر ہیں، لوکل یونین کونسل کے نمبر ہیں، تحصیل کے ہیں، ضلع کے ہیں اس طرح یہ recruitment ہو رہی ہے۔ دوسرا میں ان سے یہ بات کہنا چاہوں گا کہ۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، کتنی اہم بات ہو رہی ہے اور کتنا اچھا point ہے جو انہوں نے raise کیا ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔ آپ سنیں۔

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبی شجاع الرحمن): ہم نے دو اضلاع جو کہ ہمارے انتہائی پسماندہ اضلاع تھے وہاں پر ہماری جو ایجوکیٹرز کی بھرتی کی پالیسی ہے اس کو down grade کیا ہے ایک تو چولستان ہے جہاں پر ہمیں پرائمری سکولوں کے لئے ایف اے بھی نہیں ملتے تو ہم میٹرک کے level پر بھی جانے کے لئے تیار ہیں تاکہ چولستان جیسے علاقے میں ہمیں لوکل لوگ مل جائیں اسی طرح سیالکوٹ کا کچھ علاقہ جو بارڈر کے ساتھ ہے وہاں پر بھی ہمیں بی اے پاس لوکل لوگ دستیاب نہیں ہو رہے تھے اس علاقے میں بھی ہم نے اپنی بھرتی کی پالیسی کو relax کیا ہے تاکہ وہاں سے لوکل ٹیچرز سکولوں کے لئے دستیاب ہوں۔ مزید میں عرض کروں گا کہ بلوچ صاحب جو بتا رہے ہیں کہ اگر ان کو اپنے علاقے کے حوالے سے کوئی شکایت ہو تو ہمیں ضرور بتائیں ہم اس کو چیک کر لیں گے۔

جناب سپیکر! آپ کے حکم پر میں بڑی مشکل سے شیخ علاؤالدین صاحب کو منا کر ہاؤس میں لایا تھا۔ میری اپوزیشن اراکین اور حکومتی بنچوں سے بھی گزارش ہے کہ اس طرح کی کوئی بات یہاں پر نہ کی جائے جس سے معزز ممبران کی دل آزاری ہو کیونکہ شیخ علاؤالدین صاحب کے علاوہ لاہور کے کچھ باقی ممبران بھی تھے جو باہر جا کر بیٹھ گئے تھے اور وہ خصوصی طور پر آپ کی request پر تشریف لے کر آئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں وزیر تعلیم صاحب سے گزارش کروں گا کہ tribal areas میں بھی ایجوکیٹرز کی بھرتی کے حوالے سے معیار میں وہی relaxation دی جائے جو چولستان میں ہے۔ ان کی بڑی مہربانی ہو گی۔ دوسرا جہاں تک میری بات سے ناراضگی کا معاملہ ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے یہ کہا ہے کہ:

It's not better I love Lahore less. I love Lahore

میں نے یہ نہیں کہا کہ

I don't love Lahore

اس درس سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا، اگر میں اپنے علاقے کو prefer کرتا ہوں تو اس میں کسی کی دل آزاری مقصد ہے اور نہ ہی کسی کو ناراضگی کا اظہار کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، محمد طارق امین ہوتیانہ!

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. SPEAKER: No point of order please.

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ بھرتیاں قابل تحسین ہیں لیکن ان میں صرف ایک category کو محروم رکھا گیا ہے اور وہ category فزیکل ایجوکیشن کی ہے۔ 1995 سے لے کر 2008 تک کوئی اشتہار آیا اور نہ کوئی بھرتی ہوئی گھر بیٹھے بیٹھے نوجوان overage ہو گئے۔ باقی ایجوکیٹروں کی جتنی بھی بھرتیاں ہیں ان کے اشتہار بھی آتے رہے، بھرتیاں بھی ہوتی رہیں لیکن فزیکل ایجوکیشن کے ساتھ ناانصافی ہے، ان کا استحصال کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔ آپ کی بات انہوں نے سن لی ہے۔

ملک اعتبار خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک اعتبار خان: جناب سپیکر! میرے بھائی نے جو ایجوکیشن کے متعلقہ پوائنٹ raise کیا ہے اس سلسلے میں، میں ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس وقت جو ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ہے وہ مکمل طور پر جے سی اوز، این سی اوز کے رحم و کرم پر ہے۔ دیہاتوں میں جو پرائمری سکول ہیں، جو مڈل سکول ہیں اور جو ہائی سکول ہیں ان پر جے سی اوز اور این سی اوز مانیٹرنگ کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو گئے ہیں۔ ان کا کوئی کردار ہے اور نہ کوئی کمانڈ اور کنٹرول ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس معاملے کو بھی دیکھا جائے۔

جناب سپیکر: انہوں نے نوٹ کر لیا ہے۔

ملک محمد ظہور انور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک محمد ظہور انور: جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب نے بلوچ صاحب کی بات ہی نہیں سمجھی۔ دیہاتی علاقوں میں جو مسئلہ ہے وہاں پر کمیونیکیشن کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ دوسرے گاؤں میں ٹیچروں کا آنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ انہوں نے یونین کونسل میں جو میرٹ کی بات کی ہے وہ یونین کونسل کے اندر تو ہے لیکن یونین کونسل کی کسی لڑکی نے اگر دس نمبر لئے ہیں تو بھی وہ اسی یونین کونسل میں نہیں آ سکتی۔ ہمیں یہ پتا ہے کیونکہ ہم رورل ایریا سے ہیں۔ وزیر موصوف کو تو پتا ہی نہیں ہے کہ رورل چیز کیا ہے؟ یہاں پر لوگ بیٹھے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں۔ انہیں پتا ہی نہیں ہے کہ دیہاتی علاقوں میں تعلیم کے کتنے زیادہ مسائل ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ شہر کی لڑکی rural area میں نہیں آتی اور وہ ایم پی اے پر پریشر ڈالتے ہیں اور پھر بعد میں وہ اپنی جگہ پر ہی چلی جاتی ہے اور تنخواہ اسی rural area سے لیتی ہے اور رہتی اپنے شہر میں ہے۔ انہیں کیا پتا کہ حالات کیا ہیں؟ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یونین کونسل کی سطح پر 10 نمبر دیئے ہیں۔ مقامی لوگوں کو پتا ہے کہ وہاں حالات کیا ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ اب ہم بجٹ پر بات کریں آپ باقی بات بعد میں کر لینا۔ جی، محمد طارق امین ہوتیانہ صاحب!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں کہ جنہیں بجٹ پر بحث کے لئے ٹائم نہیں مل سکا تھا چونکہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ جو معزز ممبران تجاویز دیں گے وہ متعلقہ محکموں کو بھجوا دی جائیں گی اور ان میں سے جو قابل عمل ہوں گی ان پر عمل درآمد ہو گا۔ اسی امید پر ہم یہ تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ سر دست تو بلوچ صاحب نے جو point out کیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ میرے حلقہ پی پی۔278 میں بعض ایسے دیہات ہیں کہ جو دریا کی دوسری طرف ہیں اور وہاں سکول بھی موجود ہیں مگر وہاں پر اس یونین کونسل کی خواتین کے لئے بھی جا کر پڑھانا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ وزیر تعلیم صاحب نے جن علاقوں کے لئے اس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا ہے تو میری درخواست ہے کہ اس میں میرے حلقے کے بعض تین چار مواضعات ایسے ہیں جو دریا کے اس پار ہیں اور وہاں پر عملاً جب دریا میں پانی ہوتا ہے تو ادھر سے خاتون تو دور کی بات ہے کوئی آدمی بھی دریا پار کر کے سکول نہیں جا سکتا۔ مقامی خواتین کو ترجیح دی جائے اور اس میں میرے حلقے کو بھی شامل کر لیا جائے۔

اب میں اپنی بجٹ تجاویز پر آتا ہوں۔ پولیس کے لئے 43۔ ارب روپے رکھنے کا اقدام قابل تحسین ہے کیونکہ اس وقت ملکی حالات اس چیز کے متقاضی ہیں کہ ہم اپنی فورسز کو پوری سہولتیں دیں، انہیں latest equipment دیں تاکہ وہ حالات کے مطابق ملک دشمن عناصر پر کنٹرول کر سکیں لیکن جہاں اتنی generosity show کر رہے ہیں، ان کے لئے اتنا فنڈ تفویض کر رہے ہیں تو اس کے لئے ان کی accountability بھی ہونی چاہئے۔ ہم انہیں جتنا فنڈ دے رہے ہیں اگر اسی حساب سے accountability ہو گی تو اس فنڈ دینے کا مقصد تبھی پورا ہو سکے گا۔

تعلیم کے سلسلے میں میری گزارشات یہ ہیں کہ ایک تو دانش سکول سسٹم کے لئے 3۔ ارب روپے رکھا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ بڑا اچھا سسٹم ہے لیکن ہم لوگ پہلے ہی اکثر دو طرز تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں پر ایچی سن کالج بھی اور ٹاٹ سکول بھی ہے۔ ہم بجائے ایک اور نیا سسٹم بنا دیں تو کیوں نہ یہ 3۔ ارب روپیہ حکومتی سیکٹر میں پہلے سے چلنے والے سکولوں پر خرچ کر دیا جائے تو ان سارے سکولوں کا معیار بہتر ہو سکتا ہے اور وہ لاکھوں بچے جو ان سکولوں میں پڑھ رہے ہیں وہ اس پیسے اور فنڈ سے مستفید ہو سکیں گے۔

دوسری میری درخواست یہ ہے کہ ہمارے بڑے شہروں میں موجود سکولوں کی عمارتوں کو اگر استعمال کیا جائے اور وہاں پر دوہری شفٹ شروع کر دی جائے تو اس سے دو مسئلے حل ہو جائیں گے کہ ایک تو نئی بلڈنگ کے لئے پیسے نہیں رکھنے پڑیں گے اور دوسرا یہ کہ فوری طور پر بے روزگار جوانوں کو روزگار بھی مل جائے گا اور بچے اور ان کے والدین کو جس اذیت سے گزرنا پڑتا ہے کہ انہیں سرکاری سکولوں میں داخلہ نہیں ملتا اور وہ مجبوراً پرائیویٹ سکولز سسٹم جو purely اپنے منافع کے لئے چلا رہے ہیں، ان کی چیرہ دستیوں سے غریب والدین بچ سکیں گے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے کہ اس سے بچوں کے والدین کو بھی فائدہ ہو گا اور بے روزگار نوجوانوں کو بھی روزگار مل سکے گا۔

جناب سپیکر: ایجوکیشن منسٹر صاحب باہر چلے گئے ہیں؟

معزز ممبران: جی، ہاں وہ باہر چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: ایجوکیشن منسٹر صاحب کو ایوان میں بلایا جائے۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! ان کے آنے تک میرا ٹائم ضائع ہو گا۔

جناب سپیکر: ہوتیانہ صاحب! میں آپ کو اتنا زیادہ ٹائم دوں گا۔ منسٹر صاحب ایوان میں تشریف لئے آئے ہیں۔ ہوتیانہ صاحب! اپنی بات دہرائیں اور منسٹر صاحب! یہ باتیں نوٹ فرمائیں، ابھی ان کا جواب نہیں دینا بلکہ صرف نوٹ کرتے جائیں۔ جی، ہوتیانہ صاحب!

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! میں نے وزیر تعلیم صاحب کی توجہ کے لئے ایک گزارش کی تھی کہ جن دور افتادہ علاقوں کے لئے ایجوکیٹرز کی بھرتی پالیسی ہے تو اس میں میرے حلقہ پی پی-278 کو بھی شامل کر لیا جائے کیونکہ وہاں پر تین چار ایسے مواضعات ہیں جو دریا کے اس پار ہیں اور دریا کے اس پار خواتین کا جانا عملاً مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے چونکہ criteria میں تھوڑی سی نرمی کی ہے تو مہربانی فرما کر میرے ان مواضعات کو بھی شامل کر دیا جائے۔ میں ان مواضعات کے نام آپ کو لکھوا دوں گا۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں آپ منسٹر صاحب سے علیحدگی میں مل لیں۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: میری دوسری درخواست یہ ہے کہ 3-ارب روپے دانش سکول سسٹم کے لئے رکھے گئے ہیں اگر وہ موجودہ سکولوں پر خرچ کیا جائے اور main چیز جس کے لئے میرا خیال ہے کہ سپیکر صاحب نے آپ کو زحمت دی ہے کہ ہمارے موجودہ حکومتی سکولوں میں اگر قابل عمل بات ہو تو وہاں پر دوہری شفٹ شروع کر دیں تو اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ موجودہ بلڈنگ استعمال ہو جائیں گی اور اس کے لئے حکومت کو اضافی فنڈز نہیں دینے پڑیں گے۔ اس کے علاوہ جو بچے گورنمنٹ کے سکولوں میں داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کے والدین مجبوراً پرائیویٹ سکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرواتے ہیں تو وہ والدین بھی پرائیویٹ سکولوں کی چیرہ دستیوں سے بچ جائیں گے اور بچوں کو بھی وہاں پر علم مل سکے گا اور دوسرا بے روزگار لوگوں کو روزگار کا اچھا موقع مل سکے گا۔ بعض ایسے بھی بچے ہیں کہ جو دن کے اوقات میں مختلف دفاتر میں کام کرتے ہیں اور وہ پڑھنا چاہتے ہیں لیکن اپنے معاشی حالات کی وجہ سے وہ بیچارے تعلیم سے محروم ہیں تو شام کی شفٹ سے وہ بچے بھی مستفید ہو پائیں گے۔

جناب سپیکر! صحت کے لئے 12-ارب روپے رکھنا بڑا اچھا قدم ہے لیکن جس طرح شیخ صاحب ناراض ہو کر گئے ہیں تو لاہور سے ہم سب لوگ پیار کرتے ہیں اور لاہور ہمارا شہر ہے کیونکہ زیادہ

تر لوگ لاہور سے ہی تعلیم حاصل کر کے گئے ہیں۔ خواہ وہ ڈیرہ غازی خان گئے ہیں، خواہ وہ بہاولنگر گئے ہیں، خواہ وہ کسی اور جگہ پر گئے ہیں لیکن آپ دیکھیں کہ لاہور میں اتنا rush کیوں ہے؟ اگر آپ لاہور میں کسی بھی جگہ سے اسمبلی میں آنا چاہیں تو آپ کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ لگ جائے گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، سب کو ہی لاہور پسند ہے ناں۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! اس کی وجہ تو دیکھیں کہ جب آپ تمام سہولتیں لاہور میں جمع کر دیں گے تو لوگ مجبوراً لاہور کا رخ کریں گے۔ اگر لاہور کا رخ کریں گے تو یہاں پر ٹریفک کے مسائل بھی آئیں گے۔ چاہے، آپ underpasses بنائیں چاہے overheads بنائیں جب تک آپ چھوٹے علاقوں میں یہ سہولتیں مہیا نہیں کریں گے لاہور کے rush میں کمی ممکن نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس کے لئے میری درخواست ہے کہ ہمارے ضلع بہاولنگر میں DHQ ہسپتال ہے اور وہاں پر کارڈیالوجی کا کوئی سنٹر نہیں ہے، وہاں پر ماہر امراض دل، ویسے تو ماہرین امراض دل تو بہت سارے موجود ہیں لیکن ماہر امراض دل ڈاکٹر وہاں پر موجود نہیں ہے تو جناب سے یہ درخواست ہے کہ اگر یہ قابل عمل ہو تو کم از کم ہر ضلعی ہیڈ کوارٹر پر ایک heart specialist کو ہونا چاہئے اور ایک کارڈیالوجی سنٹر ہونا چاہئے۔ اگر ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک BHU بن جائے تو اس سے دو فائدے ہوں گے کہ ایک تو لوگوں کو وہاں صحت کی سہولیات مل جائیں گی اور دوسرے عطائی ڈاکٹر اور حکیم جو لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں ان کی چیرہ دستیوں سے ہم عوام کو بچا سکیں گے۔

نکاسی آب کے لئے ساڑھے آٹھ ارب روپے رکھے گئے ہیں تو اس کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ ہمارے نکاسی آب کے سسٹم میں سب سے بڑا مسئلہ پولیتھین بیگ کا ہے تو ہم اس پر پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ اگر پولیتھین بیگ پر پابندی لگ جائے تو میرا خیال ہے کہ ہمارے نکاسی آب کے اکثر منصوبے اس لئے choke up ہو جاتے ہیں کہ پولیتھین بیگ جہاں بھی جاتے ہیں وہ ویسے ہی رہتے ہیں نہ وہ زمین کے اندر ختم ہوتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ایک انڈسٹری ہے تو اسے ban تو نہیں کیا جا سکتا۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! پولیتھین بیگ بنانے والی فیکٹریوں کو بند کر دیا جائے تو وہ استعمال نہیں ہوں گے۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے پشاور میں لوگوں نے ban کیا ہوا تھا اور پشاور میں پولیتھین بیگ استعمال نہیں ہوتا۔ یہاں پر آپ گوشت لیں، دودھ لینے جائیں یہاں تک کہ ہر چیز ہم پولیتھین میں لینے جاتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ basic rights کے خلاف ہے؟

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: جناب سپیکر! basic rights کے خلاف نہیں ہے۔ کیا ان کے rights نہیں ہیں جو اس پولیتھین کی وجہ سے suffer کر رہے ہیں؟ ہماری واٹر سپلائی سکیم، آپ یقین کیجئے کہ جب ان کے ٹھیکے ہوتے ہیں تو 28 فیصد تک actual rate سے کم پر ٹھیکے ہوتے ہیں۔ جو 28 فیصد کم rate پر ٹھیکہ لیتا ہے تو وہ اس میں سے بھی منافع کماتا ہے۔ اس کی تحقیق ہونی چاہئے کہ اتنی زیادہ فراوانی پاکستان جیسا ملک afford نہیں کر سکتا۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو وہ کام substandard ہوتا ہے یا یہ اتنی overestimation کر دیتے ہیں کہ 28 فیصد کم پر بھی ان کو منافع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور سسٹم رائج ہے وہ ہے پرچی سسٹم۔ پرچی سسٹم میں یہ ہوتا ہے کہ ٹھیکیدار فون کر لیتے ہیں اور جس ٹھیکیدار کا نام آتا ہے وہ ٹھیکہ آگے دیتا ہے۔ خدا کے لئے اس غریب ملک کی عوام پر رحم کیا جائے اور لوگوں کے خون پسینے کی کمائی کو اس طرح ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جس طرح ہماری افواج ملک دشمن عناصر کے خلاف آپریشن راہ راست کر رہی ہے ان کے خلاف جو دہشت گرد ہیں اور انسانوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ اسی طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ پنجاب میں بھی ایک آپریشن راہ راست ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف ہونا چاہئے۔ آپ حیران ہوں گے کہ بہاولنگر میں پچھلے دنوں ہمارے ڈی سی او نے ایک ایسی فیکٹری پر چھاپہ مارا جو ہزاروں لٹر daily دودھ بنا رہی تھی اور اس کے اجزاء ترکیبی میں دودھ کے علاوہ ہر چیز موجود تھی۔ ان فیکٹریوں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ بھی انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں اور ان کو بھی اسی level پر کنٹرول کرنا چاہئے جس طرح ہم دہشت گردوں کو کنٹرول کر رہے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ ملاوٹ کرنے والے ہمارے معاشرے میں باعزت بنے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو کنٹرول کرنے کے لئے ہمارے انتہائی قابل احترام وزیر قانون اگر

اس میں نئی قانون سازی کرنا چاہتے ہیں تو کریں یا جو قوانین موجود ہیں ان پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ہر سال شجر کاری کی مہم ہوتی ہے۔ شجر کاری مہم میں جو اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ جمع کئے جائیں تو پچھلے دس سالوں میں جتنی شجر کاری محکمہ نے کی ہے میرا خیال ہے کہ پنجاب اور پاکستان میں کسی کو تل دھرنے کی جگہ نہیں ہونی چاہئے اور ہر جگہ درخت ہی درخت ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر: لیکن درخت ہر سال کٹتے بھی ہیں۔

جناب محمد طارق امین ہوتیانہ: یہ دیکھیں کہ اس پر عمل نہیں ہوتا۔ وہ پیسے اگر آپ زمینداروں کو دے دیں اور کوئی ایسا قانون بن جائے کہ زمینداروں سے agreement ہو جائے کہ وہ 2 سے 3 ایکڑ رقبہ جنگل کے لئے رکھیں اور اس پر دس سال کے لئے ban ہو کہ وہ درخت نہ کاٹ سکیں۔ اس انداز سے ہماری شجر کاری کی مہم بھی کامیاب ہو سکتی ہے اور عوام کا پیسا بھی ضائع نہیں جائے گا۔ گرین ٹریکٹر سکیم کے بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ farmer community کو as a community کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر پوری تحصیل میں دو یا تین لوگوں کو دو لاکھ روپے کے سستے ٹریکٹر مل جاتے ہیں تو اس سے انفرادی فائدہ تو ضرور ہو رہا ہے لیکن farmer community کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس یہی پیسا اور اس کے ساتھ کچھ اور پیسا ملا کر گورنمنٹ پوٹاشیم کھاد پر سبسڈی دے۔ جس طرح دو روپے روٹی سکیم چل رہی ہے، حکومت پنجاب کا طرہ امتیاز بنا ہوا ہے اور لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے اسی طرح پوٹاشیم کھاد پر سبسڈی دینے سے بہت فائدہ ہوگا اور یہ ہمارے زمینداروں کے لئے قابل عمل ہوگا۔ میں آخر میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہاں پر وزیر خزانہ بیٹھے ہیں یہ ہمارے بھائی ہیں اور باقی وزراء بھی ہیں جو میں نے گزارشات آپ کے سامنے رکھی ہیں اگر ان میں سے کوئی قابل عمل ہوں تو ان پر ضرور غور کریں۔ شکریہ

محترمہ شمائلہ رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ شمائلہ رانا: جناب سپیکر! باہر پنجاب یونیورسٹی کے clerical staff نے احتجاج کیا ہے تو میں چاہوں گی کہ آپ کچھ معزز ممبران کو باہر بھیجیں کہ وہ کیوں احتجاج کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: وزیر تعلیم کہاں ہیں؟ وہ ہیں نہیں، جب وہ آئیں گے تو میں ان کو کہتا ہوں۔

ڈاکٹر اسد اشرف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! لغاری صاحب ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ابھی لاہور کے بارے میں کہا کہ لاہور ہی ہر چیز ہے۔ ہماری حکومت equalization of service پر ایکشن کر رہی ہے اور مجھے منڈیلا کی بات یاد آ رہی ہے کہ:

> Action without vision is just passing time and vision without action is day dreaming and vision with action can change the world.

ابھی یہاں آپ نے جولیئس سیزر کی بات کی، پہلے سینیٹیز کی بات کی گئی، Brutus کی بات کی اور پتا نہیں اس قسم کی کتنی باتیں کی ہیں۔ لغاری صاحب ہمارے بھائی ہیں، یہ پچھلی دفعہ بھی ہمارے ساتھ تھے، یہ بڑے ناراض رہتے تھے۔

جناب سپیکر: کیا آپ کو Brutus کا کردار اچھا لگا ہے؟

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میں Brutus نہیں، میں Caesar کے کردار پر بات کرنا چاہتا ہوں جو لغاری صاحب نے اپنے آپ کو کہا کہ میں Caesar۔

جناب سپیکر: چلیں، بس بات کو ختم کریں، مہربانی۔ اگلے مکرر ہیں کرنل (ر) نوید اقبال ساجد!

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! Caesar جب پیدا ہو رہا تھا تو اس وقت بھی اس نے اپنی ماں کو بڑا تنگ کیا تھا۔ یہ آپ نے سنا ہو گا ڈاکٹر حضرات اکثر کہتے ہیں کہ caesarian section ہوا ہے، یہ اسی کے نام پر ہے۔ اس وقت بادشاہ کو چوائس دی گئی تھی کہ ملکہ کو بچا لیں یا Caesar کو بچا لیں۔ وہاں پر جو سرجن اور ماہرین تھے انہوں نے اس بچے کے لئے آپریشن کیا اور وہ سٹیمپ لگائی تھی جو آج

C-section کے نام سے ہے اور وہ ماں کو بچانے کے لئے کی تھی اس لئے اگر انہیں Caesar کا پتا ہوتا اور اس کی history پڑھی ہوتی تو اپنے آپ کو کبھی Caesar نہ کہتے۔

جناب سپیکر: ایسی باتیں آپس میں باہر بیٹھ کر کیا کریں۔

ملک جلال الدین ڈھکو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈھکو صاحب!

ملک جلال الدین ڈھکو: جناب سپیکر! میں باہر کھڑا تھا ابھی میرا نام پکارا گیا تھا جب میں اندر آیا تو احمد خان صاحب تقریر کر رہے تھے۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں، میں نے کہہ دیا تھا کہ اب جو صاحب آئیں گے ان کا نام اب بعد میں آئے گا۔ اب آپ کا نام آخر میں لکھا جائے گا۔ آپ انتظار کریں۔ اگلے مکرر ہیں کرنل (ر) نوید اقبال ساجد!۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ رائے شاہجہاں صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: جی، جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا پی پی نمبر کیا ہے؟

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میرا پی پی۔54 ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کا نام نہیں ہے۔

رائے محمد شاہجہاں خان: اچھی بات ہے کہ نہیں ہے۔ جناب! پچھلی بار بھی میرا اسی طرح نام پکارا گیا تھا اور موقع نہیں دیا گیا تھا۔ میں اب بات ہی نہیں کروں گا، میں بولنا ہی نہیں چاہتا اور یہ آپ کی ناانصافی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اب آپ بات کر لیں۔

رائے محمد شاہجہاں خان: نہیں، اب میں بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔

جناب سپیکر: اس وقت کسی اور کا نمبر تھا لیکن آپ کا نام بھی موجود ہے۔ کیا آپ بولنا نہیں چاہتے؟

رائے محمد شاہجہاں خان: نہیں میں بولنا نہیں چاہتا۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ کی مرضی ہے۔ سردار فتح محمد خان بزدار!

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ ہمارا علاقہ ضلع ڈیرہ غازی خان tribal area ہے اور یہ علاقہ پنجاب میں سب سے backword ہے۔ پنجاب میں ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ غازی خان میں تحصیل تونسہ اور تحصیل تونسہ میں تحصیل tribal area ڈیرہ غازی خان میں tribal areas کی اتنی محرومیاں ہیں کہ آپ ان کو imagine نہیں کر سکتے۔ اس علاقے میں کوئی infrastructure نہیں ہے، یہ بہت بڑا علاقہ ہے، یہاں لوگ رہتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں رہتے ہیں اور قبائلی علاقوں کے لوگ ہیں۔ اس علاقے کی ترقی کے لئے حکومت نے ایک سڑک کی منظوری دی تھی جو پنجاب اور بلوچستان کو ملاتی ہے جب تک یہ سڑک نہیں بنے گی علاقے کی ترقی ناممکن ہے اس سڑک کے بننے سے بلوچستان اور پنجاب مل جائیں گے اور یہ لوگوں کی ترقی کے لئے ضروری ہے لیکن اب یہ لوگ اس سڑک کے بنانے سے انکاری ہو گئے ہیں۔ محکمہ نے کہا کہ سڑک میں یہ خامیاں ہیں، کٹائی نہیں ہو رہی، یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے۔ حالانکہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سڑک کی تعمیر از حد ضروری ہے، جب تک یہ سڑک tribal areas میں سے ہو کر نہیں جائے گی علاقے کی ترقی کیسے ہو گی؟ یہ علاقہ معدنیات سے مالا مال ہے۔

جناب سپیکر: کائرہ صاحب! بزدار صاحب سڑک کی بات کر رہے ہیں۔ اس کو ضرور سُنیے گا۔

سردار فتح محمد خان بزدار: یہاں کے لوگ انفراسٹرکچر نہ ہونے کی وجہ سے یہاں سے چلے جا رہے ہیں، کوئی ڈیرہ غازی خان جا رہا ہے، کوئی تونسہ جا رہا ہے کیونکہ یہاں نہ پانی ہے، نہ بجلی ہے، نہ گیس ہے، نہ تعلیم ہے اور نہ ہی ہسپتال ہیں۔ اس کے لئے پہلی چیز جو ہے وہ ہے سڑک کی تعمیر۔ اگر سڑک نہ ہو گی تو کیا ترقی ہو جائے گی لہذا محکمے کو کہا جائے کہ اس سڑک کی تعمیر کو جاری رکھیں۔ اس میں رکاوٹ نہ ڈالیں کیونکہ excuses تو بہت سارے ہوتے ہیں کہ یہ نہیں ہوا، وہ نہیں ہوا لہذا اس پر فوری توجہ دی جائے، پھر اس کے بعد علاقے کے باقی مسائل ہیں۔ آج کل لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ لوگ سر شام موٹر سائیکل چھین لیتے ہیں، لوگوں کو اغوا کر لیتے ہیں اور ان سے پیسے وصول کرتے ہیں تو اس سلسلے میں پولیس بے بس ہے، یہ اب پولیس کے بس کا کام نہیں ہے۔ علاقے کے لوگوں کو لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں اسلحہ کے لائسنس جاری کئے جائیں تا کہ وہ اپنی پروٹیکشن خود کر سکیں۔ سب سے اچھا جو

رواج ہے وہ tribal areas کا ہے وہاں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی کے پاس اسلحہ ہے وہاں کوئی کسی کو نہیں چھیڑتا لہذا یہ ضروری ہے کہ علاقے کے جو شریف لوگ ہیں ان کو لائسنس دیئے جائیں۔ بدمعاشوں کے پاس تو فری ہیں، ان کے پاس ہر قسم کا اسلحہ ہے لیکن لوگ بے بس ہیں وہ ہتھیار لے کر آتے ہیں جو مرضی دل میں آئے کر کے چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد چشمہ رائٹ بنک کینال جو کہ تحصیل تونسہ کا بہترین منصوبہ ہے، اس کے کھال پکے ہیں لیکن اس میں پانی نہیں ہے، اس نہر کا ہم کیا کریں گے؟ آٹھ ہزار کیوسک پانی صوبہ سرحد لے جاتا ہے باقی جو بچتا ہے وہ چوری ہو جاتا ہے لہذا اس پر فوری توجہ دی جائے۔ اس کے بعد نادرا ہے۔ ہمارے tribal areas سے لوگ بڑی مشکل سے تحصیل تونسہ میں نادرا کے دفتر میں آتے ہیں اور تحصیل تونسہ کے دیہات کے لوگ بھی آتے ہیں وہاں ان کی جو حالت ہوتی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ سارا دن وہ بیٹھے رہتے ہیں اور شام کو گھر چلے جاتے ہیں جو دور کے لوگ ہیں وہ وہیں رہ جاتے ہیں۔ کسی کے گھر اپنے مال مویشی بیچ کر وہ شناختی کارڈ بنوانا چاہتے ہیں لیکن ان کو موقع نہیں ملتا لہذا محکمہ نادرا کو اس سلسلے میں کہا جائے کہ وہ اپنے دفتر ادھر سے tribal area کی طرف لے جائیں اور وہاں جا کر ان کے شناختی کارڈ بنوائیں۔ شناختی کارڈ اب ہر لحاظ سے اہم ہے اس کے بغیر سفر کر سکتے ہیں نہ کوئی کام کاج کر سکتے ہیں لہذا یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اس کو حل کیا جائے۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں پولیس نہیں ہے بلکہ وہاں کی لوکل پولیسنگ ہے جس کو بارڈر ملٹری پولیس کہتے ہیں۔ بارڈر ملٹری پولیس کی وہاں پر tribal areas کے لوگوں سے بھرتی ہوتی ہے۔ پولیس کی تنخواہیں بہت بڑھا دی گئی ہیں لیکن بارڈر ملٹری پولیس کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئی ہیں ان کو بھی وہی سہولت دی جائے جو پولیس کو دی گئی ہے۔ ڈیرہ غازی خان کے ضلع میں انگریزوں کے دور سے ایک فورس بنائی گئی تھی جس کا نام ہے 'بلوچ نیوی فورس'۔ اس کا کام یہ تھا کہ جہاں کہیں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہوتا تھا وہیں بھیج دیا جاتا تھا وہ ایک striking force ہے جہاں حکم ملا وہاں پہنچ گئی اور وہاں انہوں نے سب کچھ کیا لیکن آج کل بلوچ نیوی کو کسی کے پیچھے لگا دیا، ڈی سی او کے پاس ہے، پی اے کے پاس ہے ان کی پروٹیکشن کے لئے لیکن ان کا اصل کام جو ہے وہ striking force ہے ان کی بھرتی کر کے ان کو وہاں بھیجا جائے جہاں ان کی ضرورت ہے اور اس کے بعد پولیس کا یہ کام نہیں ہے، پولیس کچھ نہیں کر سکتی۔ پولیس شہر میں کچھ نہیں کر سکتی، پولیس باہر کیا کرے گی؟

اس کے بعد تعلیم ہے۔tribal areas میں تعلیم مشکل ہے سہولتیں نہیں ہیں۔گورنمنٹ کو چاہئے کہ ان کو وظائف دے۔ان کو یونیورسٹی میں داخلے کے لئے وظائف دیئے جائیں۔ tribal areas کے ڈیرہ غازی خان کے سٹوڈنٹس کے لئے ایک مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ پروفیشنل کالجز میں بس دو سیٹیں ہیں، دو میڈیکل کالج میں، دو انجینئرنگ کالج میں سیٹیں ہیں، جبکہ آزاد کشمیر اور دوسرے backward areas کے لئے تو کئی گنا بڑھ گئے ہیں ان کی سیٹیں بھی بڑھائی جائیں۔اس کے بعد development اور settled areas میں ایک علاقہ ہے 'پچاد'۔پہاڑوں سے نیچے نہر تک ہم اس کو 'پچاد' کہتے ہیں۔یہاں پانی ہے، بجلی ہے اور نہ کوئی دوسری سہولت۔اس کو خصوصی طور پر study کر کے یہاں بجلی پہنچائی جائے۔یہاں کے علاقے کے لوگوں کے لئے وہ سہولتیں دی جائیں یہ established fact ہے کہ جب تک تمام علاقے ترقی نہیں کریں گے ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ مہربانی۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ نے اپوزیشن میں سے کب سے کسی کا نام نہیں لیا۔

جناب سپیکر: بہت سے نام آئے ہیں۔ پہلے آپ کے نام ہیں۔ میں نے تو آپ کے نام بولے ہیں۔اب دیکھیں! یہ آپ کی زیادتی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمارے اپوزیشن والے بہنوں اور بھائیوں کو بھی ٹائم دیں۔وہ پرچہ آپ نے دوسری طرف رکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ پہلے بول چکے ہیں ناں! صرف آپ پہلے بول چکے ہیں ہم آپ کو بھی باری دیں گے۔ جی، شیر علی خان صاحب! آپ بولنا چاہتے ہیں؟

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اپوزیشن سے صرف ایک ہی ممبر بولا ہے۔

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! آپ ان کو اجازت دے دیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔

محترمہ شمائلہ رانا: جناب سپیکر! آپ نے کسی کمیٹی کو ابھی تک باہر نہیں بھیجا۔

جناب سپیکر: جی، میں نے کامران مائیکل صاحب کو بھیجا ہوا ہے۔ وہ ان کو لے کر میرا خیال ہے پہنچ گئے ہوں گے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ فیصل آباد کی طرف سے ہمارے چنیوٹ میں ایک سیم نہر آتی ہے جس میں فیصل آباد کی تمام کیمیکلز ملز کا زہریلا پانی آتا ہے وہ سیدھا دریائے چناب میں چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے دریائے چناب کا پانی بھی زہریلا ہو رہا ہے اور مچھلیاں اور دیگر آبی جانور مر رہے ہیں۔ ہماری وہاں پر ایک تنظیم شاہین این جی او ہے اس نے اپیل کی ہے کہ ہمیں اس سیم نہر کے کنارے درخت لگانے دیئے جائیں جو اپنی مدد آپ کے تحت لگائے جائیں گے اور وہ درخت لاکھوں گیلن پانی جذب کر جائیں گے اور وہ زہریلا پانی دریا میں نہیں جائے گا تو اس سلسلے میں میری آپ سے گزارش ہے کہ محکمہ جنگلات کو ہدایت فرمائی جائے کہ ---

جناب سپیکر: جی، آپ ایگریکلچر منسٹر سے رابطہ کیجئے گا وہ آج تشریف فرما نہیں ہیں۔ آپ ان سے مل لیں وہ آپ مسئلہ حل کروا دیں گے۔ جی، شیر علی صاحب! ویسے جو آپ کے صاحبان رہ گئے ہیں میں نے ان کے نام پہلے بول دیئے تھے میرے خیال میں وہ تو ہیں نہیں۔

جناب شیر علی خان: جی، ان کی جگہ مجھے ٹائم دے دیں۔

جناب سپیکر: چلیں! آپ شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس بجٹ documents میں جو supplementary budget پیش کیا گیا ہے سب سے پہلے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ بجٹ کے اندر جو allocations کی گئی ہیں اس کے علاوہ جو excess expenditure ہوتا ہے وہ supplementary budget میں دیا جاتا ہے۔ مجھے ایک چیز کی سمجھ نہیں آئی کہ میں نے اس دن بھی گزارش کی تھی کہ ایک محکمہ P.A.M.C.O بنا تھا یعنی پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کمپنی اور اس کے لئے بجٹ میں 53 کروڑ 96 لاکھ 20 ہزار روپے allocate کئے تھے جس میں سے 2 کروڑ 76 لاکھ اور 15 ہزار روپے خرچ ہوئے۔ Which is only 5% of the total amount. اور اب supplementary budget

میں اسی P.A.M.C.O کے لئے 29لاکھ 95ہزار روپے اور مانگ لئے گئے ہیں۔ مجھے یہ نہیں سمجھ آئی کہ وہ جو 53کروڑ روپیہ تھا وہ تو خرچ ہوا نہیں یہ 29لاکھ 95ہزار روپے اور کیوں مانگ لئے گئے ہیں؟ اسی طرح بجٹ documents میں آپ حیران ہوں گے کہ ایک continuation of one post of superintendent in the office of Deputy Director Government Gardens Bagh-e-Jinah Lahore کے لئے ایک لاکھ 27ہزار روپے پھر یہ کہتے ہیں کہ لاہور کی یہ بات کرتا ہے۔ additional funds for augments of daily paid labours Bagh-e-Jinah Lahore 8 lac rupees. Auction of fee cycle Stand Bagh-e-Jinah Lahore یہ ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ ہے اس لئے 11لاکھ 10ہزار روپے رکھے گئے ہیں اور اسی طرح fund for augments of daily paid labours Bagh-e-jinah Lahore for the remaining period up to 30-06-09 کے لئے 12لاکھ 50ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ ٹوٹل 32لاکھ 87ہزار روپے ہے۔ یہ ایگریکلچر کا پیسا زراعت پر خرچ ہونا چاہئے اور باغ جناح کو PHA کے حوالے کر دینا چاہئے اور یہ پیسا show ہوتا ہے کہ زراعت پر خرچ ہو رہا ہے لیکن اگر یہ لاہور کے باغیچوں پر خرچ ہو جائے تو یہ ہم زمینداروں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ اسی طرح page147 پر انہوں نے Funds for wheat seed for 16 thousand bags of 50kg for flood effected areas of Rajanpur district. اس کے لئے 2کروڑ 24لاکھ روپے یعنی 14سو روپے فی بیگ پر یہ 50kg کا بیگ provide کیا گیا۔ page147 پر ہی item13 کہتا ہے کہ founds of distributions of free of cost seed among flood effected areas of Rajanpur. اور اس کی distributions پر تین سو روپے فی بیگ انہوں نے 47لاکھ 91ہزار روپیہ خرچ کر دیا۔ اسی طرح provision of procurement of diesel for bulldozers اب یہ نہیں بتایا گیا کہ کہاں پر بلڈوزر چلے ہیں؟ یہ بھی شاید لاہور میں کہیں levelling کی ہوگی اس کے لئے 2کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ page 154 پر funds of POL for operating twenty thousands bulldozer are for construction of Rodhkey of Rajanpur district. ایک کروڑ پچاسی لاکھ روپے اس پر خرچ کئے گئے۔ کیا یہ اچھا ہوگا کہ اس کی management کے لئے جب یہ

hill torrents آئیں، بجائے اس کے کہ ہم کروڑوں روپے اس کی compensation پر بھی دیں اور ایک کروڑ پچاسی لاکھ بلڈوزر پر بھی لگائیں جو ان جگہوں کو دوبارہ rehabilitate کریں تو اس سے بہتر نہ ہو کہ یہ جو سات کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا ہے اس سے ان کی management بہتر کر دی جائے۔ میں آپ کے گوش گزار یہ بھی کروں گا کہ یہاں پر provision of additional funds to clear the pending liabilities صفحہ نمبر 152 پر 9 لاکھ 80 ہزار روپے لکھا ہے۔ یہ تو لکھا ہی نہیں ہے کہ یہ pending liability کیا ہے اور زراعت میں انہوں نے ایک اور زیادتی کر دی۔ صفحہ نمبر 154 پر item 65 کہتا ہے کہ funds to clear pending liabilities of contractors of six firms 37 Lac two thousand rupees اور یہ جو contractors بھاگ گئے ہیں یا ان کی liability ہے وہ گورنمنٹ کیوں pay کر رہی ہے، ان کو پکڑتی کیوں نہیں ہے؟ آپ نے بجٹ میں 37 لاکھ روپے زراعت کی مد میں ڈال کر زمیندار کو جو کوئی فائدہ دینا تھا اس کی جگہ آپ نے supplementary budget میں ڈال دیا اور اسی طرح صفحہ نمبر 146 پر item 4 کہتا ہے کہ establishment of agricultural marketing information services اس کے لئے 29 لاکھ 65 ہزار روپیہ رکھا گیا ہے۔ جب P.A.M.C.O بنا دی گئی تو پھر agricultural marketing information services کیا ہے؟ لفظوں کے ہیر پھیر میں یہ 93 کروڑ روپیہ ہے یہ سب اسی طرح انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان figures کو پیش کر کے اور اس دفعہ انہی باغیچوں کے لئے بجٹ میں ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے تو میں آپ کی وساطت سے منسٹر فنانس کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ زراعت کا پیسا زراعت پر لگائیں کیونکہ پہلے ہی آپ نے سب سے کم allocations زراعت کے لئے کی ہیں اور اگر آپ نے یہ پیسے ہمیں دینے ہی ہیں اور آپ کی نیت اس طرح کی ہے تو پھر یہ زراعت پر لگائیں اور اس طرح کی فضولیات پر خرچ نہ کریں۔ یہاں پر دیکھیں کہ funds for publicity, component of laser levelling and wheat campaign to the Directorate of Agriculture Information Punjab اس کے لئے ایک کروڑ تیس لاکھ روپے اس کی publicity پر لگائے۔ laser levellar ہی خرید کر ہمیں ہر یونین کونسل میں دے دیں جس سے ہم اپنی زمینیں level کر لیں اور اس کی اتنی publicity کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ بڑے بڑے اخباروں میں اشتہار دینا، زمیندار تو اتنا زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہے کہ یہ

ان کی publicity پڑھے اور کون پڑھتا ہے؟ اسی طرح funds for green tractor subsidy scheme for printing and administrative charges

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کھوسہ صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ (سردار دوست محمد خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں بہت احترام کے ساتھ اپنے بھائی کو آپ کی وساطت سے کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ آف پنجاب farmers کے لئے laser levellers کے لئے publicity کر رہی ہے لیکن سائیکل کے الیکشن کی publicity نہیں کر رہی جس میں اربوں روپیہ خرچ کیا گیا تھا (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی،

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں نہایت ہی احترام کے ساتھ گزارش کروں گا کہ---

جناب سپیکر: نہیں، آپ اپنی بات کرتے جائیں۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! میں اپنی ہی بات کروں گا لیکن گزارش یہ ہے کہ میں زمیندار کی بات کر رہا ہوں اور سیاسی بات نہیں کر رہا اور مجھے بھی بڑی باتیں کرنی آتی ہیں لیکن میں وہ نہیں کروں گا میں صرف ایگریکلچر کے متعلقہ جو زمیندار کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اس کی نشاندہی کر رہا ہوں۔ اگر حکومت کا یہی رویہ زمینداروں کے ساتھ رہے گا تو زراعت کے لئے چار چیزیں مثلاً زمین، پانی، بیج اور کھاد بہت ضروری ہیں۔ زمین تو ہے اور پانی کا ویسے آپ نے سن لیا جو اس کا حشر ہے، کھاد ملتی نہیں ہے اور بیج import کوئی نہیں کرنے دیتا تو کیا زراعت ہو گی؟ یہ پیسا publicity پر لگا دیں۔ آپ دیکھیں funds for green tractor subsidy scheme for printing and administrative charges 2- ارب روپے کی subsidy دی اور تیس لاکھ روپیہ اس کی publicity پر لگا دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ سارا زراعت کی مد میں لکھ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو مزے کی بات بتاؤں کہ انڈسٹریز کے اندر funds to Pakistan Post Office کا بتایا گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ پوسٹ آفس کون سی انڈسٹری ہے؟ funds for Post Offices for Punjab food Stamp Scheme for the

period August 2008 to June 2009 پر 11-ارب 52کروڑ 75لاکھ 37ہزار روپے اگر ہم نے اس طرح سے figures کا ہیر پھیر کرنا ہے تو پھر اسی طرح چلتا رہے گا اور پنجاب کی زراعت جدھر جا رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہے- میں تو یہی رونا روتا ہوں اور یہی روتا رہوں گا کہ کالا باغ ڈیم بنائیں تاکہ پانی ہو- زمین ہے اگر پانی بھی ہو گا تو پھر انشاء اللہ زراعت بہتر ہو جائے گی-

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ- بہت مہربانی- ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ!

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): پوائنٹ آف آرڈر- جناب سپیکر! کچھ یونیورسٹی ملازمین باہر مظاہرہ کر رہے تھے تو آپ نے مجھے، کامران مائیکل اور محترمہ عارفہ خالد صاحبہ کو باہر بھیجا تھا- ہم لوگ وہاں گئے ہیں مگر وہ اس وقت وہاں سے جا چکے تھے-

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): آپ ان کے پیچھے چلے جاتے-

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): ہم چیئرنگ کراس تک گئے ہیں لیکن وہ چلے گئے ہیں- اس لئے ان سے ہماری بات نہیں ہو سکی-

جناب سپیکر: خیال رکھنا کہ اگر آئندہ آئیں تو پھر آپ خود ہی مل لینا- شکریہ

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جی، ٹھیک ہے-

جناب سپیکر: بجائے اس کے کہ وہ آپ سے ملنے آئیں آپ ان کا کچھ کر ہی دیں-

ڈاکٹر آمنہ بٹر: پوائنٹ آف آرڈر-

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک بہت اہم وقوعہ کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ کل کے اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ "دو معروف ڈاکو پولیس مقابلے میں مارے گئے اور ان کی فیملی یہ ثابت کر سکتی ہے کہ یہ ڈاکو نہیں بلکہ اس کے خلاف کبھی کوئی ایف آئی آر نہیں کٹی اور یہ موٹر سائیکل خریدنے کے لئے اپنی ماں سے ایک لاکھ روپیہ لے کر نکلا تھا اور اس کی ماں کو اطلاع ملتی ہے کہ تمہارا بیٹا پولیس مقابلے میں مارا گیا ہے اور اس کے باقی تین بیٹوں کو ساری رات تھانے میں رکھا گیا، انھیں مارا پیٹا گیا-"

جناب سپیکر: محترمہ!اس کا جو طریق کار ہے آپ اس کے مطابق اسے take up کریں۔ This is no point of order.

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر!وہ اسمبلی کے باہر احتجاج کر رہے تھے،انھوں نے بھاٹی گیٹ میں بھی احتجاج کیا ہے۔یہ ماورائے عدالت قتل ہیں،یہ extra judicial killing پچھلے ایک سال میں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔میری آپ کے توسط سے وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ سے درخواست ہے کہ پہلے پولیس والے اس اسمبلی کے ممبران۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ!آپ اس بارے میں Call Attention Notice لائیں۔آپ کیا کر رہی ہیں؟

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر!میں آپ کے توسط سے وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ سے درخواست کرتی ہوں کہ پھر ان عدالتوں کو بند کر دیا جائے چونکہ پولیس ہی منصف ہے،پولیس نے ہی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ ہے لہذا عدالتیں بند کر دی جائیں چونکہ یہاں عدالتوں کا بھی کوئی استحقاق نہیں ہے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ تشریف رکھتی ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر!محترمہ کی بات کا جواب تو آ لینے دیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں میں نے جواب دے دیا ہے۔وہ اس بات کو طریق کار کے مطابق لائیں گی اور ابھی لاء منسٹر صاحب بھی نہیں ہیں۔ڈاکٹر مسرت حسن صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب پرویز رفیق!

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔جناب سپیکر!میں حکومت کو 10-2009 کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد تو پیش کرتا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام طبقات جن کے لئے وہ بجٹ بنایا جاتا ہے ان تمام کی ضرورتوں،ان تمام کی پریشانیوں اور مسائل کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا ہے اور اس کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان مسائل کو احسن طریقے سے حل کیا جائے۔

جناب سپیکر: پلیز پہلے ان کی بات سنیں۔آپ نے جس کسی سے بات کرنی ہے اپنے چیمبر میں کریں۔ شکریہ

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ بجٹ بناتے وقت تمام طبقات کو سامنے رکھا جاتا ہے تاکہ ان کے مسائل حل کئے جائیں اور ان کی پریشانیاں ختم کی جا سکیں لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ پنجاب حکومت نے 489۔ارب کا بجٹ پیش کیا ہے لیکن اس میں سے اقلیتوں کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر آبکاری و محصولات / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! ڈپٹی سپیکر صاحب کی طرف سے پیغام آیا ہے کہ باہر جو لوگ احتجاج کر رہے تھے ان کی یونین کے صدر اور کچھ دوسرے لوگ ان کے پاس بیٹھے ہیں لہذا وہ مجھے اپنے چیمبر میں بلا رہے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جا سکوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ پرویز رفیق صاحب Please carry on

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ اس سال 489۔ارب کا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ میں نے فنانس منسٹر صاحب سے پوچھا ہے تو انھوں نے بڑی مہربانی فرمائی اور کہا کہ جو پچھلے سال بجٹ رکھا گیا تھا اب ہم نے اسے three times کر دیا ہے اور اب سے 30 کروڑ روپیہ کر دیا ہے۔ یہ ٹوٹل بجٹ کا not even as one percent لہذا میں سمجھتا ہوں کہ اقلیتوں کی ڈویلپمنٹ کے لئے جو بجٹ رکھا گیا ہے یہ صرف اور صرف eye wash ہے۔ آپ لاہور میں ہی اقلیتوں کا علاقہ لے لیں چونکہ بہت زیادہ بجٹ لاہور میں خرچ ہو رہا ہے۔ میرے پاس figures موجود ہیں کہ اقلیتوں کے لئے ہمارا جو پچھلا بجٹ تھا بد قسمتی سے اسے مسلم لیگ (ن) کا بجٹ بنا دیا گیا ہے۔ میں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے اقلیتوں کے لئے جو فنڈ رکھا تھا اس میں سے ہمارے معزز وزیر کامران مائیکل صاحب نے سوا چار کروڑ روپے کی ترقیاتی سکیمیں دیں، رانا آصف صاحب جو (ن) سے اقلیتی ممبر ہیں انھوں نے ایک کروڑ 40 لاکھ روپے کی ترقیاتی سکیمیں دیں۔ ہمارے معزز رکن خلیل طاہر صاحب جو مسلم لیگ (ن) سے ہیں انھوں نے ایک کروڑ 60 لاکھ روپے کی سکیمیں دیں، جوئیل سہوترا صاحب نے ایک کروڑ 20 لاکھ روپے کی سکیمیں دیں۔ انھوں نے پانچ سال پہلے بطور منسٹر مزے لوٹے اور بعد میں ہار س

ٹریڈنگ کے ذریعے مسلم لیگ (ن) میں شامل ہو کر ایک کروڑ 70 لاکھ روپیہ۔۔۔، جناب سپیکر! میری بات سنیں!

جناب سپیکر: وہ یہاں پر تشریف فرما ہیں؟

جناب پرویز رفیق: جی، ہاں۔

جناب سپیکر: کدھر ہیں؟

جناب پرویز رفیق: کون؟

جناب سپیکر: آپ جن کا ذکر فرما رہے ہیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب وہ تشریف فرما بھی ہیں اور میں facts and figures سے بات کر رہا ہوں کہ گزشتہ ماہ ہماری اقلیتوں کی منسٹری نے ہمارے اس موصوف معزز رکن کو اقلیتوں کے فنڈ سے ایک کروڑ 70 لاکھ کی ترقیاتی سکیمیں دیں لیکن ہم جو پاکستان پیپلز پارٹی کے لوگ تھے اور حکومت کا حصہ تھے ہم نے سکیمیں جمع کرائیں لیکن ابھی تک ایک روپے کا فنڈ بھی منظور نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! پہلے تو 489۔ارب روپے میں سے 30 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ میں آپ سے اور وزیر خزانہ سے گزارش کرتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ تو اس کی بھی مخالفت کر رہے ہیں؟

جناب پرویز رفیق: میں اس کی مخالفت نہیں کر رہا بلکہ میں تو گورنمنٹ کی amendment کر رہا ہوں کہ government should realize کہ گورنمنٹ نے ہماری eye wash کرتے ہوئے ہمارے منہ میں جو ٹشو پیپر کا نوالہ دیا ہے کہ ہم اپنی اقلیتوں کے لئے کوئی ترقیاتی کام نہیں کر سکتے۔ یوحنا آباد one of the biggest populated areas یہ پنجاب کا سب سے بڑا populated area ہے آپ ادھر جا کر حالت زار دیکھیں۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے یوحنا آباد دیکھا ہے؟

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! آپ منسٹر صاحب سے پوچھ لیں۔ آپ 30 کروڑ روپیہ لے کر صرف یوحنا آباد میں چلے جائیں اور مجھے صرف یوحنا آباد کی گلیاں ہی پکی کروا دیں تو میں سمجھوں گا کہ حکومت نے

ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا No doubt, I am part of government ہم coalition کا حصہ ہیں لیکن میں اس جگہ اقلیتوں کی نمائندگی کرنے کے لئے موجود ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

جناب پرویز رفیق: میں اس جگہ کسی پارٹی کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں بلکہ میں اقلیتوں کی نمائندگی کرنے کے لئے موجود ہوں۔

جناب سپیکر: بہت اچھا۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے گزارش کرتا ہوں کہ جس طرح پہلے مجھے فنڈ نہیں دیا گیا اور ہم سے تعصب کیا گیا ہے تو میں احتجاجاً موجودہ فنڈ سے اس وقت تک کوئی پیسا نہیں لوں گا جب تک اس فنڈ کو ٹوٹل بجٹ کا کم از کم ایک فیصد نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: کتنے فیصد؟

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! ہماری اقلتیوں کو ٹوٹل بجٹ کا ایک فیصد دینا چاہئے تاکہ پورے پنجاب کی ہماری اقلیتوں کے مسئلے حل ہو سکیں۔ 38 اضلاع کے مسائل، جو مختلف سینکڑوں اور ہزاروں آبادیاں ہیں---

جناب سپیکر: کیا پنجاب کے 38 اضلاع ہیں؟

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! 36 اضلاع ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے سمجھا کہ آپ کہیں 38 کہہ رہے ہیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! 36 اضلاع ہیں اور اب یہ خبریں آ رہی ہیں کہ فلاں بھی ضلع بن رہا ہے، فلاں بھی ضلع بن رہا ہے۔ میں نے اس لئے advance کہہ دیا ہے کیونکہ بجٹ ہم نے اگلے سال لگانا ہے۔

MR SPEAKER: Now, time is over.

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میری ایک بڑی اہم بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، ساری باتیں اہم ہیں۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! مجھے پتا تھا کہ آپ نے میرا time over کر دینا ہے۔
جناب سپیکر: اگر آپ کی کوئی اہم بات تھی تو وہ آپ پہلے کرتے۔
جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! مجھے پتا تھا کہ میرا time over ہونا ہے کیونکہ اس ہاؤس میں جو حقیقی بات کرے گا اس کا time over ہو جاتا ہے۔
جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے آپ کو پورے دس منٹ دیئے ہیں۔
جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے صرف تجویز دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے لوگوں کو بہت زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ Professional education میں جو بھی داخلے ہوتے ہیں ان میں ہمارے حافظ قرآن مسلمان طالب علم کو 20 نمبر ملتے ہیں اور ان کا merit پورا ہو جاتا ہے۔ مجھے یہاں پر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے مسیحی بچوں میں اگر کسی کے 450 نمبر آئے ہیں اور مسلم بچے کے بھی 450 ہیں تو مسلم حافظ قرآن بچے کے نمبر 470 بن جاتے ہیں جبکہ non muslim بچے کے 450 ہی رہتے ہیں۔ داخلوں کے معاملے میں 20 نمبر بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں اور ہمارے لئے کوئی ایسا دروازہ نہیں ہے کہ ہمارے بچے بھی وہ 20 نمبر حاصل کر سکیں۔ وزیر تعلیم صاحب سے میری یہ گزارش ہے کہ غیر مسلم طالب علموں کے لئے professional educational institutions میں کوٹا مختص کریں۔
جناب سپیکر: مہربانی، تشریف رکھیں۔ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔
جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! صرف ایک آخری بات عرض کروں گا کہ ہماری جو کچی آبادیاں ہیں ان کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں اور مسیحیوں کو بھی grow more food scheme کے تحت زمین الاٹ کی جائے۔
جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب سعید اکبر نوانی صاحب!
محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: نہیں، آپ تشریف رکھیں۔
محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! سعید اکبر نوانی صاحب کو out of turn وقت دیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے، بہر حال آپ پہلے بات کر لیں۔ سعید اکبر نوانی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ پہلے ساجدہ میر صاحبہ کو تقریر کر لینے دیں۔ جی، ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! وزیر خزانہ اور انسان دوست وزیر اعلیٰ، میاں شہباز شریف کو میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انھوں نے سستی روٹی سکیم کا آغاز کیا۔ یہ ایک بنیادی ضرورت تھی۔ یہ انسانیت دوست ہونے کا ثبوت ہے۔ غریب آدمی روٹی پیاز سے بھی کھا سکتا ہے، روٹی اچار سے بھی کھائی جاتی ہے۔ اس سکیم کو بیوروکریسی نے ناکام کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ عوام کے لئے ایک اچھا اقدام ہے۔

اسی طرح Punjab Food Support Programme بھی بہت اچھا step ہے۔ امیر لوگ bills میں subsidy حاصل کر لیتے ہیں، کئی لوگ ٹیکس چوری کرتے ہیں لیکن غریب آدمی کے گھر میں Food Support Programme کے تحت ایک ہزار روپیہ جاتا ہے جو کہ قابل تحسین ہے لیکن اس سکیم کو شفاف بنایا جائے۔

جناب سپیکر! میں پچھلی حکومتوں کی بات نہیں کرتی، ہمیں یہ سوچنا ہے کہ اب عوام کو کیا deliver کرنا ہے؟ ہمیں آگے کی طرف دیکھنا ہے، ہمیں عوام کی بہتری اور خوشحالی کی طرف قدم بڑھانا چاہئے۔ اس بجٹ کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس پر میں ایک شعر کہوں گی۔

بیٹھا ہوواں میں سورج دی رتھ اُتے
میرے ہتھ وچ ویلے دی واگ ہووے
پانی منگاں نہ ڈونگے سمندراں توں
بھاویں بُلاں تے دیپک راگ ہووے

جناب سپیکر! میں اس معاملے میں یہ کہوں گی کہ میرا یہ خواب، خواب ہی نہ رہ جائے کیونکہ ہماری اپنی حکومت نے بھی خواتین کے لئے فنڈز نہیں رکھے۔ زچہ بچہ کے حوالے سے 3۔ارب روپے دیئے گئے ہیں۔ وفاقی حکومت نے پچھلے بجٹ میں خواتین کی بہبود کے لئے 7.5۔ارب روپے رکھے تھے جبکہ اس دفعہ 44۔ارب روپے مختص کئے ہیں لیکن بد قسمتی دیکھیں کہ وفاق میں خواتین کی کوئی وزیر ہے اور نہ ہی صوبے میں عورتوں کی کوئی وزیر بنائی گئی ہے۔ یہ ہمارا حال ہے۔ ہمیں طعنے دیئے جاتے ہیں

کہ خیراتی سیٹیں۔ ہمارے بھائی یہاں پر موجود ہیں ان کے لئے ہم گھر گھر ووٹ مانگنے جاتی ہیں، ان کی campaign کرتی ہیں اور ان کے لئے بطور پولنگ ایجنٹ بیٹھتی ہیں یعنی ایک political process سے گزر کر، جیلیں کاٹ کر، اپنی سیاسی پارٹیوں میں محنت سے کام کر کے ہم یہاں تک پہنچتی ہیں۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہماری background کسی feudal lord سے attach نہیں ہے۔ ہم نے اپنی پہچان خود کروائی ہے۔ یہاں پر جب کوئی نامی گرامی عورت آتی ہے تو اس کے پیچھے کسی بڑے خاندان کا نام ہوتا ہے لیکن چند عورتیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے اپنی پہچان کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے۔ آج خواتین کے حوالے سے میں یہ بات کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ جو عورتیں ان اسمبلیوں میں پہنچ گئی ہیں انھیں empower کرنے کے لئے حکومت پنجاب کو ہمارا ساتھ دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں حکومت پنجاب سے یہ بھی درخواست کرتی ہوں کہ یہاں پر domestic violence بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ گوجرانوالہ، لاہور، فیصل آباد اور سرگودھا میں honour killing میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ آپ تحصیل کی سطح پر جا کر دیکھیں کہ وہاں پر خواتین کے ساتھ کیسا سلوک ہوتا ہے۔ اگر وہاں پر کوئی عورت قتل ہو جاتی ہے تو اس کے پوسٹ مارٹم کے لئے تحصیل کی سطح پر لیڈی ڈاکٹر available نہیں ہوتی۔ اسے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر آنا پڑتا ہے، وہاں پر بھی لیڈی ڈاکٹر نہیں ملتی تو اس کی فیملی کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ عورت کو مرد کا ہاتھ نہیں لگانا، مرد ڈاکٹر سے پوسٹ مارٹم نہیں کروانا۔ میں کہتی ہوں کہ تحصیل کی سطح پر خواتین ڈاکٹروں کو تعینات کیا جائے اور تحصیل ہی کی سطح پر medico legal کو ensure کیا جائے۔

جناب سپیکر! میری اگلی درخواست یہ ہے کہ اس وقت جو خواتین home based workers کام کر رہی ہیں حکومت کی طرف سے ان کو سات فیصد یا نو فیصد شرح سود پر قرضے دیئے جائیں۔ انھیں 17 فیصد شرح سود سے 25 ہزار روپے قرضہ دیا جا رہا ہے یہ interest بہت زیادہ ہے۔ اس طرح ان کی کمائی middleman کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ حکومت کی سطح پر ایسے store or emporium بنائے جائیں کہ جہاں پر وہ اپنی اشیاء فروخت کر سکیں اور انھیں اپنی products کا profit direct ملے۔ یہ نہ ہو کہ وہ بے چاری محنت کرتی رہیں اور منافع کہیں اور چلا جائے۔

اسی طرح میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گی کہ وہ پورے پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ خواتین ممبران کو بھی مہینے میں ایک مرتبہ delegation کی شکل میں ملاقات کے لئے وقت دیا جائے تاکہ ہم بھی اپنے مسائل یا مطالبات ان تک پہنچا سکیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم برابری کا سلوک کرتے ہیں۔ کیا یہ برابری کا سلوک ہے کہ اس دفعہ ہمیں ترقیاتی فنڈز کے حوالے سے 80/80 لاکھ روپے کے فنڈز دیئے گئے جبکہ مردوں کو چار چار کروڑ روپے دیئے گئے ہیں۔ میں نے جتنی بھی سکیمیں دی ہیں وہ غریب علاقوں میں رہنے والوں کے لئے ہیں اور میں نے کسی ٹھیکیدار سے کوئی رابطہ نہیں کیا، مجھے کسی کی شکل کا بھی پتا نہیں۔ لوکل گورنمنٹ نے poll کئے، وہ آئے ہیں اور وہاں پر کام شروع ہے۔ ہم عورتیں محنت اور دیانت داری سے کام کرنا چاہتی ہیں تاکہ خیراتی سیٹوں کا طعنہ اتار سکیں یا پھر آپ کوئی ایسا سسٹم لائیں، ہمارے لئے کچھ حلقے بنا دیئے جائیں کہ جہاں پر عورت بمقابلہ عورت الیکشن لڑے اور اس کو مرد بھی ووٹ دیں اور عورتیں بھی ووٹ دیں اور ہمیں یہ خیراتی سیٹوں کا طعنہ نہ ملے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے کہوں گی کہ اس سال کے بجٹ میں ہم خواتین کو ترقیاتی فنڈز کی مد میں پورے اڑھائی کروڑ روپے ملنے چاہئیں یہ نہ ہو کہ ہمیں 80 لاکھ میں ٹرخا دیں۔

جناب سپیکر! education and law & order کے حوالے عرض کروں گی کہ اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ چوریاں بھی ویسے ہی ہوتی ہیں، ڈکیتیاں بھی ویسے ہی ہو رہی ہیں۔ دوسرا جب تک خواتین کی عدالتوں کا قیام عمل میں نہیں آئے گا اس وقت تک عورتوں کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اس کے لئے آپ وفاقی حکومت سے بات کریں اور جلد از جلد خواتین کی عدالتیں قائم کی جائیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جناب سعید اکبر خان!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں شرارت نہیں کرنا چاہتی۔

جناب سپیکر: میں آپ کو یہ بات نہیں کہنا چاہتا، شرارت کی بات تو آپ خود کر رہی ہیں۔ میں نے کبھی شرارت کا لفظ ہی استعمال نہیں کیا۔

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع بخشا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو ملکی حالات ہیں اور پاکستان

کی economy under pressure ہے۔foreign investment بالکل بند ہے۔ دہشت گردی کی وجہ سے ملکی حالات خراب ہیں اور عوام پریشان ہیں۔ان نامساعد حالات میں ترقیاتی بجٹ کا حجم 175۔ارب رکھنا اور اس کے لئے manage کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی بات ہے۔

جناب سپیکر! میں بجٹ پر اور ضمنی بجٹ پر کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔آج میں پورے ہاؤس کو ایک فکر دیتا ہوں اور ہمیں اس بات پر سوچنا ہے کہ بجٹ جب پیش ہوتا ہے اور بجٹ کے document کسی صوبے کے لئے، کسی ملک کے لئے بہت ہی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کیونکہ صوبے کی یا ملک کی survival اسی بجٹ پر ہوتی ہے۔ میرے بزرگ ذوالفقار علی خان کھوسہ بھی بیٹھے ہیں جو بہت سینئر ہیں اور میرے خیال میں آٹھویں یا نویں دفعہ وہ اس ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ایک بات کی جو آج تک مجھے سمجھ نہیں آئی اور بحیثیت custodian of the House اور میں یہ آپ سے بھی ایک گزارش کروں گا کہ فنانس منسٹر صاحب بجٹ پیش کرتے ہیں۔دو دن کا gap ہوتا ہے اس لئے ہوتا ہو گا کہ definitely budget document کو دیکھا جائے، اس کو پڑھا جائے۔اس کے بعد چار دن یہاں پر بحث ہوتی ہے۔ تمام ممبران بڑی کوشش کر کے محنت کر کے اپنی بات کرتے ہیں۔ سیاست دانوں کا یہ ایک ہی institution ہے کہ جہاں کوئی بھی ادارہ بنایا جائے وہاں ان کو ٹریننگ دینے کا ایک سلسلہ ضرور ہوتا ہے لیکن یہ ایم پی ایز یا ایم این ایز ہیں ان کے لئے نہ کوئی ورکشاپ ہوتی ہے کیونکہ ہم جیسے نئے نئے لوگ آتے ہیں ان کو کچھ سمجھ نہیں ہوتی کہ تحریک التوائے کار کیسے دی جاتی ہے، تحریک استحقاق کیسے دی جاتی ہے definitely آپ اس کو ضرور مدنظر رکھیں گے اور اس کے لئے کوئی ورکشاپ یا کمیٹی میں گروپس کی صورت میں ٹریننگ ہو تاکہ ہر ممبر جو contribute کرنا چاہتا ہے وہ کرے۔سب سے زیادہ جو میں بات کرنا چاہتا تھا یا کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ چار دن یہاں پر بحث ہوئی ہم تمام ممبران بیٹھے ہیں دیانت داری سے بتائیں کہ اس چار دن کی بحث کا کوئی حاصل ہے؟ اگر اس کا حاصل نہیں ہے تو یہ چار دن کیوں ضائع کئے جاتے ہیں۔اس پر میں آپ سے ضرور گزارش کروں گا کہ یہ ایک tradition آ رہی ہے جس پر ہم چلتے آ رہے ہیں۔آیا جو بجٹ پیش ہوتا ہے چار دن کے بعد جو ہمارے معزز ممبران اس پر تجاویز دیتے ہیں اس پر تنقید کرتے ہیں آیا اس کے بعد اس پر کوئی غور و فکر ہوتا ہے۔اس پر غور و فکر کرنے کے بعد آیا ان documents میں کوئی change آتی ہے؟ یہ تمام

جوexercise ہےاس کا حاصل کچھ نہیں ہے تو میں تمام ممبران کو یہ فکر دیتا ہوں کہ یہ ہمارا ہاؤس ہے ہم اس میں جو بھی بات کریں جب تک اس کا حاصل نہ ہو ہمیں اس پر بات ہی نہیں کرنی چاہئے۔ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ یہ انگریزوں کے وقت کے rules ہیں اور انہوں نے ایک tradition بنائی اس وقت حالات مختلف تھے، حالات اور قسم کے تھے، بادشاہت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ہم جو کہیں لوگ آئیں بات کریں اور گھر چلے جائیں لیکن اس کا حاصل نہ ہو لیکن آج ہماری یہ ڈیوٹی ہے کہ اگر ہم اس ہاؤس کے چار دن لیتے ہیں اس کے ایک دن میں اتنے اخراجات ہوتے ہیں۔ ہر دن پر ہم اس کا بہترین حاصل لیں اور اس حاصل سے پورے صوبے کی عوام کو کچھ ملے اور ان کو کچھ فائدہ حاصل ہو۔

آپ بھی اس کے گواہ ہیں میں بھی اس کا گواہ ہوں و دیگر تمام ممبران بھی گواہ ہیں۔ میری اس میں ایک تجویز ہے کہ جتنی بھی یہاں پر discussion ہوتی ہے اس سلسلے میں ہاؤس کی ایک کمیٹی ہو چاہے بیس ممبران پر یا پچیس ممبران پر مشتمل ہو۔ وہ تمام جو تنقید تائید یا تجاویز آتی ہیں ان کو نوٹ کیا جائے اس کے بعد وہ کمیٹی اس پر غور و خوض کرے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس میں ہو سکتا ہے کہ جو میں نے تجویز دی ہو وہ قابل عمل نہ ہو اس کو رد کر دیں تمام ممبران کی جو تجاویز ہیں ان پر بحث کی جائے۔ اگر ان میں ایک فیصد بھی تجاویز ضروری ہیں تو ان کو اس بجٹ میں لایا جائے otherwise میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں اس بحث کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس بحث کے چار دن کو ختم کر کے بجٹ کو دوسرے دن پاس کیا جائے تاکہ یہ چار دن کا ٹی اے / ڈی اے اخراجات کم ہو جائیں۔ اگر اس کا کوئی حاصل لینا ہے کیونکہ ہم منتخب ہو کر آئے ہیں، ہم نے یہاں بہتر تبدیلی لانی ہے اور جو بھی اس میں کوئی خرابی ہے یا جس کا حاصل نہیں ہے اس کو ہم نے قوم اور صوبے کے لئے بہتر انداز میں پیش کرنا ہے۔ آج ضمنی بجٹ پر بحث ہے پرسوں بھی اس پر بحث ہو گی اور پھر یہ بجٹ پاس ہو گا۔ کیا آپ اس کا کوئی مقصد یا حاصل سمجھتے ہیں؟ اگر دیانت داری سے یہ تمام ممبران سمجھتے ہیں کہ اس بحث کا کوئی حاصل ہے تو میں ان کے ساتھ ہوں اگر نہیں ہے تو پھر اس کو تبدیل کیا جائے، اس کو بہتر کیا جائے تاکہ ہم جو تجاویز دیں اور اگر عوام کو اس کا کوئی حاصل نہیں ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو ان تمام بحثوں کا اور مذاکرات کا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی حاصل ہے۔ میں نے اسی لئے بجٹ پر بھی کوئی تقریر نہیں کی۔ میں نے کافی کوشش کی کہ میں اس پر بحث کروں۔ جب میں سمجھتا ہوں کہ کافی عرصہ سے

ہم اس پر بحث کر رہے ہیں وہ پھر ہماری تقریر کاغذوں میں چھپ جاتی ہے اور آپ کا سیکرٹریٹ ہمیں بھیج دیتا ہے کہ اس میں correction کر دیں کہیں اوپر نیچے ہے تو اس کو ٹھیک کر دیں تاکہ ہم اس کو پاس کریں۔ ہم اس کو اس لئے نہیں پڑھتے چاہے اس میں "کا" "کے"، "کی" کا کوئی فرق بھی ہے ہم کہتے ہیں چلا جائے کیونکہ اس کا حاصل تو کوئی ہے نہیں۔ عوام کو ہماری اس بات کا کوئی فائدہ ہے، نہ ہی ہاؤس میں بات کرنے کا فائدہ ہے۔ ان باتوں پر آپ ضرور غور کریں اور اس تمام حاصل کا کوئی نہ کوئی حل نکالیں۔ اسی طرح تحریک التوائے کار ہے یہاں پیش ہوتی ہے اگر admit ہو گئی تو اس پر دو گھنٹے بحث ہو گی اور اس کے بعد ختم۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس تمام کارروائی سے جو کوئی بامقصد بات ہو اس کو حاصل کیا جائے۔ میں اسی گزارش پر آپ سے اجازت چاہوں گا تاکہ میں کسی اور کا وقت ضائع نہ کروں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں نے ضمنی بجٹ کے بارے میں چند ایک گزارشات کرنی ہیں۔ اگر آپ اس بجٹ کے total figures page one کو ہی دیکھیں تو 3 کھرب 29۔ ارب 99 کروڑ 88 لاکھ 43 ہزار روپے ہیں۔ یہ ایک اتنی بڑی رقم ہے، یہ ضمنی بجٹ میں ایک ہوشربا اضافہ ہے۔ یہ بھی اپنی مثال آپ ہے اور شاید پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ کل بجٹ کا غالباً 22 یا 24 فیصد بنتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شاید بجٹ میں after thought شاید بجٹ میں جو discretionary power ہے اس کو increase کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ میں اگر اس کے positive پہلو کو ہی دیکھوں، حالانکہ میں اگر چاہوں تو politically اس کو exploit بھی کر سکتی ہوں کہ ایک discretionary power جو وزیر اعلیٰ کی ہے، ایک فرد کی ہے اس کو اس قدر بڑھانے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ہے۔ میں اس کا اگر positive point لوں تو یہ کہنے میں کہ آئندہ یہی بات جو ہمارے تمام سینئر ممبران یہاں کہتے آئے ہیں کہ یہ بجٹ کی suggestions timely لینی چاہئیں تاکہ ایوان کا اس میں حصہ ڈالا جا سکے اور اس قسم کا ہوشربا اضافہ ایک شخص کو دینے سے جمہوریت پر کوئی سوال نہ آئے۔ میں یہ ضرور کہوں گی کہ یہ suggestions ستمبر یا اکتوبر تک پہنچنی چاہئیں۔ اگر آج ہی Chair اس ضمنی بجٹ سے یہ announcement کر دے کہ

ممبران آئندہ بجٹ کے لئے اپنے حلقوں اور اپنے علاقوں کی suggestions متعلقہ فنانس ڈیپارٹمنٹ کو پہنچانا شروع کر دیں تو پھر ایک safe period مہینے کا دیا جائے جس میں ان کو assure کیا جائے کہ ان کی suggestions بھی consider کی جائیں گی۔ میں یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ ایک دو جو main مسائل ہیں ان کے بارے میں ضرور point out کروں گی کہ پانی کا جو مسئلہ ہے اس کے لئے غلام فرید کے کلام کی ایک لائن میں آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ:

میں پیاسا میری روح وی پیاسی
میکوں آکھ نہ پنج دریائی

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پنجابی کہلانے کا اس وقت تک کوئی حق نہیں ہے جب تک میری روح پیاسی ہے۔ خدارا! اس شعر کو irrigation کے تمام معاملے کو settle کرنے میں میری طرف سے ایک شاعرانہ انداز میں ایک فقیر کے کہنے پر پانی کے اس مسئلے اور distribution پر پورا پاکستان اگر بھائی چارے سے کام نہ کرے گا تو کالا باغ ڈیم ہو یا دوسرے ڈیم ہوں ان کو تعمیر نہ کیا گیا تو آپ دیکھ لیں کہ دوسرے دشمن ممالک نئے ڈیم بنا رہے ہیں اور روحی کے بعد بیاس کے بعد اب چناب کی باری ہے وہ بھی خشک ہو جائے گا۔

دوسری بات urbanization اور rural areas میں distribution of budget کی بات ہے۔ اس کے لئے میں کہوں گی کہ:

ہر گھاٹا نشتر گھاٹ کوں دے
ہر فائدہ فیصل آباد کوں دے

فیصل آباد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رانا ثناء اللہ بھی "رُس" کے چلے جائیں۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ واقعی جو نشتر گھاٹ سے اس طرف لوگ ہیں وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ ان کو گھاٹے کی بجائے کچھ نہ کچھ فائدہ بھی دیا جائے۔ میں بجٹ کی طرف آتی ہوں۔ اس بجٹ کے figures میں، میں دو چار باتیں point out کروں گی۔ اس بجٹ میں سب سے بڑا flaw یہ ہے کہ کئی جگہوں پر جہاں پر suit کیا ہے یا جہاں پر جلد بازی کی گئی ہے وہاں پر تفصیلات نہیں دی گئیں اور بہت بڑی بڑی رقوم کو بلڈوز کر کے

پاس کرایا گیا ہے مثلاً article 1-71 education کے زمرے میں لکھا گیا ہے کہ یہ supplementary budget کا page 89 ہے۔اس میں 6-ارب 61 کروڑ 87 لاکھ روپیہ ایک جگہ اور ایک ارب 91 کروڑ 76 لاکھ 85 ہزار روپیہ supplementary budget میں expenditure for various objects کی مد میں مانگا ہے۔یہ 8/7-ارب روپے کی بات ہو رہی ہے۔کچھ اس ایوان کو بھی پتا چل جائے کہ یہ various objects کا کیا مطلب ہے اس کو kindly دیکھیں۔اسی طرح volume II page 3, demand for grants میں LQ 4154 اور LQ 4165 کی رقوم کی سمری دی گئی ہے لیکن اس میں detail of expenditure کی تفصیل موجود نہ ہے۔Detail of expenditure میں 4/5 ڈیپارٹمنٹس کے نام لکھے گئے ہیں اور بڑی رقم Provincial Health Department کی ہے کیا اس ڈیپارٹمنٹ سے پوچھنے یا ہمیں جانکاری دینے کی ضرورت ہی نہیں کہ اتنی بڑی رقم یہ ڈیپارٹمنٹ کہاں لگانا چاہتا ہے؟ ماربل اکھیڑنا ہے، بلڈنگ بنانی ہے، آفسر کو دینا ہے۔اس قسم کی چیزوں کا آنکھوں میں دھول جھونکنا کوئی اچھی بات نہیں۔ میں آخر میں ایک اور بات کہنا چاہتی ہوں کہ اس پہلے page پر ہی میری نظر اٹکی جا رہی ہے تو page 1 پر جو index دیا ہوا ہے اس میں دیکھ کر میں اچانک حیران ہو گئی کہ اس دفعہ ایک Industrialist Chief Minister نے انڈسٹریز میں 12-ارب روپے کے قریب sanction کیا ہے۔ Supplementary budget کے page 705 پر اور گرانٹ نمبر 47 پر 145.4-ارب روپے re-sanction لکھی گئی ہے اور یہ لکھا گیا ہے floating debt due to over draft facilities for State Bank of Pakistan. اگر یہ floating debt ہے جو آپ نے 2008 already میں سٹیٹ بنک آف پاکستان سے جو بطور ادھار لیا تھا تو کیا اس کی کوئی موٹی موٹی تفصیل دینا مقصود ہو سکتی تھی کہ 145-ارب روپیہ، معذرت کے ساتھ کہ چاہے کورم پورا ہے یا نہیں پورا ہے اس میں بھی آپ نے اپنے بل کو bulldoze throw کیا ہے تو خدارا! 145-ارب کی رقم جو سٹیٹ بنک سے over draft کی گئی ہے اس کی تفصیل اس ایوان کو بتانے میں کیا حرج ہے؟ کیا سٹیٹ بنک کا ادارہ بھی ہماری اس اسمبلی سے بالاتر ہو گیا۔یہ اتنی آسانی سے بلڈوز کرنے کی درخواست ہے کہ as senior member میں یہ چاہوں گی کہ ان lecony کو کسی طرح حل کرنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر! میرا second last point ہے کہ انڈسٹری میں جو ایک اور ہوشربا اضافہ دیا گیا تھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوئی کہ شاید اس دفعہ انڈسٹری میں 12۔ارب روپے کا اضافہ کیا گیا ہے وہ کچھ معنیٰ رکھے گا اور یہ دیکھا کہ انڈسٹریز کو 11.5۔ارب روپیہ Food Stamp Nawaz Sharif Programme میں دیا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ Food Stamp Programme بے شک احسن نیت کے ساتھ شروع کیا گیا ہے میں میاں شہباز شریف کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اس کو آگے غریبوں تک پہنچانے کی کوشش کی مگر اس کی transparency کے لئے فنانس منسٹر صاحب سے میری request ہو گی کہ اس کی distribution میں misuse کے حوالے سے seriously ایک کمیٹی قائم کریں یا اس کو ایوان میں discussion پر لائیں کیونکہ پوسٹ آفس سے بہت ساری یہ رقم خورد برد بھی کی گئی یہاں تک کہ میرے پاس کمشنر آفس کے documents موجود ہیں جس میں بہ نسبت ہمارے اس ایوان کے استحقاق کے distribution political workers کو دی گئی۔ مجھے اس وقت criticism نہیں کرنی بلکہ request کرنی ہے کہ اتنی بڑی بڑی رقوم پر اتنی غیر ذمہ داری کو اپوزیشن کے طور پر میں criticize کروں گی۔

جناب سپیکر! میرا بالکل آخری point یہ ہے کہ میرے بھائی شیر علی صاحب نے AMCO کی بات کی انہوں نے یہ کہا کہ اس طرح سے یہ clear نہیں ہوتا کہ جب ایک ڈیپارٹمنٹ میں کسی جگہ پر saving ہو جاتی ہے، یہ بات گورنمنٹ سائیڈ کی طرف سے آنی چاہئے تھی، آپ سوچیں گے کہ شاید میں ان کی سائیڈ سے بات کر رہی ہوں، خدارا! اس کو اپوزیشن نہ لیجئے گا کہ جب بھی آپ under utilization of budget کی بات کرتے ہیں تو یہاں پر فنانس منسٹر صاحب کا ہی بیان تھا کہ 46 to 48 percent utilization ہوئی۔ اس کو مختلف لوگوں نے انتہائی negative طور پر exploit کیا، میں as a neutral member یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ جو over saving ہے، ایک excess and surrender statement ہوتی ہے جسے submit کرنے کا پہلا آرڈر مارچ میں ہوتا ہے اور مئی میں دوسرا آرڈر ہوتا ہے۔ excess and surrender statement اس ایوان کو بھی بتائی جائے کہ آخر 50/60 فیصد پیسا جو utilize نہیں ہو سکا وہ بعد میں کدھر چلا جاتا ہے، وہ پبلک اکاؤنٹ کمیٹی میں جاتا ہے اس کے بعد اس کی آڈٹ رپورٹیں ہوتی ہیں اس میں ایک اتنا لمبا procedure

negative اور الزامات، زمروں اور دوسرے discredit جو 60 فیصد بجٹ involved ہوتا ہے کہ politics میں استعمال ہو جاتا ہے یہ اس ایوان اور اس پنجاب کا پیسا ہے اس عوام کو یہ submit کیا جائے کہ consolidated statement to excess and surrender اگر اس ایوان میں دے دیں تو یہ اتنا بڑا short cut ہوگا کہ جس کا کوئی حساب نہیں۔ اس کے ساتھ جو rules and procedure Drawing and Disbursement Officers کو دیا جائے یہ بجٹ کا اتنا سنگین مسئلہ ہے کہ جس کو بالکل address نہیں کیا گیا۔ میں اس امید سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اس ایوان کو بجٹ میں زیادہ فعال بنانے کے لئے ہمیں بہت concrete باتیں کرنا پڑیں گی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کروں گی کہ پنجاب اسمبلی سکیورٹی سٹاف کی طرف سے میرے پاس ایک اپیل آئی ہے کہ ان کی تنخواہیں بھی پولیس کے برابر کی جائیں۔ وہ بھی terrorism میں trained ہیں ان لوگوں کی بھی سپیشل ٹریننگ ہوئی ہے اور میں ساہی صاحب کا reference دوں گی کہ کسی اور اسمبلی میں کچھ اور نہیں بھی ہوتا تھا لیکن وہ اپنے سٹاف پر ضرور شفقت فرماتے تھے۔

جناب سپیکر: اُن کی اور duties ہیں، اِن کی اور duties ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! آپ بڑے اچھے ہیں، بڑے دل والے ہیں، خدارا! ان کی طرف بھی توجہ کیجئے گا۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شوکت محمود بسرا، ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر کا مطلب پوائنٹ آف آرڈر ہی ہوگا۔ جی، بسرا صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری (چودھری شوکت محمود بسرا، ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنی بہن کا بہت احترام کرتا ہوں۔ میں صرف ایک بات کروں گا کہ جب میری بہن نے پنجابی کا ایک شعر پڑھا تو ساتھ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہمیں پنجابی کہلانے کا حق نہیں ہے۔ میں نے کل بھی یہ بات کہی تھی کہ آج ہمیں پاکستانی بننے کی ضرورت ہے۔ یہاں صوبائیت کی بات نہیں کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، اللہ رکھا صاحب!

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں خادم اعلیٰ پنجاب، شہباز پاکستان میاں محمد شہباز شریف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جن کی انتھک محنت اور کوششوں سے اتنا شاندار بجٹ پیش کیا گیا۔ اس بجٹ میں تعلیم کا شعبہ ہو یا صحت کا شعبہ ہو، زراعت ہو یا دیگر شعبے ہوں اللہ کے فضل و کرم سے ہر سطح پر بہت سہولتیں دی گئی ہیں اس سے پہلے جن کی مثال نہیں ملتی۔

جناب سپیکر! آج اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی اور میری حکومت جس طرح عوام کی خدمت کا تہیہ کئے ہوئے ہے اس کی مثال بھی اس سے پہلے نہیں ملتی۔ آج کوئی غریب آدمی ہسپتال چلا جائے جس کی پہنچ دوائیوں تک نہیں ہے تو وہ بھی وہاں سے صحت یاب ہو کر نکلتا ہے۔ اسے وہاں پر مفت ادویات ملتی ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے شعبہ میں دیکھیں کہ ایسے والدین جو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکتے ہیں۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم بھی اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں کیونکہ کسی بھی سکول میں فیس نہیں ہے اور کتابیں مفت مہیا کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے وہ دور دیکھا ہے، آپ نے بھی وہ دور دیکھا ہے اور میرے دوستوں نے بھی وہ دور دیکھا ہے کہ جب کبھی ہم اس ڈکٹیٹر کی ڈکٹیٹر شپ کو ختم کرنے کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ہم انصاف کے تقاضوں کے لئے کوشش کیا کرتے تھے۔ میں پچھلے دنوں سوات گیا ہوا تھا تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اپنے کانوں سے سنا ہے کہ سوات کے لوگ بھی فوڈ سپورٹ پروگرام چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہی پروگرام سرحد میں بھی ہو اور وانا میں بھی ہو۔ وہاں چارسدہ کے لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا تھا کہ پنجاب والے ایسا کریں کہ سستی روٹی کا پروگرام ہمارے صوبہ سرحد میں بھی شروع کریں۔ یہ پنجاب حکومت کا کارنامہ ہے کہ اس پروگرام کو سرحد والے بھی سراہتے ہیں، بلوچستان والے بھی مانتے ہیں اور سندھ والے بھائی بھی مانتے ہیں۔ اس وقت ہی کوئی کسی کے پروگرام کو مانتا ہے جب اس کا فائدہ ایک عام آدمی تک پہنچتا ہے۔ آج وہ ماں جو سارا دن یہ سوچنے میں گزار دیتی ہے کہ کس طرح میں نے اپنے بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ وہ 10 روپے میں 5 روٹیاں لے کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی ہے تو دعائیں دیتی ہے۔ وہ میری ماں اور بہن جو اپنی عزت کے خوف سے گھر سے نہیں نکلتی تو

اس ماں کو ایک مہینے کے بعد ایک ہزار روپیہ فوڈ سپورٹ پروگرام کی مد سے جاتا ہے تو وہ بھی دعا دیتی ہے اس لئے اللہ کے فضل و کرم سے جو پروگرام شروع ہوئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی میری اور دوستوں کی کوششوں سے یہ پروگرام کامیاب ہوں گے۔ ہم اس کے لئے کوشش کرتے رہیں گے اور لوگوں کی دعائیں ہمارے قائد اور ہمارے ساتھ رہیں گی اور یہ پروگرام بھی جاری رہیں گے۔ میں آخر میں ایک مرتبہ پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب محمد نوید انجم صاحب!

جناب محمد نوید انجم: الحمد للہ رب العلمین۔ الصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شروع اللہ عزوجل کے نام سے جس کے قبضہ قدرت میں موت اور حیات ہے۔ درود میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کے وسیلے سے ہمیں قرآن اور ایمان کی دولت میسر آئی۔

قابل احترام سپیکر صاحب! میں بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے بجٹ پر بات کرنے کے لئے مجھے کچھ وقت عنائت فرمایا۔ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور وزیر اعلیٰ کو بھی مبارک پیش کرتا ہوں کہ جن کی شبانہ روز محنت سے پنجاب کے ہر محکمے کو balance کرتے ہوئے یہ بجٹ پیش کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں خاص طور پر تعلیم پر بات کرنا چاہوں گا۔ میرے وطن کو بنے 62 سال ہو گئے۔ ہم قوم کے نونہالوں کو اس طرح تعلیم نہیں دے سکے جس طرح وطن عزیز کو serve کرنے کے لئے تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت تھی۔

جناب سپیکر! اللہ رب العزت نے جبرائیل کو سرکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور انھوں نے فرمایا کہ اقراء باسم ربک الذی خلق۔ دنیا میں کوئی دین ایسا نہیں ہے جو پڑھنے سے شروع ہو۔ میرا دین اللہ نے اقراء سے شروع کیا۔ پڑھائی کی اہمیت کو خادم اعلیٰ پنجاب نے جس دکھ کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ میں اس کی چند ایک مثالیں آپ کو پیش کرتا ہوں۔ ان بڑے ایوانوں میں اگر ایم پی ایز نہ ہوں تو میرے خیال میں کسی کا کوئی استحقاق نہیں ہو گا۔ ایم پی ایز آئیں گے تو ان کا کوئی استحقاق بنے گا۔ ہم نے بڑی عمارتیں بنائی ہیں، بڑے سکول بنائے ہیں، بڑے کالج بنائے ہیں، بڑی

آئی ٹی کی یونیورسٹیاں بنائی ہیں لیکن دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ 1992 سے اساتذہ کرام کی بھرتی پر پابندی ہے۔ آپ محسوس کریں کہ اگر میرے بچے کو ایک سال ریاضی کا استاد میسر نہ آئے یا فزکس، کیمسٹری، بیالوجی اور کمپیوٹر کا استاد میسر نہ ہو تو کیا وہ بچہ موجودہ حالات کے مطابق requirements پوری کر سکتا ہے۔ یہ بدبختی کی بات ہے کہ میرے بچوں کو پچھلے 17 سالوں سے upgraded استاد میسر نہیں آئے۔ سکولوں کی عمارتوں میں بچے تو تھے لیکن انھیں پڑھانے والے اساتذہ نہیں تھے۔ میرے قائد نے اسے محسوس کیا ہے اور ستمبر تک ساری بھرتیاں کھولی گئی ہیں۔ میرے بچوں کو پڑھانے کے لئے اساتذہ کرام مقرر کئے جا رہے ہیں۔ ان کی علم دوستی کا یہ ایک پہلو ہے۔ تعلیم کے ہر شعبے میں اتنی ترقی ہو گئی ہے کہ 17 سال پہلے جو استاد بنا تھا وہ میٹرک اور سی ٹی تھا۔ وہ آج میرے بچوں کو proper serve نہیں کر رہا۔ انشاء اللہ میرے اللہ نے چاہا تو جو نئے اساتذہ کرام میرے بچوں کو پڑھائیں گے اور میرا یہ وطن ترقی کرے گا۔ انھیں ایسے حالات میسر آئیں گے۔ اس لئے اساتذہ کرام کی بھرتیوں کے لئے بجٹ رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جو پہلے اساتذہ تھے ان کی ٹریننگ کے لئے اس بجٹ میں بڑی خاطر خواہ amount رکھی گئی ہے اس سے آگے آپ علم دوستی کا اندازہ اس چیز سے لگائیں کہ تمام سکولوں میں آئی ٹی کے شعبے پر بڑی خاص توجہ دیتے ہوئے more than four thousand سکولوں میں computer and science labs بنائی جا رہی ہیں۔۔۔

(اذان ظہر)

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ایک اہم issue پر آپ نے میری duty لگائی تھی۔ ہمارے ایک ایم پی اے شاہان ملک صاحب نے ابھی ایک point raise کیا تھا کہ ضلع اٹک میں کالا چٹا رینج کی جگہ پر جنگل میں شدید قسم کی آگ لگی ہوئی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں سیکرٹری جنگلات کو بلایا تھا اور شاہان ملک صاحب کو بٹھا کر ان کی آپس میں میٹنگ کروا دی ہے تو وہ اس سلسلے میں کافی مطمئن ہیں۔ اب وہ دونوں حضرات اس کو deal کریں گے اور اس پر جو بھی progress ہو گی اس کے بارے میں ایک دو دن تک بتا دیا جائے گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ نوید صاحب! ایک منٹ میں wind up کریں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! ابھی تو دس منٹ نہیں ہوئے، ایک منٹ تو اس کے بعد آئے گا۔ جب اذان مبارک شروع ہوئی ہے تو اس وقت ابھی پانچ منٹ ہوئے تھے۔

جناب سپیکر: پھر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اب اس کو wind up کروں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! اگر آپ حکم فرماتے ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ میں آپ کی مرضی سے ایسے نہیں کر سکتا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے custodian ہیں، حکم فرمائیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگر ہاؤس چاہتا ہے کہ آدھے گھنٹے کا وقفہ کر لیا جائے تو مجھے بتائیں۔

معزز ممبران: کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا جاتا ہے اور ٹھیک اڑھائی بجے ہم انشاءاللہ دوبارہ ملیں گے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب سپیکر 2 بج کر 30 منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: محترمہ طیبہ ضمیر!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! شکریہ۔

سچائی چھپ نہیں سکتی کبھی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

جناب سپیکر! میں آپ کو، اس ایوان کو اور تمام ممبران کو حکومت کی طرف سے کامیاب بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میں اس ایوان کو پاکستان کی 20/20 کرکٹ کپ جیت کی بھی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ آج میرے فاضل ممبران نے پولیس کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا لیکن الحمدللہ یہ

credit اللہ پاک نے اپنے اس فلسفی اور اس مفکر وزیر اعلیٰ کو دیا۔ یہ پولیس جو ملک میں امن قائم کرتی ہے، پولیس ہماری جان ومال کا تحفظ کرتی ہے، یہ وہ فورس ہے جس کی ڈیوٹی 24 گھنٹے ہوتی ہے اس لئے ان کی تنخواہوں میں اضافہ ہونا چاہئے۔ میں آج اس معزز ایوان اور آپ کے توسط سے یہ بھی گزارش کروں گی کہ ہم اس ائر کنڈیشنڈ ہال میں بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ سپاہی جو 8 ہزار روپے تنخواہ لے کر کڑکتی دھوپ میں بندوق لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ اس کو پانی ملتا ہے نہ اس کے لئے چھاؤں کے لئے چھتری ہوتی ہے میں اس کے لئے 50 ہزار روپے contribution دیتی ہوں۔ آج آپ ان کے لئے پانی کا انتظام بھی کیجئے اور جو کانسٹیبلز کھڑے ہوتے ہیں ان کے لئے چھتریوں کا بھی انتظام کیجئے۔ ہم humble and wise کے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا Constables جان نہیں رکھتے، کیا ان کے کوئی rights نہیں ہیں؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہمیں اس پولیس آفیسر کی سفارش، تعیناتی اور اس کو promote کرنے کی recommendation نہیں کرنی چاہئے جو راشی ہو اور عوام کے حقوق کو بیچتا ہو۔ یہاں پر ہمیں رائی کا پہاڑ نہیں بنانا چاہئے۔ میں آج اپنے سینئر لیڈر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کو داد تحسین پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: وہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ہیں، آپ ان کا نام پوری طرح سے لیں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میں ان کا پورا نام لیتی ہوں وہ میرے لیڈر ہیں اور میں بہت عرصہ سے ان کے ساتھ ہوں۔ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب۔ آپ دیکھیں کہ فہم وفراست کسے کہتے ہیں، عقل و دانشمندی اور فلسفیانہ انداز کیا ہے؟ پانی کے لئے بات کتنی بڑھی اور انہوں نے چار لفظوں میں ہی۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ سپلیمنٹری بجٹ پر بات کریں، آپ کیا کر رہی ہیں؟

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! یہ پانی کا مسئلہ اور burning question بھی اسی کا حصہ ہیں۔ آج یہاں پانی کی بات ہو رہی ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھے قلندر کی یہ بات
جب تو جھکا غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من میرا

جناب سپیکر! میں خود کسان ہوں۔ پنجاب ہو یا بلوچستان اس کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔
There is behind something

جناب سپیکر: محترمہ! لگتا ہے آپ کے شعر کو بھی درست کرنا پڑے گا۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! میرا شعر بالکل ٹھیک ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھے قلندر کی یہ بات
جب تو جھکا غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من میرا

جناب سپیکر: نہیں نہیں، یہ ایسے نہیں ہے۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! یہ ایسے ہی ہے۔

جناب محمد خرم گلفام: جناب سپیکر! یہ شعر اس طرح ہے کہ:

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا رہا نہ من میرا

محترمہ طیبہ ضمیر: اس میں "رہا" نہیں ہے۔ جو میں نے بولا وہ correct ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! آج کل بیوروکریسی پر تنقید کرنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ یہ رواج بہت ہی غلط ہے۔ دیکھیں! Parliament, Executive, Judiciary, Media یہ ایک ریاست کے چار اہم pillars ہیں۔ وہ ہمارے سے ہیں۔ وہ intelligences ہیں ہمیں frictions نہیں بڑھانی چاہئیں۔ black sheep جیسے ہمارے اندر موجود ہیں اسی طرح سے ان لوگوں میں بھی ہیں۔ ہمیں اپنی بھی اور ان کی بھی accountability کرنی چاہئے۔ یہ بات میں نے اسی طرح سردار صاحب سے کی انہوں نے اپنی فراست سے گھمبیر مسئلہ کو طے کرنے کی ممکن حد تک کوشش کی۔ اسی طریقے سے اگر کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے تو ہمیں صبر و تحمل کے ساتھ انہیں اپنی جگہ رکھ کر سوچنا چاہئے۔ ہم ایک دو گھنٹہ ایوان میں بیٹھتے ہیں، ایوان کیا pay کرتا ہے، ایوان نے ہمیں کتنی عزت دی ہے، عوام سے ہم

کیا وصول کرتے ہیں، وہ پیسا قوم کے ٹیکسوں سے نہیں آتا، وہ قومی خزانہ سے نہیں آتا جو دولت یہاں پر خرچ ہوتی ہے؟ یہاں ایوان میں ہمارے لئے ایک دو گھنٹہ بیٹھنا دشوار ہو جاتا ہے، ہمیں بھی اس floor پر کھڑے ہو کر اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ ہم اپنے حلقوں میں، میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم امین ہیں، آپ امین ہیں۔ آپ کو فنڈز دیئے جاتے ہیں اور آپ کے حلقوں میں سرکاری، سیاسی، سماجی، اقتصادی عوام کے جو کام ہوتے ہیں آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس کو watch کریں۔ یہ ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے، کیسے ہو رہا ہے، کون کر رہا ہے؟ تو خدا کی قسم تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

سچ آکھاں تے بھانبڑ مچدا اے
جھوٹھ آکھاں تے کجھ نہ بچدا اے
بجھ بجھ جیجا کہندی اے
منہ آئی نہ گل رہندی اے

آج ہم بجٹ کو دیکھیں اور پیچھے کی طرف نگاہ دوڑائیں تو کیا کچھ نظر آتا ہے لیکن آفرین ہے ان سول سرونٹس پر اور ان کے وژن پر اور وزیر اعلیٰ کی ٹیم پر جو ان پیچیدہ حالات میں قوم کو لے کر آگے بڑھے ہیں۔ آج کسی نے گلے میں روٹیاں نہیں ڈالی ہوئیں اور باہر کھڑا ہو کر احتجاج نہیں کر رہا، آج کوئی ایسا احتجاج سامنے نہیں آ رہا۔ یہ اسی فلسفیانہ اور مفکرانہ سوچ اور طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ عوام مطمئن ہوتے ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ پولیس کی تنخواہیں بڑھی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا منشور ہے ہم تمام سول سرونٹس کی تنخواہیں اللہ رب العزت اتنی توفیق دے کہ ایک ایک لاکھ روپے تک لے جائیں۔ آج جس طریقے سے یہ بجٹ سامنے آیا ہے اگر ہم اسمبلی کے سٹاف کو بھول جائیں گے، کیا اسمبلی کے ملازمین کو آپ فراموش کر سکتے ہیں جنہوں نے انتھک محنت کی، جنہوں نے رات کو بھی دن کو بھی ڈیوٹی دی اور اس قوم کے لئے، اپنی پنجاب کی عوام کے لئے یہ بجٹ تیار کیا۔ بجٹ میں اگر ایجوکیشن کی ریفارمز کی بات کی جائے تو اس بحث کے لئے کئی دن درکار ہیں لیکن وقت کی قلت سامنے ہے۔ آپ 1995,96,97,98,99 میں دیکھیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کس انداز میں ایجوکیشن کی پالیسیاں بنائیں، آئی ٹی کے شعبوں میں کام کیا اور مختلف شعبہ ہائے جات میں کام کیا کیونکہ وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی

جو کہ تعلیم سے بہرہ ور نہ ہو ہماری ترقی کا راز، ہماری خوشحالی، ہمارا امن وامان اسی میں پنہاں ہے کہ ہم اپنے پاکستان کے ہر فرد کو بلاتمیز، بلاتفریق تعلیم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کر دیں۔ آج بھی میں جانتی ہوں کہ بہت سے ماہرین تعلیم جایا کرتے تھے کہ ہمیں کوئی میاں شہباز شریف کی غلطی مل جائے میاں شہباز شریف کے وقت کی ایجوکیشن پالیسی میں تو آخر کار وہ یہی کہتے تھے کہ ان کی پالیسیوں کو لے کر ہم آگے بڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ بہت مہربانی۔ محترم! آپ کے پاس پانچ منٹ ہیں پانچ منٹ آپ نے پہلے لے لئے ہیں۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا تھا کہ اغیار کے ہاتھوں اپنی ایجوکیشن کو گروی رکھ کر قومیں ترقی نہیں کیا کرتیں۔ پچھلے آٹھ سالوں میں یوایس ایڈ پروگرام کے تحت میرے قوم کے نونہالوں کو ان کے سُپرد کر دیا گیا۔ جو care کے نام پر میرے بچوں کو educate کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں احتجاج کرتا ہوں اس پر کہ اسے جتنی جلدی ہو سکتا ہے wind up کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: کس کو ختم کیا جائے ؟

جناب محمد نوید انجم: یہ جو care adopted ادارے ہیں۔ میرے وطن کے سرکاری اداروں کو ان کے ہاتھوں میں ٹیچرز کی کمی کی وجہ سے دے دیا گیا ہے۔ الحمدللہ! ٹیچرز کی کمی کو پورا کیا جا رہا ہے اور یہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے یہ اپنے cycle میں واپس آئیں۔ اپنے وطن کی ایجوکیشن کو آگے لے کر چلیں۔ میں آپ کی توجہ اس سے بھی اہم اور گھناؤنے مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ایجوکیشن پالیسی کی وجہ سے طبقاتی تقسیم بہت کھل کر سامنے آئی ہے اسے روکنے کے لئے میری تجویز ہے کہ ایجوکیشن سیکٹر میں پیسے رکھے جائیں۔ بیکن ہاؤس سسٹم سے لے کر ٹاٹ سکول تک اور مسجد پرائمری سکول تک ایک نصاب ہو۔ وطن کے ساتھ محبت کرنے والے یہاں سے پڑھ کر نکلیں اور اپنی دھرتی کے کھیتوں اور کھلیانوں میں سونا اُگلنے والی فصلیں پیدا کریں۔ ایسے نونہالوں کو educate کیا جائے جو وطن کے انجینئر بنیں، سائنسدان بنیں، جج بنیں جو بہترین جسٹس کا نظام قائم کر سکیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے اپنے وطن کو آگے لے کر جانا ہے تو صرف اور صرف ایک شعبہ ایسا ہے جس کو ہم focus کر لیں تو میرا وطن بہت جلد آگے نکل سکتا ہے اور وہ ایجوکیشن کا ہے۔ اگر ہم اگلے پانچ سالوں میں اپنے قائد کے وژن کے

مطابق ایجوکیشن کو focus کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو بہت جلد ایسے سائنسدان باہر آئیں گے جن پر ہمارے قومی ہیرو ڈاکٹر قدیر جیسے سائنسدان بھی فخر کریں گے اور ہمارے سر فخر سے بلند ہوں گے جو زیر زمین لیبارٹریوں سے نت نئی inventions کریں گے اور اپنے دشمن کی ہر invention کا proper جواب دیں گے۔

جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کے ذریعے سے اپنے حلقے کے ایک دو مسائل سامنے لانا چاہتا ہوں۔ پچھلے آٹھ ماہ سے ہم نے ڈگری کالج کے لئے اپنے حلقے میں اپنے پاس سے ہائر ایجوکیشن کو جگہ دی ہے جو کہ ہائر ایجوکیشن کے نام ہو چکی ہے، اس کے نقشے بن چکے ہیں، وہ ہر پلیٹ فارم پر منظور ہو چکا ہے۔ بجٹ کی کتابوں میں 2 ہزار اور 69 ملین روپیہ block allocation میں رکھا گیا ہے مگر اس میں mention نہیں کیا گیا کہ یہ پیسا کس کس کالج، کس کس آئی ٹی یونیورسٹی، کس کس سکول پر کتنا کتنا، کس کس مد میں لگے گا؟ میری خواہش ہے کہ اسے clarify کر دیا جائے تاکہ ہمارے علاقے میں میری بیٹیوں کا جو ڈگری کالج تھا یہ اگلے سال میں بن سکے اور دوسرا یہ مسئلہ اس ایوان کے ذریعے بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میری چار، پانچ ماہ کے بعد باری آئی ہے۔ میں یہ آخری بات wind up کرتے ہوئے آپ کے knowledge میں لانا چاہتا ہوں۔ میں نے گیارہویں اجلاس میں تحریک التوائے کار پیش کی تھی کہ پی پی۔145 میں موضع ہربنس پورہ ہے جہاں پر صحافی کالونی exist کرتی ہے اس پراجیکٹ کو linger on کیا جا رہا ہے، سات ماہ پہلے اس کی چار دیواری کے لئے ایل ڈی اے کو پیسے دیئے جا چکے ہیں۔ یہ ابھی تک مکمل نہیں ہوئی ہے اور اس میں سب سے شرمناک بات یہ ہے کہ اس موضع میں دو سو سات کنال پر کچھ طاقت ور لوگوں نے قبضہ کر کے پرائیویٹ کالونیاں develop کی ہیں جو کہ سرکاری اراضی پر تھا اس معاملے کو گیارہویں اجلاس میں آپ نے take up بھی کیا تھا اور جمعہ تک کے لئے ٹائم دیا تھا کہ اس کا ہم جواب دیں گے اور جمعرات کو اجلاس ختم ہو گیا تھا اور اس کے بعد [***] گورنر راج آیا اور وہ ساری چیزیں pending ہو گئیں۔ اگر میرے وطن کی سرکاری املاک پر یونہی قبضے ہوتے رہے اور حکمرانوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔۔۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے الفاظ حذف کر دیئے گئے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ لاء منسٹر صاحب نے اس پر کچھ بیان دیا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: اگر حکمرانوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی تو میرا نہیں خیال کہ سرکاری املاک قبضہ گروپوں سے محفوظ رہ سکیں گی۔ اس پر بڑا serious action ہونا چاہئے۔

محترمہ بشریٰ نواز گردیزی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ [***] ہندی زبان کا لفظ ہے اسے کارروائی سے حذف کیا جائے۔ یہاں پر ہندی بولنے کی اجازت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، جی! [***] حذف کر دیا جائے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! یہ [***] ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ انھوں نے طنزاً بات کی ہے۔ جی، اللہ رکھا صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! میں نے ایک بات کرنی ہے۔ میرے دوست سرکاری اراضی پر قبضے کی جو بات کر رہے ہیں میں اس کی تائید کرتا ہوں اور یہ جو بات کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔ اس کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، یہ لاء منسٹر صاحب کے پاس ہے۔ آپ ان کو ذرا مل لیں۔

جناب محمد نوید انجم: میرا پچھلا ریکارڈ گواہ ہے کہ اس معزز ایوان میں، میں نے یہ اپنی تحریک التوائے کار پڑھی تھی اور جمعہ تک کا ٹائم لیا گیا تھا اور جمعرات والے دن گیارہویں سیشن کو ختم کر دیا گیا تھا۔

جناب سپیکر: تو اتنی دیر کے بعد آپ نے اب یاد کروایا ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میری تو آج باری آئی ہے وہ بھی آپ کی نظر کرم ہوئی ہے تو۔۔۔

جناب سپیکر: وہ اب اس وقت تشریف فرما نہیں ہیں۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر لیتے اور ان سے بات کرتے۔ جی، محترمہ!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! لسٹ کے مطابق میرا نام چھٹے نمبر پر ہے۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، عائشہ جاوید صاحبہ!۔۔۔ نہیں ہیں تو محترمہ سیمل کامران صاحبہ!

محترمہ سیمل کامران: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Thank you very much. Mr. Speaker!
ابھی سب لوگ بات کر چکے ہیں اور وہ amount بھی ہمیں پتا چل چکی ہے تو کھرب، ارب، کروڑ، لاکھ اور ہزار کوئی figure اس میں missing نہیں ہے جو supplementary budget کے لئے demand کی گئی تھی۔

جناب والا! میں سب سے پہلے تو انتہائی ادب کے ساتھ یہی کہنا چاہتی ہوں کہ یہ اس بات کا اقرار ہے جو ہم کہتے ہیں تو ہمارے اوپر تنقید کی جاتی ہے کہ بیوروکریسی کی under nineteen team نے پچھلی دفعہ بھی ایک ایسا بجٹ پیش کیا تھا اور ابھی بھی انہی کی خدمات حاصل کی گئی ہیں یہ شاید اس بات کا اقرار ہے جو کھرب، ارب، کروڑ، لاکھ، ہزار کوئی figure اس میں سے missing نہیں ہے تو اس بات کا اقرار کرنے کے لئے میں شکریہ ادا کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن، ہیلتھ، انڈسٹریز، لاء اینڈ آرڈر، ایگریکلچر کوئی بھی سیکٹر جو supplementary budget ہے اس سے مستثنیٰ نہیں ہے سب کچھ اس میں شامل ہے۔

ایجوکیشن کے لئے 66 کروڑ، ہیلتھ 40 کروڑ سے زائد، انڈسٹریز 11۔ارب سے زائد اس کے باوجود انڈسٹریاں بند ہیں۔ کوئی بند انڈسٹری نہیں کھلی سوائے ایک انڈسٹری کے جو لوٹوں کی انڈسٹری ہے۔

جناب والا! ایگریکلچر پر تقریباً 94 کروڑ روپے سے زائد خرچ ہوا ہے لیکن اس کے باوجود آج بھی کسان رو رہا ہے۔ آج بھی ہمارا حقہ پانی بند ہے، پہلے حقہ بند تھا اور اب ہمارا پانی بھی بند ہو گیا ہے۔ کوئی اقدامات نہیں کئے گئے۔ کھاد کے لئے، بیج کے لئے، باردانہ کے لئے ہم پر نئی نئی شرطیں لگائی گئیں۔ ہماری تذلیل کی گئی۔ چاول ہم نے اگایا، ہمارے چاول کو سستے داموں فروخت کیا گیا، انڈین ایکسپورٹرز نے اس پر اپنے stamps لگائے، اپنے تھیلوں میں ڈالا اور انٹرنیشنل مارکیٹ میں اس سے profit حاصل کیا۔

جناب والا!9۔ارب سے زائد رقم ڈویلپمنٹ کے لئے خرچ کی گئی۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ڈویلپمنٹ صوبہ میں ہونی ہے۔ڈویلپمنٹ کے بغیر کسی صوبہ کا گزارا نہیں ہے۔

جناب والا!پولیس سٹیشنز کی construction، ان کی alteration، واٹر سپلائی، ڈرین اور سولنگ کی سکیمیں، میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ after thoughts کیوں آئی ہیں؟ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کے بغیر کسی صوبہ کا گزارا نہیں ہے۔اتنی اہمیت کی حامل چیزوں کو بجٹ میں کیوں نہیں شامل کیا گیا؟اس وقت یہ چیز کیوں نہیں consider کی گئی کہ یہ دو روپے کی چیز پر بعد میں سو روپے خرچ ہونے ہیں۔

جناب والا!اس کے بعد آپ یہ دیکھیں کہ ہمارے لئے اتنا افسوس کا مقام ہے کہ سبسڈیز کے نام پر غلہ، چینی، آٹا اور المعروف سستی روٹی، ایک کھرب، سترہ ارب، انتالیس کروڑ، سولہ لاکھ، ترپن ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں لیکن انتہائی افسوس ہے کہ سبسڈی کے نام پر جو یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ہم عوام کو direct relief دیں گے، اس سے پہلے چینی تیس روپے کلو تھی اب چالیس روپے سے زائد بک رہی ہے۔آٹا آج بھی مہنگا ہے تو یہ پیسے کہاں گئے؟ یہ سبسڈی کس کو دے رہے ہیں؟ بیوروکریسی کو دے رہے ہیں یا اپنے ان ووٹرز، سپورٹرز کو دے رہے ہیں جنہوں نے ان کی campaign کی ہے، ان کے لئے ووٹ اکٹھے کئے ہیں۔

جناب والا!پنجاب ایگزامینیشن کمیشن، ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ سے related ہے اور یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ جب آپ نے کسی قوم کو تباہ کرنا ہے تو ان کے تعلیمی ادارے بند کر دیں، وہ قوم automatically تباہ ہو جائے گی۔میں نے اس دن ایجوکیشن منسٹر کی تقریر میں سنا تھا کہ ہم نے 22لاکھ بچے اور بچیوں سے امتحان لئے ہیں اور پھر انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے دس لاکھ بچوں کو بھرتی کیا۔یہ تو مجھے شیخ چلی والی بات نظر آ رہی ہے کہ میں نے یہ کر دیا، میں نے وہ کر دیا۔مجھے بتائیں کہ یہ سب کچھ کہاں ہوا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے، یہ ہمیں کس طرح پتا چلے گا کہ اتنا بڑا کارنامہ جو ہے وہ معرض وجود میں آیا ہے، کچھ ہمیں بھی details کے بارے میں بتائیں، آپ supplementary کی budget book دیکھیں کہ وہ بھری ہوئی ہے جس میں unspecified, unidentified اور unseen جو heads ہیں ان سے وہ بھری ہوئی ہے،

صرف یہ لکھ کر وہ فارغ ہو گئے ہیں کہ انھوں نے various heads میں جو یہ typical terms use کی ہے وہ بھی میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں جس کی مجھے بالکل سمجھ نہیں آئی۔ اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ funds under various objects تو براہ مہربانی مجھے بھی بتائیں کہ یہ funds کیا ہیں؟ ایسا نہیں کہ ایک سادہ کاغذ ممبران کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ آنکھ بند کر وا ور انگوٹھے لگا دو۔ یہ کوئی انصاف نہیں ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس بات سے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے کہ یہ لوگ یہاں آکر اپنے حلقوں کو represent کر رہے ہیں اور ان کو اتنے بڑے بڑے کروڑوں، اربوں، کھربوں روپے کی جو information ہے اس کے بارے میں وضاحت ہی نہیں فرمائی گئی، شاید ہمیں اس قابل ہی نہیں سمجھا جا رہا، we are just nobodies کہ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب والا! اس کے بعد جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اس ہاؤس کو اسی سیشن میں join کیا ہے اور خادم اعلیٰ صاحب نے ایک روایت قائم کی تھی کہ جس پر میں انہیں appreciate کرتی ہوں کہ ان کے کہنے پر پہلی دفعہ ہمارے فنانس منسٹر نے pre-budget speech کی تھی اس پر میں ان کو appreciate کرتی ہوں لیکن میں یہ گزارش بھی کرتی ہوں کہ خادم اعلیٰ صاحب ایک اور نئی روایت قائم کریں کہ یہ موٹی موٹی کتابیں جن کو پڑھنے کے لئے ہمیں صرف دو دن دیئے ہیں تو براہ کرم کم از کم ایک مہینہ یا کم از کم اتنا ٹائم ہو کہ ہم واقعی ان کو سچ مچ پڑھ سکیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ دو دن میں یہ تین چار موٹی موٹی کتابیں کوئی پڑھ سکتا ہے اور میں آپ کو یہ ensure کرتی ہوں کہ اس طرح کرنے سے اس کے بڑے positive results ہوں گے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ایک بہت اہم issue ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں کہ اس کو تنقید برائے تنقید کے طور پر نہ لیا جائے، یہ صرف میں نہیں کہہ رہی، میری بھی reservations ہیں اور میڈیا بھی اس کو highlight کر چکا ہے۔ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گی کہ لوکل کمیٹیاں مکمل نہ ہونے کے باعث پنجاب کے ساڑھے بارہ لاکھ مستحقین اس سال بھی زکوٰۃ سے محروم رہ جائیں گے۔ جولائی 2008 سے تا حال زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی۔ نادار مردوں اور بے سہارا عورتوں کو زکوٰۃ نہیں ملی۔

جناب سپیکر: یہ آپ اخبار کو چھوڑیں۔

محترمہ سیمل کامران: نہیں۔ یہ ایک ایک بات بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں جو وجہ بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ضلعی کمیٹیاں نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ چھوڑ دیں۔ جو بات اخبار میں آ چکی ہے وہ سب نے پڑھ لی ہو گی، آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! اگر اخبار میں آ گئی ہے اور سب نے پڑھ لی ہے تو اس سے میرے افسوس اور رنج میں اضافہ ہو گیا ہے کہ اس کے باوجود اس کا کچھ نہیں ہوا۔ بیوروکریسی فیڈرل گورنمنٹ پر ڈال رہی ہے، فیڈرل گورنمنٹ یہ کہہ رہی ہے کہ وزیراعظم صاحب جب فارغ ہو جائیں گے، ان کے پاس ٹائم ہو گا تو وہ اس کی سمری پر دستخط فرما دیں گے۔ آپ priorities دیکھیں، آپ یہ دیکھیں کہ جن چیزوں کو اہمیت دی جا رہی ہے اور کسی نے یہ نہیں سوچا اس تمام امر کے ہوتے ہوئے کہ جب زکوٰۃ نہیں ملے گی، مستحقین تک ان کا حق نہیں پہنچے گا، وہ مرد، وہ خواتین، وہ بچے، وہ سٹوڈنٹس کہاں جائیں گے، کیا فوڈ سٹیمپ کا ایک ہزار روپیہ کسی سٹوڈنٹ کے لئے compensation ہے، دو روپے کی سستی روٹی کے جو واویلے مچائے جا رہے ہیں کیا وہ ان چیزوں کا حل ہے؟ زکوٰۃ کا ہم سب مسلمانوں کو پتا ہے کہ یہ بیوہ، یتیم، مسکین کا حق ہے تو ہم ان تک ان کا حق کیوں نہیں پہنچا رہے؟ سب کو پتا ہے، یہ ہم مان رہے ہیں اس کے باوجود پچھلے سال بھی اور انشاء اللہ اس سال بھی یہی کچھ ہو گا کہ ہم آنکھیں بند کر کے یہاں پر بیہوش بیٹھے ہیں، اس پورے بجٹ پر اگر پہلے تجاویز لے لی ہوتیں تو میں سمجھتی ہوں کہ شاید آج یہ نوبت نہ آتی کہ supplementary budget میں مجھے یہ وضاحت کرنی پڑتی کہ نرسز کو ignore کیا گیا ہے، ڈاکٹر احتجاج کر رہے ہیں، سب کچھ کر رہے ہیں، آپ ان کو پہلے تھانوں میں بند کرتے ہیں پھر negotiate کر لیتے ہیں۔ ہماری جو نرسیں ہیں چونکہ ان کے menofesto میں یہ شامل نہیں ہے، ان کو یہ اجازت نہیں ہے، ان کا جو constitution ہے ان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ احتجاج کریں اور آج ان کے ساتھ یہ حشر کیا گیا ہے کہ وہ آج تک contract پر ہی چل رہی ہیں۔ پنجاب سیکرٹریٹ میں جو ڈپٹی نرس بٹھائی گئی ہے، ان کو کوئی عورت نہیں ملی اور وہ بندہ بٹھایا ہوا ہے، انتہائی قابل افسوس بات یہ ہے کہ نرسز کی ترجمانی ایک مرد کر رہا ہے جس کے ساتھ میں نہیں سمجھتی کہ وہ comfortably اپنی problems کو share کر سکتی ہیں۔ جس طرح ڈاکٹروں کو بیرونی ممالک میں تعلیم حاصل کرنے اور ان کو well aware اور well inform ہونے کی ضرورت ہے، ڈاکٹر شفٹ میں ڈیوٹی کرتا ہے اور

نرسز وہ طبقہ ہے کہ جن کے حوالے ہم اپنے مریض کو کر کے آتے ہیں اور وہ ہم سے اچھی طرح سے اس کی دیکھ بھال کرتی ہیں، ان کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے، صحافی جو کہ ہمارے بھائی ہیں وہ ایک pillar کی حیثیت رکھتے ہیں ان کے لئے کالونیاں بنانا انتہائی احسن اقدام ہے۔ میں یہ درخواست کرتی ہوں کہ نرسز بھی oppressed community میں ہیں ان کے لئے بھی کوئی رہائشی کالونی بنائی جائے یا کم از کم انھیں پکا ہی کر دیں تو میں جناب کی بڑی مشکور ہوں گی۔ پولیس کے بجٹ میں 8۔ارب 83 کروڑ 64 لاکھ 20 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اگر آپ اسے انگریزی میں پڑھتے ہیں تو 8836.420 اگر آپ آخری تین ہندسوں پر غور کریں تو یہ 420 کا ہندسہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ حکومتی بنچوں سے اتنے لوگ اور ہم بجٹ اور ضمنی بجٹ پر دہایاں دے رہے ہیں تو میری نظر میں یہ سارا بجٹ چار سو بیس ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی مہربانی۔ شاباش۔ جی، میاں محمد رفیق صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ! ہاؤس کا ٹائم ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ۔ آپ کی نظر کرم سے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ میں سب سے پہلے وزیر خزانہ جناب کائرہ صاحب کو عوام دوست، غریب دوست بجٹ بنانے اور پیش کرنے کی کوشش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مجھ سے پہلے فاضل ممبر نوانی صاحب نے اس معزز ایوان میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں بھی متعدد مرتبہ یہی اظہار کر چکا ہوں کہ نشستن گفتن اور برخاستن کی کارروائی ہوتی ہے۔ بخدا آپ پارلیمنٹ کو، اسمبلیوں کو sovereign اور با اختیار بنائیں۔ میں اس سے آگے کی بات کرتا ہوں کہ قانون سازی کے علاوہ policy making اس پر عملدرآمد، check and balance اور کنٹرول کے اختیارات اسمبلیوں کو دیئے جائیں اور اسمبلیوں کو sovereign اور با اختیار ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں اندرونی اور بیرونی قرضوں میں جکڑے ہوئے پاکستان کو ذمہ داران نے کشکول بنا دیا ہے۔ چاروں صوبوں کے پاکستان اور خصوصاً پنجاب میں کبھی بھی سب اچھا نہیں تھا۔ ان حالات میں استحصال زدہ معاشرہ، قرضوں پر جیتے ہیں قرضوں پر مرتے ہیں شاید غالب نے اسی پر ہمارے لئے یہ شعر کہا تھا کہ:

قرض کی پیتے تھے مئے اور سمجھتے تھے
ہاں رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جناب سپیکر! محدود وسائل اور استحصال زدہ معاشرے میں موجود وسائل کے اندر رہتے ہوئے جناب خادم اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کے vision اور ان کی ہدایت پر جناب کائرہ صاحب نے ایک اچھا، متوازن، عوام دوست اور غریب دوست بجٹ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی عوام دوست اور غریب دوست تو نہیں کہا جا سکتا لیکن میں کوشش اور نیت کی تحسین کرتا ہوں اور یہ پیشکش تحسین کے قابل بھی ہے۔جب غریب دوست اور عوام دوست بجٹ آئے گا ابھی وہ منزل بڑی دور ہے۔شاید فیض صاحب نے انہی حالات اور ماحول کے لئے اس معاشرے کی اصلاح کے لئے یہ شعر کہے تھے۔

ابھی چراغ سر راہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ اور دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

جناب سپیکر! اب میں بجٹ میں درج چند نکات پر تھوڑی سی گزارشات پیش کروں گا وہ pro poor initiative ہیں میں ان کی تحسین کرتا ہوں کہ اس میں بہتری لانے کے لئے، اس میں خوشحالی لانے کے لئے اور اس میں improvement کی کوشش کی گئی ہے۔سب سے پہلے تو فوری اور سستے انصاف کی فراہمی کا ذکر ہے۔یہ انصاف کے ساتھ ایک مذاق ہے۔سستا انصاف کیا ہوا؟ فوری انصاف، انصاف ہے اور فوری انصاف ہونا چاہئے جس کے لئے جج صاحبان کی تین گنا تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔مجھے امید ہے کہ اب ہم انصاف کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! زراعت کی ترقی کے لئے بات ہوئی ہے۔کسان کو ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے لیکن نہایت افسوس والی بات ہے کہ اس ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کاشتکار کو اپنی ضروریات زندگی کے لئے، inputs کے لئے، اپنی کاشت اور پیداوار کو بہتر بنانے کے لئے جو چیز بھی

خریدنی ہے وہ دوسرے کے بھاؤ پر خریدنے پر مجبور ہے اور المیہ یہ ہے کہ جب کاشتکار نے اپنی فصل فروخت کرنا ہوتی ہے تو وہ بھی دوسرے کے بھاؤ پر فروخت کرتا ہے یہ ایک بہت بڑا استحصال اور ناانصافی ہے۔ اس میں inputs کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس میں کھادیں ہیں جن کی بلیک مارکیٹنگ ہوتی ہے یہ آج پہلی بات نہیں ہو رہی بلکہ ہمیشہ سے ہو رہی ہے۔ جب یوریا کی ضرورت ہوتی ہے تو یوریا کی بلیک مارکیٹنگ ہوتی ہے، جب فاسفورس کھادوں کی ضرورت ہوتی ہے تو فاسفورس کی کھادیں بلیک ہوتی ہیں۔ میں یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ایک مافیا ہے اور اس مافیا کی سرپرستی صوبائی حکومت کے اندر بھی اور مرکزی حکومت کے اندر بھی ہے۔ اگر یہ سرپرستی نہ ہو تو یہ بلیک مارکیٹنگ ہو ہی نہیں سکتی اور سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کھاد کی بلیک مارکیٹنگ ہو۔ اسی طرح سپرے اور زرعی ادویات ہیں میں اس کے لئے ایک comparison پیش کرنا چاہوں گا کہ ہندوستان کے اندر بھی یہی ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جو پاکستان کے اندر ہیں جو import کرتی ہیں۔ وہاں پر کھاد، دوائیں اور سپرے وغیرہ یہاں سے کئی گنا سستے ہیں لیکن پاکستان میں کئی گنا مہنگے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں کی حکومت people pro ہے اور جو ملٹی نیشنل کمپنی import کرتی ہے اس پر پابندی لگاتی ہے کہ آپ کو تین سال میں ملک کے اندر raw material پیدا کر کے یہاں ہندوستان کے اندر production کرنا ہو گی لیکن ہمارے ہاں یہ المیہ ہے کہ ان لوگوں کے لائسنس کی تجدید ہوتی رہتی ہے اور ان پر یہ پابندی عائد نہیں ہوتی۔ یہ کچھ import کے مسئلے ہیں اور کچھ کمیشن مافیا ہے جس وجہ سے کھاد کی بلیک مارکیٹنگ ہوتی ہے اور یہ کسان پر inputs کا بہت بڑا بوجھ ہے۔ پھر پانی کی بھی اتنی شدید کمی ہے کہ دریاؤں پر ہندوستان قبضہ کر کے بیٹھا ہے۔ ایک جرنیل نے دریا بیچ دیئے۔ ایک جرنیل نے کالا باغ ڈیم نہیں بننے دیا اور ایک جرنیل نے باقی تین دریا جہلم، چناب اور سندھ بھی دے دیئے کہ جو چاہو اس پر ڈیم اور برج بنا کر پاکستان میں پانی کی کمی کرتے رہو۔ میں گزارش کروں گا کہ پانی کی کمی اور کھاد کی بلیک مارکیٹنگ پر کوئی دن مخصوص کر کے اس پر بحث کروائی جائے۔

جناب سپیکر! میں آبپاشی کے متعلق تو عرض کر چکا ہوں کہ پانی کی شدید قلت ہے۔ میرے حلقے میں L.L.C کی لوئر گوگیرہ نہر ہے۔ لوئر گوگیرہ کی tail پر واقع بھاگٹ سب ڈویژن میں ایس ڈی او نہیں ہے۔ لوگ دن دہاڑے پائپ لگا کر وہاں سے پانی چوری کرتے ہیں اور دوسرے کاشتکاروں کو کم

دیتے ہیں۔ میں سیکرٹری آبپاشی کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو 98 ایس۔ڈی۔او کم ہیں،ان کی بھرتی کی جائے۔ بھلے آپ کریں۔ چونکہ ہمارا زیرزمین پانی کڑوا ہے، ہم brackish zone سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے فوری طور پر وہاں پر کوئی ایس۔ڈی۔او تعینات کیا جائے۔ ہماری سب ڈویژن کا ترکھانی کے ایس۔ڈی۔او کو additional charge دیا گیا لیکن وہ آتے ہی نہیں۔ اس لئے میں آپ کی وساطت سے درخواست کروں گا کہ اگر کوئی مستقل ایس۔ڈی۔او نہیں لگایا جا سکتا تو کمالیہ چونکہ میٹھے پانی کا علاقہ ہے اس لئے وہاں کے ایس۔ڈی۔او کو additional charge دے دیا جائے۔

جناب سپیکر! غربت میں کمی لانے کے لئے سستی روٹی سکیم اور Food Support Programme کا آغاز کیا گیا۔ اگر یہ سکیمیں transparent ہوں تو یہ ایک انقلابی سوچ اور قدم ہے۔ سستی روٹی سکیم اور Food Support Programme سے غربت ختم تو نہیں ہو سکتی البتہ اس میں کمی لائی جا سکتی ہے۔ غربت کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے disparity کو ختم کرنا ہوگا، استحصالی قوتوں کو لگام دینا ہوگی، سب کے لئے مساوی مواقع پیدا کرنے ہوں گے اور "Have" then "Have not" میں طبقاتی فرق کو دور کرنا ہوگا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ بہت مہربانی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ابھی تو میں نے اور باتیں بھی کرنی ہیں، میں اس کو مختصر کر دیتا ہوں۔ یہاں وزیر جیل خانہ جات صاحب بیٹھے ہیں ان سے گزارش کروں گا کہ جیل میں ایک اندھیری دنیا ہے، وہاں پر بہت زیادہ کرپشن ہے اور jail manual کے مطابق قیدیوں کو راشن نہیں ملتا اور وہاں پر ان سے ناجائز مشقت لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! اس حوالے سے پہلے کافی باتیں ہو چکی ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ان باتوں پر عمل تو کبھی نہیں ہوا۔ وہاں پر جو قیدی احتجاج کرتے ہیں ان پر تشدد کیا جاتا ہے۔ ابھی recently، دو مہینے پہلے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں قیدیوں پر اتنا زیادہ تشدد ہوا کہ 75 قیدی پھٹر کا دیئے گئے۔ وہاں کے ایم ایس اور دو دوسرے ڈاکٹروں نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ چار قیدیوں کی ہڈیاں توڑ دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: اگر ہم پھٹڑ کا کی بجائے زخمی کہہ دیں تو بہتر رہے گا؟

میاں محمد رفیق: چلیں، زخمی کہہ لیں۔ میں ایجوکیٹرز کی بھرتی کے حوالے سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بہت قابل تحسین ہے، merit پر بھرتی ہو رہی ہے لیکن Diploma Physical Education والوں کی 1995 سے لے کر 2008 تک نہ تو کوئی add آئی اور نہ بھرتی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ گھر بیٹھے بیٹھے overage ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں رفیق صاحب کے اس point کو نوٹ کیا جائے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! وہ گھر بیٹھے بیٹھے overage ہو گئے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ عمر میں پانچ سال کی رعایت دے دی گئی ہے تو اس رعایت سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ میرے حلقے کے ایک غریب بچے، جمیل طارق نے سیکرٹری صاحب سے رجوع کیا، وزیر اعلیٰ سے رجوع کیا اور پھر میں نے اسمبلی میں بھی اسی حوالے سے بات کی تھی لیکن ابھی تک اسے یہ relaxation نہیں مل سکی۔

جناب سپیکر! ایک آخری بات عرض کروں گا کہ قبضہ گروپ اور سرکاری اراضی فروخت کرنے کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ میرے علاقے 405 ج۔ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 40/45 مربع زمین پر ایک قبضہ گروپ بیٹھا ہے جس کی پشت پناہی بورڈ آف ریونیو اور ریونیو کا عملہ کر رہا ہے۔ 1963 سے لے کر آج تک یہ قبضہ گروپ وہاں پر قابض ہے۔ مہربانی کر کے اس قبضہ گروپ سے یہ زمین واگزار کروائی جائے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، آمنہ الفت صاحبہ!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ مزید دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! development programme بھی بہت اچھا ہے، یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، قابل تحسین ہے لیکن ہماری ایک سڑک پیر محل درکھانہ روڈ پچھلے سال ADP میں شامل تھی اس کے تین حصے بنائے جانے تھے۔، تیسرے حصے کی funding ہو گئی جبکہ پہلا اور دوسرا حصہ کاٹ دیا گیا۔ اب پتا نہیں یہ سازش کہاں ہوئی؟

جناب سپیکر: آپ کون سی سڑک کی بات کر رہے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ پیر محل در کھانہ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ جو کہ کمالیہ میں پڑتی ہے۔ غریبوں اور کاشت کاروں کی سڑک ہے۔ لاوارث سمجھ کر اس کو محکمہ C&W نے کاٹ دیا۔ (ق) لیگ کا ایک activist اس کا وہاں پر افتتاح کرنا چاہتا تھا میں نے اس کو روک دیا۔ اب چیف انجینئر کے دفتر میں اس حوالے سے سازش ہوئی اور اس سڑک کے دو حصے کاٹ دیئے گئے ہیں۔ مہربانی کر کے ADP میں اس سڑک کو رکھا جائے اور اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ یہ جنوبی پنجاب کا پسماندہ علاقہ ہے اور اس پسماندہ علاقے کی سڑک کاٹ کر محکمہ C&W نے ظلم کیا ہے۔ میں نے وزیر خزانہ صاحب سے بھی شکایت کی تھی انہوں نے کہا تھا کہ جب بجٹ آئے گا تو پھر ہم اس کے لئے فنڈز بھجوائیں گے تو اب اس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ شکریہ

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! آج کے اخبارات میں وفاقی حکومت کی طرف سے لگائے گئے کاربن ٹیکس کے بارے میں خبر آئی ہے کہ یکم جولائی سے پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ پٹرول کی قیمت 9 روپے اور ڈیزل کی قیمت 8 روپے بڑھ رہی ہے۔ اسی طرح بجلی کی subsidy ختم کی گئی ہے اور یکم جولائی سے بجلی کی قیمتوں میں بھی 17 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ میں پنجاب اسمبلی کے floor پر یہ کہتا ہوں کہ وفاقی حکومت کی اس taxation سے غریب جو ہے وہ غریب تر ہو جائے گا اور جو دو نوالے اس کو مل رہے ہیں وہ بھی نہیں ملیں گے۔ زراعت کو دیکھ لیں، ایک غریب کسان جس کی تھوڑی سی زمین ہے وہ ڈیزل سے پیٹر انجن یا دوسری اس طرح کی چیزیں چلا لیتا تھا اب وہ بھی ایسا نہیں کر سکے گا۔ بجلی مل نہیں رہی جبکہ بجلی کے بلز double ہو جائیں گے۔ میں اس حوالے سے سب سے زیادہ قصور وار مسلم لیگ (ن) کو گردانوں گا کیونکہ مسلم لیگ (ن) نے قومی اسمبلی میں اپوزیشن کا وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔ انھوں نے friendly opposition کا کردار ادا

کیا ہے۔ وفاقی حکومت جب اس طرح کی غلط taxation کر رہی تھی تو انھیں روکنا چاہئے تھا۔ میں پنجاب اسمبلی کے floor سے اس taxation کو condemn کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ان کو چھوڑیں، آپ کی پارٹی نے وہاں پر کیا کردار ادا کیا ہے؟ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا، تشریف رکھیں۔

چودھری محمد شفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں نے بات کر دی ہے۔ اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد شفیق: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی clarification کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری محمد شفیق: جناب سپیکر! ابھی معزز رکن خالد جاوید گھرال صاحب کہہ رہے تھے کہ قومی اسمبلی میں مسلم لیگ (ن) نے اپوزیشن کا صحیح کردار ادا نہیں کیا۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ چودھری نثار علی خان صاحب نے وہاں قومی اسمبلی میں اس کی بھرپور مخالفت کی ہے بلکہ اسے "جگا ٹیکس" کہا گیا تھا تو آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ وہاں اس کی مخالفت نہیں کی گئی؟ مسلم لیگ (ن) نے وہاں پر اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! اگر یہ ایسا کہتے ہیں تو کاربن ٹیکس کے حوالے سے مسلم لیگ نواز اور ہم مل کر ایک مشترکہ قرارداد لے آتے ہیں۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ، تشریف رکھیں۔ لغاری صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں نے آمنہ الفت صاحبہ کو floor دیا ہے۔ جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اس حوالے سے میں بھی یہ کہوں گی کہ مل کر ایک قرارداد بھیجی جا سکتی ہے۔ خدا خدا کر کے وہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آخر کار میری باری آ ہی گئی۔

جناب سپیکر: میں تو بڑی دیر سے کہہ رہا ہوں لیکن آپ کے ساتھی interrupt کر رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ آپ بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں تو صبح سے بیٹھی ہوئی ہوں۔ آج کا دن ضمنی بجٹ پر بات کرنے کے لئے مختص ہے۔ ضمنی بجٹ پر جو خرچہ ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور وہ 3 کھرب سے بھی زیادہ کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں نوانی صاحب نے جو بات کی ہے میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔ مجھے آپ کی توجہ پوری چاہئے اور نظر آنا چاہئے کہ آپ میری بات سن رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ مجھے بے شک دیکھتی رہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ custodian of the House ہیں اور ہماری بات پر آپ توجہ دے رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سن رہا ہوں اور آپ کی بات سننے کے لئے یہاں بیٹھا ہوں۔

محترمہ آمنہ الفت: اگر اور کوئی نہیں سنے گا تو کم از کم آپ ضرور سن لیں گے اور وہ کہیں نہ کہیں کام آ جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، آپ فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے حوالے سے اور ہم یہاں پر جو exercise کر رہے ہیں اس حوالے سے نوانی صاحب نے جو بات کی ہے مجھے اس سے سو فیصد اتفاق ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ system میں اگر کوئی flaws ہیں تو ان کو ٹھیک کرنا بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ ہم tradition کو لے کر چلتے رہیں اور اندھوں کی طرح سے اس کے پیچھے لگے رہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ وقت کی ضرورت کے مطابق اس میں changes لائی جا سکتی ہیں۔ اسے فعال بنانے کے لئے لوگوں کی ضرورت کے مطابق بنانے کے لئے کردار ادا کیا جا سکتا ہے۔ ضمنی بجٹ کے حوالے سے میں یہ کہوں گی کہ جب خرچہ ہی ہو چکا تو اس پر میں کیا بات کروں جس طرح کہتے ہیں کہ:

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

انگریزوں کا یہ دستور ہے کہ وہ آئندہ سو سال کی بھی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ پہلے سوچتے اور سمجھتے ہیں اور پھر ضرورت کے مطابق بجٹ بناتے ہیں۔ ہمارے ہاں پتا نہیں کون بجٹ بنا دیتا ہے اور ہم اس پر چیخ و

پکار کرتے ہیں اس کے بعد گھروں میں جا کر سو جاتے ہیں تو اس سسٹم کو ٹھیک کرنے کی بھی ضرورت ہے اور جیسا کہ میری پچھلی تقریر میں ہوا کہ میں تجاویز دے دے کر تھک گئی اور وزیر موصوف میری تجاویز کو تجاوزات سمجھتے رہے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ انہوں نے تو تجویز ہی کوئی نہیں دی۔ اس دفعہ میں نے صرف تین کام کرنے ہیں۔ دو تجاویز دینی ہیں اور ایک شعر پڑھنا ہے۔

آوازیں: پہلے شعر پڑھیں۔

محترمہ آمنہ الفت: وہ جو شعر ہے وہ میں نے اپنے ہی نذر کرنا ہے۔ وہ اس لئے کہ ایک خود ستائی مرزا غالب نے بھی کی تھی لہذا تھوڑی سی خود ستائی ہم بھی کر لیں۔ میں عرض کروں گی کہ:

یہ جو دیوانے سے جو دو چار نظر آتے ہیں
ان میں کچھ صاحب اسرار نظر آتے ہیں
تیری محفل کا بھرم رکھتے ہیں سو جاتے ہیں
ورنہ یہ لوگ تو بیدار نظر آتے ہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اگر میں منسٹر صاحبان کی طرف دیکھوں تو کچھ ان کی نذر بھی کر دوں۔

گاڑی میں پھرتے ہوئے تو وزیر لگتے ہیں
اسمبلی میں بیٹھے ہوئے بے کار نظر آتے ہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر وزیر محترم اس دن میری بات کو پورا سن لیتے، وہ ساری باتیں ان کے سر سے گزر نہیں بلکہ پھسل گئیں۔ اگر وہ بھی اپنے بال لگوا لیتے تو شاید دو چار اس میں پھنس جاتیں۔ میں یہ کہوں گی کہ سب سے پہلے وزراء اپنے دماغ تخلیق کے دریچوں کے تالے کھول لیں تاکہ سننے کی، سوچنے کی سوجھ بوجھ کی ان میں صلاحیت پیدا ہو جائے اور پھر میری جو دو تجاویز ہیں انہیں وہ تجاوزات نہ سمجھیں اور ان کو بھی کسی خانے میں سٹور کر لیا جائے شاید مستقبل میں کام آ جائیں۔ ورنہ پھر اگلا ضمنی بجٹ ہو گا اور ہم بے دریغ کئے گئے شاہانہ اخراجات پر ایسے ہی کارروائی ڈال کر منظور کر کے چلے جائیں گے۔ میری تجویز ہے اور جو اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے یہ سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! دہشت گردی کے حوالے سے میں یہ کہوں گی کہ اس کو ختم کرنا ہے۔ جیسا کہ ہمیں 25 گاڑیوں کی detail بھی ملی کہ یہ بارود سے بھری 25 گاڑیاں پنجاب میں بلکہ لاہور میں موجود ہیں۔ وہ کہیں تو underground ہیں ان کو پکڑنے کا کوئی طریقہ ہمیں سوچنا چاہئے تو ہی اس کا کوئی حل نکلے گا۔

جناب سپیکر: آپ بھی کوئی مشورہ دے دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! مشورہ بھی دے دیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: خاموشی اختیار کی جائے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ سسٹم کو صحیح طرح سے چلائیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارے پاس اللہ کے فضل و کرم سے یونین کونسلز میں جو ایک بلدیاتی system already exist کر رہا ہے وہ system gross root تک ہے۔ اس میں یونین کونسل کا ناظم، نائب ناظم اور اس کی پوری ٹیم جس میں خواتین کونسلرز بھی شامل ہیں۔ آپ میری بات سے اتفاق کریں گے کہ ایک کونسلر اپنی یونین کونسل کا اپنے area کے ایک ایک گھر سے واقف ہوتا ہے۔ اگر آپ پوش علاقے کو اس سے نکال دیں وہ تو نادرا سے بھی ریکارڈ نکل آتا ہے کہ یہ فلاں صاحب کا گھر ہے اور ان کا یہ شناختی کارڈ نمبر ہے اور یہ genuine لوگ ہیں یا نہیں ہیں لیکن وہ چھوٹی چھوٹی آبادیاں جو ہمارے شہر لاہور میں exist کرتی ہیں جیسا کہ فردوس مارکیٹ ہے، مکہ کالونی اور ماڈل کالونی ہے۔ وہاں پر ایک ایک دو دو مرلے کے جو گھر ہیں اور ان پر چھ چھ منزلہ construction کر کے لوگوں نے کرایہ پر دیئے ہوئے ہیں اور یہ لوگ وہاں پر آ کر کرایہ پر اپنا بسیرا کر لیتے ہیں۔ علاقے کا ناظم وہاں کی پولیس اور معزز لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک جگہ پر اگر بٹھا دیا جائے اور کونسلر حضرات جن میں خواتین کونسلر بھی شامل ہیں جو ایک ایک گھر میں جا کر ووٹ مانگتے ہیں اور ان کے پاس complete data ہوتا ہے کہ یہ شخص کرایہ دار ہے اور یہ مالک مکان ہے۔ انہیں ایک ایک چیز کا پتا ہوتا ہے اور پورے پنجاب میں یہ بلدیاتی نظام اور ٹیمیں موجود ہیں۔ اگر انہیں پولیس کے ساتھ بٹھا کر گھر گھر checking کا سلسلہ

شروع کر دیا جائے اور مالک مکان ان لوگوں کو کرایہ پر گھر دے دیتے ہیں جن کے پاس نقلی شناختی کارڈ ہوتے ہیں ان شناختی کارڈوں کو چیک کرنے کا سسٹم جس طرح بنکوں کے پاس موجود ہے، جس طرح بنک نقلی شناختی کارڈ کو پکڑ لیتا ہے اس کے پاس وہ سسٹم موجود ہے وہی سسٹم ناظم کے پاس بھی ہونا چاہئے کیونکہ اگر پولیس اور اس کی ٹیم اس کے ساتھ ہے تو وہ اس شناختی کارڈ کو بھی فوری طور پر چیک کر سکیں گے کہ یہ نقلی شناختی کارڈ ہے اور اس کی نشاندہی upper level پر ہو اور مشتبہ لوگوں پر نظر رکھنے کے لئے ایک ٹیم مرتب کی جائے جو ان پر نظر رکھ سکے، اس کے بعد میرا نہیں خیال کہ کوئی بھی حکومت کی نظر سے بچ سکے گا۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب جو بات ہو رہی ہے اسے نوٹ فرمائیں۔ محترمہ wind up فرمائیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! میرا صرف ایک پوائنٹ اور ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ سڑکوں پر ایسی خواتین کی بہتات ہے جنہوں نے بچے کندھوں پر ڈالے ہوتے ہیں وہ بچے نیم مردہ حالت میں ان کے کندھوں پر صبح سے لے کر شام تک سوئے رہتے ہیں۔ ان کو بھی مختلف عزائم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رح کے مزار پر اگر آپ چلے جائیں تو ایسے بے تحاشا لوگ ہیں جو مسافر بھی ہیں، ضرورت مند بھی ہیں اور ان کی آڑ میں بہت سے غلط لوگ بھی وہاں پر براجمان ہیں جو کہ اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے ایک مصیبت بنے رہتے ہیں۔ اگر حضرت داتا گنج بخش رح سے ملحقہ کوئی ایسی بلڈنگ تعمیر کر دی جائے جسے مسافر خانے کا نام دیا جائے اور ایسے تمام گداگر خواتین اور وہ بچے اس میں داخل کر دیئے جائیں جن کے لئے اس کے اندر ایک سکول بنا دیا جائے اور ان کی proper registration ہو۔ وہاں پر خواتین اور مردوں کے لئے مسافر خانہ الگ الگ کر دیا جائے۔ وہاں پر کھانے پینے کی کوئی کمی نہیں ہے جتنے لوگ وہاں مستحقین کو لنگر دیتے ہیں وہ لنگر اس مسافر خانے کو دے دیا جائے اور رہائش کا انتظام حکومت کر دے۔ یہ بدصورتی نظر آتی ہے کہ لوگ فٹ پاتھوں پر پڑے سو رہے ہیں اور منشیات کے عادی بھی وہاں نشے کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں اس سے دربار کا تقدس بھی پامال ہو رہا ہوتا ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ بہت مہربانی۔ جناب عبدالوحید صاحب!

جناب عبدالوحید چودھری: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال النبی ﷺقل کم راع و قل کم سول علی عن راعتہo صدق اللہ العظیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ بہت سارے لوگوں کی 3/3 دفعہ باری آچکی ہے اور آج آپ کی نظر کرم ہم پر پڑی ہے اس کے لئے ہم آپ کے مشکور ہیں۔ باتیں اور ارمان تو بہت تھے ہم بڑی تیاری کر کے پانچ سات دن اپنے نوٹس بنا کر بیٹھے رہے لیکن آج اپنا حصہ ڈالنے کے لئے دو چار باتیں کروں گا۔ یہ budget session بہت important ہے اور میں یہاں بڑے افسوس سے یہ کہوں گا کہ ہماری انتظامیہ، ہمارے سیکرٹریز اور ہمارے وزراء کی عدم دلچسپی پر بڑا افسوس ہوا ہے۔ میں اپوزیشن ممبران کے رویے، ان کی approach اور اس بجٹ میں ان کا حصہ لینے کو appreciate کروں گا کہ انہوں نے اس میں بڑے بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور یہی ایک اپوزیشن کا کردار ہوتا ہے۔ پچھلے سال ہماری گورنمنٹ اور ہمارے وزراء کی جو کارکردگی رہی ہے میں اس پر خاص طور پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، ان کے وزراء کی اس ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں انتھک محنت کر کے پنجاب کی عوام کو relief دیا اور پنجاب کی عوام سے ہم نے جو وعدے کئے تھے وہ پورے کئے گئے جس میں، میں دو چار خاص باتوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ گندم کی خریداری مہم کے حوالے سے بات کروں گا کہ جب سے پاکستان بنا ہے آج تک ہمارے کسان کو اتنا پیسا کبھی نہیں ملا۔ میں ایک چھوٹا سا زمیندار ہونے کے ناتے کہوں گا کہ گورنمنٹ نے فصل کی جتنی price مقرر کی ہے وہ آج تک کبھی کسی کو نہیں ملی جیسے اس دفعہ ملی ہے۔ زمینداروں نے اپنی بیٹیوں کے ہاتھ بھی پیلے کئے، اپنے مکان بنائے اور اپنے دکھ درد و علاج معالجے کے لئے رقم بھی رکھی اور یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ middle man کا کردار ختم ہو گیا۔ یہ middle man کسانوں کی روزی لوٹ لیتا تھا اور ان کی محنت کو ہڑپ کر جاتا تھا لہذا اس کے کردار کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس پر وزیر خوراک، وزیر زراعت اور وزیر اعلیٰ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میں ایک دو تجاویز بھی دینا چاہوں گا کہ گرین ٹریکٹر سکیم انتہائی قابل قدر اور قابل ستائش پروگرام ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس کو بڑھایا جائے ایک ضلع میں چند سو ٹریکٹر دے

کر ہم گرین انقلاب نہیں لا سکتے اس پر سبسڈی کی مزید ضرورت ہے۔ ہماری انڈسٹری فیل ہو چکی ہے، ہمارے پاس بجلی نہیں ہے، ہمارے مزدور بے روزگار ہو چکے ہیں اگر ہم نے اس ملک اور خاص طور پر پنجاب کو خوشحال دیکھنا ہے تو ہمیں زراعت کے اوپر focus کرنا ہوگا، ہمیں کسانوں کی حالت بدلنی ہوگی، ہمیں پانی کے مسئلے کو حل کرنا ہوگا، ہمیں زرعی ادویات اور کھاد کو صحیح معنوں میں کسانوں تک پہنچانا ہوگا۔ میں آپ کے توسط سے وفاقی گورنمنٹ سے یہ گزارش کروں گا کہ خدا کے لئے پنجاب ہی بڑے بھائی کا کردار ادا کرتے ہوئے پورے ملک کے لئے ہر مشکل وقت میں کام آتا ہے لہذا ہمیں پانی پورا دیا جائے ورنہ ہمارے کسان بدحال ہو جائیں گے۔ میں گزارش کروں گا کہ ٹیوب ویل لگانے کے لئے بہت بڑی پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔ پہلے وفاقی وزیر سے priority لگوانی پڑتی ہے تو ڈیمانڈ نوٹس بنتا ہے، اس کے بعد پھر سامان لینے کے لئے منسٹر کے پاس جانا پڑتا ہے۔ منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ کوئی ایسی سستی ٹیکنالوجی متعارف کرائی جائے، سولر انرجی سسٹم متعارف کرایا جائے جو ہماری زراعت کے لئے اور چھوٹے کسانوں کے لئے فائدہ مند ہو۔ اگر زراعت خوشحال ہے، زمیندار خوشحال ہے تو یہ ملک خوشحال ہوگا۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے صحت کے حوالے سے جو اقدامات کئے ہیں آج تک پورے پنجاب میں کبھی کسی کو مفت ادویات نہیں ملی تھیں، تمام امیر لوگوں کو فیملی وارڈ میں اے سی کمرے مل جاتے تھے آج وزیر اعلیٰ صاحب کی مہربانی سے ہر غریب جس کے پاؤں میں جوتی بھی نہیں ہے وہ بھی اے سی والے ہسپتال میں اپنا علاج کروا رہا ہے۔ جو لوگ ڈائیلا سز نہیں کروا سکتے تھے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے تھے آج وزیر اعلیٰ صاحب کی مہربانی کی وجہ سے زندگی کے چند سانس سکون وخوشی سے لے رہے ہیں، انہیں مفت ادویات دی جا رہی ہیں اور یہ سب کچھ پنجاب میں پہلی دفعہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ دور دراز کے دیہاتی علاقوں میں بھی یہ سہولتیں میسر ہونی چاہئیں۔ وہ بھی پاکستانی شہری ہیں ان کا بھی بنیادی ضروریات پر پورا پورا حق ہے لہذا ان کو focus کر کے ان کو بھی یہ سہولیات ملنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں سستی روٹی اور Food Stamp Programme کو appreciate کروں گا بے شک یہ ایک بڑا انقلابی قدم تھا۔ میں نے ملتان میں ایسے علاقے کو focus کیا جہاں مزدور

طبقہ رہتا ہے وہاں تندور لگوائے ہیں وہ بڑا شکر ادا کرتے ہیں کہ دو چار روپے میں اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں مزید کہوں گا کہ جن علاقوں میں یہ سہولت نہیں ہے انہیں بھی یہ سہولت دی جائے۔ میں Food Scheme کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ وہاں ڈاکخانے کے لوگ کرپشن کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ پیسے دیتے ہیں اور پھر نہیں دیتے۔ میں اس حوالے سے وفاقی گورنمنٹ سے مطالبہ کروں گا کہ اس کو ٹھیک کیا جائے تاکہ غریب اور مسکین لوگوں کو ان کا حق ملے۔

جناب سپیکر: اوپر لابی میں جو صاحبان سوئے ہوئے ہیں میری گزارش ہے کہ وہ باہر کہیں انتظام کر لیں یا attentive بیٹھیں۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں Livestock کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ اس کے لئے جتنی رقم رکھی گئی ہے وہ ناکافی ہے۔ ہمیں اس ملک کے کسان کو خوشحال کرنے کے لئے dairy farming پر خصوصی توجہ دینی ہے۔

جناب سپیکر! یہاں امن عامہ کی بات ہوئی، بے شک پولیس کے لئے پیسہ رکھا گیا ہے، Risk Allowance بھی دیا گیا ہے اور انہیں جدید سہولتیں بھی دی جائیں لیکن خدا کے لئے انہیں پنجاب کے عوام کی جان و مال کا محافظ بنایا جائے۔

جناب سپیکر: میں معزز اراکین سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اوپر لابی میں بیٹھے صاحبان سے کوئی اشارے کنائے میں بات نہ کرے ورنہ یہ قواعد کی خلاف ورزی ہے۔

جناب عبدالوحید چودھری: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ پولیس افسران کے لئے اخلاقیات ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بنایا جائے، انہیں معزز شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی ٹریننگ دی جائے کیونکہ موجودہ حالات میں کوئی شریف آدمی تھانے جا ہی نہیں سکتا۔ وزیر جیل خانہ جات بیٹھے ہیں میں eye witness ہوں کہ جیل کے دورے پر جا کر دیکھ لیں ان کے لئے روٹی بہت اچھی ہو گئی ہے۔ انہیں کھانا دو ٹائم مل رہا ہے، شربت مل رہا ہے اور چائے بھی مل رہی ہے میں appreciate کرتا ہوں لیکن ابھی وہاں بہت کچھ کرنے والا ہے، وہاں بڑا ظلم و ستم ہوتا ہے، وہاں تشدد ہوتا ہے، وہاں منشیات بھی ملتی ہے، موبائل فون بھی جاتے ہیں اس کی طرف بھی وزیر صاحب کی توجہ چاہوں گا۔

جناب سپیکر! وزیر تعلیم صاحب نہیں بیٹھے، میں گزارش کروں گا کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا ہمارا خاص پروگرام ہے اس سے ہماری تعلیم میں کوئی بہتری نہیں آئی۔ جن لوگوں کو یہ 300 روپے فی طالبعلم مل رہے ہیں۔ وہ سکول مافیا ہیں جنہوں نے سکول بنائے ہوئے ہیں۔ ان کی مالی حالت تو بہتر ہوئی ہے لیکن تعلیم کی حالت بہتر نہیں ہوئی۔ خدا کے لئے اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن جوان کو پیسا دے رہی ہے اس کو چیک کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک ایک بندے نے چار چار سکول کھولے ہوئے ہیں۔ آپ ہاؤس کے ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنائیں جو ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے فنڈز کی نگرانی کرے۔

جناب سپیکر! ابھی میری بہن نے امن عامہ کے حوالے سے بات کی تھی۔ آج کل جو ملک کے حالات ہیں کہ کتنی بد قسمتی ہے کہ ہم اس ملک میں جو پالیسیاں بناتے ہیں ان پالیسیوں کی ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ ایک دن پارلیمنٹ میں بڑی عجلت میں صوفی محمد صاحب کے blackmail ہونے سے بل بھی پیش ہو جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بندے وہی ہیں۔ جب پہلے افغانستان میں روس تھا تو ہم مجاہدین تھے۔ اب امریکہ آ گیا ہے تو ہم دہشت گرد ہو گئے ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اس میں بہت سارے جرائم پیشہ لوگ داخل ہو گئے ہیں جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اور بے گناہ لوگوں کی جان و مال کو تباہ کر رہے ہیں۔ میں اس کو condemn کرتا ہوں لیکن میں آپ کی وساطت سے وفاقی حکومت سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو ڈرون حملے ہمارے مسلمانوں پر ہو رہے ہیں یہ اس وقت کیوں نہیں ہوئے تھے جب بیت اللہ محسود کی نشاندہی کی گئی تھی کہ وہ اس جگہ پر ہے۔ اس وقت امریکہ نے حملہ نہیں کیا تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آج مسلمانوں کا جنازہ ہو تو وہاں پر حملہ ہو جاتا ہے۔ قاری زین الدین جو بیت اللہ محسود کا مخالف تھا اسے دو دن میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ ہماری انٹیلی جنس نے امریکہ کو رپورٹ دی کہ بیت اللہ محسود فلاں جگہ پر ہے۔

جناب سپیکر! ہم اپنی فوج کے ساتھ ہیں۔ ہم ان بھائیوں کے ساتھ ہیں جو وہاں شہید ہوئے۔ مجید سپاہی جو ملتان میں شہید ہوا۔ اس کے بچوں کی آہ و بکا بھی ہمیں سامنے رکھنی چاہئے لیکن جو بے گناہ وہاں شہید ہو رہے ہیں میں سمجھتا ہوں اور یہ بات on record ہے کہ جتنے بندے وہاں بمباری سے شہید ہوئے ہیں ان میں سے ایک تہائی بھی دہشت گرد نہیں تھے۔ ہمارے اپنے مسلمانوں کو شہید کیا گیا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت والے دن ہم سے پوچھا جائے گا کہ بای ذنب قتلت وہ فوجی بھی پوچھے گا کہ مجھے کیوں مار اگیا اور ہمارے مسلمان بھی ہم سے پوچھیں گے کہ بای ذنب قتلت اے حکمرانوں! ایک اسلام پر بننے والے ملک میں اتنا تضاد کیوں ہے؟ ہم نے ان کو trained کیا ہے، ہم نے ان کو support کیا اور ہم نے 8 سال ان کو اسلحہ دیا۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ۔ جی، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! میں نے اپنی بہن خدیجہ عمر سے پہلے نام دیا ہوا ہے۔ آپ ہمیشہ مجھے ignore کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ kindly مجھے بتادیں کہ میرا قصور کیا ہے، کیا میرا قصور یہی ہے کہ میں سرائیکی ہوں اور میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کا نام list میں موجود ہے لیکن آپ کا نمبر بعد میں ہے اور ان کا نمبر پہلے ہے۔ جی، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! اگر میری بہن کا پہلے نمبر ہے تو آپ پہلے انھیں موقع دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کا نمبر ہے۔ اگر آپ انھیں موقع دینا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر آپ بات کرنا چاہتی ہیں تو بات کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں جو بات کی تھی اس میں بھی میرا جو بنیادی مقصد رویے اور سوچ کے متعلق تھا۔ آج بھی جب میں بات کرنے جارہی ہوں کہ ہم نے سادگی کا تو بہت پرچار کیا ہے اس ضمنی بجٹ کو دیکھنے کے بعد میں یہ چاہوں گی کہ تمام لوگوں کو پتا چلے کہ بجٹ کتنا سادہ ہے۔ ہمارے ضمنی بجٹ میں جو سادگی ہے اور جو good governance دکھائی گئی ہے اس کے متعلق میرے خیال میں سب کو بتانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! ایوان کے معزز ممبران نے اپنی تقریر کا آغاز اسی بات سے کیا کہ موجودہ حالات کے باوجود ہم اس بجٹ پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہاں موجودہ حالات کا بار بار ذکر کیا گیا ہے تو میں یہ بتانا چاہوں گی کہ ہمارے ملک میں حالات بہت عرصے سے ٹھیک نہیں ہیں۔ ہم دہشتگردی کا کافی عرصہ

سے شکار ہیں لیکن ہمیں یہ ماننا چاہئے کہ موجودہ حالات جو بہت worse ہو گئے ہیں اس میں ہماری mismanagement کا بھی عمل دخل ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: شاہ صاحب! قواعد انضباط کار 1997 کے قاعدہ (f)223 کو پڑھئے۔ کیا میں آپ کو کتاب بھجوا دوں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے کوئی بات بھی نہیں کی۔ بسراء صاحب ہی میرے ساتھ آکر بیٹھ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں اور کارروائی چلنے دیں۔ جی، محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! ہم کافی عرصے سے دہشت گردی کا شکار ہیں لیکن ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ ہم mismanagement اور so-called good governance کی وجہ سے ان حالات کا شکار ہیں اور ہم جو ضمنی بجٹ دیکھ رہے ہیں کہ سادگی کا جو پرچار ہم نے کیا ہے وہ بڑا واضح نظر آتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ بھی حیران کن بات ہے کہ گزشتہ بجٹ جس میں ترقیاتی سکیموں کے لئے پیسا رکھا گیا ہم نے وہ پیسا تو خرچ نہیں کیا لیکن غیر ترقیاتی کاموں پر فضول خرچیاں ضرور کی ہیں۔ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گی کہ اس میں خاص طور پر وزیر اعلیٰ ہاؤس کے لئے 12 کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا اس کو بڑھا کر 27 کروڑ کیا گیا۔ مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کم از کم ہمیں اپنے اخراجات کا تو علم ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں کہوں گی کہ 35 لاکھ روپیہ ٹرانسپورٹ کی مد میں خرچ کرنے کا ذکر تھا وہ بھی بڑھ گیا۔ کیا یہ اچھی سادگی ہے؟ میں دوبارہ یہ کہوں گی کہ ہمیں سب سے زیادہ رویوں کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم کم از کم جو بات کریں، جس چیز کا عوام کے سامنے پرچار کریں اور جس بنیاد پر ہم لوگوں سے ووٹ لے کر آئیں ان کی امنگوں کے ساتھ ایسے نہ کھیلیں، ان کے ساتھ غلط بیانی نہ کریں کم از کم اس بات پر ضرور عمل کریں جس کی بنیاد پر لوگوں سے ووٹ لئے ہوئے ہیں۔ میں یہاں یہ کہوں گی کہ جب کوئی بات کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو وہ منافقوں کی نشانی ہوتی ہے۔ جب آپ بات کر رہے ہیں تو اس پر عمل ضرور کریں۔

جناب سپیکر! ہم نے VIP culture پر بڑا شور مچایا تھا۔ اس ضمنی بجٹ میں VIP security کے لئے 7 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم ایک طرف سادگی کی بات کرتے ہیں اور ادھر سے ہم VIP culture کو promote کر رہے ہیں۔ مجھے یہ نہیں سمجھ آتی کہ سکیورٹی کس کی ضرورت ہے جس پر اتنا روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ ہماری غریب عوام مر رہی ہے، کیا وہ انسان نہیں ہیں، ان کی سکیورٹی کے لئے تو کچھ نہیں ہے اور VIPs کوئی زیادہ بڑے ہیں؟ مہربانی کر کے سب کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے۔ اسی لئے جو لوگ سب سے زیادہ desperate ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ difference اس قدر ہے کہ امیر امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب کو ہم اتنا ذلیل کر رہے ہیں کہ وہ خودکشیاں کر رہے ہیں جن کی خبروں سے اخباریں بھری ہوئی ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی کہوں گی کہ mismanagement کی وجہ سے بہت سے ایسے منصوبے ہیں جو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکے جن میں سے میں چند منصوبوں کا ذکر کروں گی خاص طور پر لاہور کارنگ روڈ پراجیکٹ، لاہور سے سیالکوٹ موٹروے، ایکسپریس وے جو کہ روک دیا گیا ہے اگر اس پر ہم بروقت کام کر لیتے اور ان میں changes نہ لاتے تو ہمیں اضافی رقم خرچ نہ کرنی پڑتی کیونکہ obviously جب ہم changes کرتے ہیں تو آپ کو پتا ہے کہ قیمتیں بھی آسمانوں تک پہنچ چکی ہیں اس لئے ہمیں اضافی اخراجات برداشت کرنا پڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ تمام پراجیکٹس رُک گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور پراجیکٹ کے حوالے سے بتانا چاہتی ہوں کہ DHA کی طرز پر سوا لاکھ کنال اراضی acquire کی گئی اور اس پر دو ہاؤسنگ سکیمیں بنانے کا کہا گیا تھا لیکن مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ تمام کام ٹھپ ہو چکے ہیں، ایسے ہی بہت سارے منصوبے deadlock کا شکار ہیں۔ یہ میں آپ کو good governance کی چند مثالیں بتا رہی ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی ذکر کروں گی کہ وزیراعلیٰ پنجاب کے ہیلی کاپٹر کے لئے پچاس لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ یہاں پر خرچ اڑھائی کروڑ روپے ہوئے ہیں۔ ایسی سادگی جس کا ہم پرچار کرتے رہے ہیں اگر یہ سادگی ہے تو اس پنجاب کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ میں ایوان کے اندر کہوں گی کہ وہ سکیمیں جن کا براہ راست عوام کو فائدہ ہونا تھا اور ہم سے بار بار دفعہ سکیمیں مانگی گئیں لیکن اس پر کسی قسم کا عملدرآمد نہیں ہوا جو نہایت افسوس کی بات ہے خاص طور پر ہماری اپوزیشن کی بہنوں کی کسی بھی سکیم پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ میری یہاں پر بیٹھے ہوئے related ministers سے یہ گزارش ہے کہ ہماری

سکیمیں اگر آپ کو اس وجہ سے چبھ رہی ہیں کیونکہ اپوزیشن نے دی ہیں تو یہ سکیمیں بے شک ہماری طرف سے نہیں، اپنی طرف سے بھجوا دیں لیکن اس پر غور کر کے عملدرآمد ضرور کریں کیونکہ اس سے براہ راست عوام کو فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! میں ایک اور بات کروں گی کہ پولیس کے لئے تقریباً 8 کروڑ 50 لاکھ اضافی رقم خرچ کی گئی ہے اس میں mention یہ کیا گیا ہے کہ award اور secret fund کی صورت میں رقم دی گئی ہے جس میں کوئی justification یا کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی کہ یہ رقم کس طرح خرچ کی گئی ہے؟ میری یہ گزارش ہے کہ ایوان کے سامنے یہ بتایا جائے کہ وہ secret fund کیا ہے اور کس طرح سے استعمال ہوا ہے اور پولیس کی کون سی اعلیٰ خدمات ہیں جس کی وجہ سے پولیس کو award کی صورت میں دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح میں صحت کے حوالے سے بات کروں گی کہ صحت کی مد میں 4۔ارب 54 کروڑ روپے زائد خرچ ہوئے ہیں۔ آپ جا کر ہسپتالوں کا حال دیکھیں تو بہت بری حالت ہے۔ یہاں پر وزیر قانون صاحب اور وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں تو میں ان سے یہ گزارش کروں گی کہ ہماری اپوزیشن کی طرف سے یہ پیغام وزیر اعلیٰ صاحب کو دیں کہ اتنے اہم اجلاس خاص طور پر بجٹ اجلاس میں جب ہم لوگ اتنی اہم چیزیں عوام کی بہتری کے لئے discuss کر رہے ہوں تو kindly وہ آیا کریں۔ اگر وہ یہاں پر ہوتے تو سب اچھا کی جو رپورٹ ہے ان کو واضح ہو جاتا کہ سب اچھا نہیں بلکہ بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ!

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنے شریف النفس، ذہین، قابل وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کو موجودہ حالات کے مطابق اپنی جیب اور خزانہ دیکھتے ہوئے ایک عوامی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اس کے بعد میں اپنے عوامی وزیر اعلیٰ صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے ایک ایسے قابل شخص کو وزیر خزانہ چنا جنہوں نے آج ہم لوگوں کی تمام مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی بجٹ پیش کیا۔ بحیثیت خاتون اور اس ایوان کے ممبر ہونے کی حیثیت سے میں یہاں یہ ذکر کروں گی کہ میں ضلع جھنگ سے واحد عورت رکن اسمبلی ہوں کیونکہ وہاں

سے پیپلز پارٹی کا کوئی MNA ہے نہ کوئی پیپلز پارٹی کی عورت ایم پی اے ہے۔ میں تقریباً دو سال سے اپنی ترقیاتی سکیمیں دے رہی ہوں جو نجانے کس طرف گئی ہیں؟ آج مجھے موقع ملا ہے لہذا میں وہ بھی remind کروانا چاہتی ہوں کہ میرے علاقے کو براہ مہربانی اس طرح ignore نہ کیا جائے۔ ہمارا ایک پسماندہ ضلع ہے جہاں پر صرف یہی نہیں بلکہ مذہبی فسادات بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہم ترقی کی دوڑ میں کافی پیچھے رہ گئے ہیں۔ میں نے پچھلی دفعہ ضلع جھنگ کے لئے ایک میڈیکل کالج مانگا تھا۔ میں یہاں پر یہ بھی آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں کہ جھنگ ایک ترقی پسند علاقہ بھی ہے اور وہاں سے نوبل انعام یافتہ بھی پیدا ہوئے ہیں اس کے باوجود میرے ضلع کو آج تک میڈیکل کالج نہیں دیا گیا۔ ہماری خواتین چاہتی ہیں کہ بے نظیر بھٹو شہید کے نام پر ہمارے ضلع کو ایک میڈیکل کالج دیا جائے۔ اس کے علاوہ میں نے request کی تھی جھنگ سے فیصل آباد تک موٹروے کی طرز پر سڑک بنائی جائے کیونکہ بہت تنگ سڑک ہے جس پر ٹریفک بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہ سڑک موٹروے سے ہمیں link کرتی ہے۔ ایسی دورویہ سڑک ہو جس پر حادثات نہ ہوں اور ہمارے علاقے کی یہ demand بھی پوری ہو جائے۔ اس کے علاوہ ہمارے علاقے میں پینے کے صاف پانی کی طرف زیادہ توجہ دی جائے کیونکہ بعض دیہاتوں میں بہت گندا پانی ہے مثلاً شورکوٹ تحصیل کی طرف بہت سارے دیہات ہیں جہاں پانی صاف نہیں ہے۔ میں ساری تحصیلوں کا بشمول ترقیاتی سکیموں کا ذکر کر رہی ہوں۔ جس علاقے سے عابدہ حسین ہاری تھی میں نے اس علاقے کے لئے بھی ترقیاتی کاموں کے لئے سکیم دی تھی اور سڑکوں کا بھی کہا تھا کیونکہ وہاں پر ہمارا کوئی MNA نہیں تھا۔ اسی طرح جس علاقے سے صغریٰ امام ہاری تھی اس کے لئے بھی ترقیاتی سکیموں کا لکھا تھا کہ وہاں بھی سڑکیں بنائی جائیں۔ اسی طرح شورکوٹ میں ہماری عوام کو پینے کا صاف پانی نہیں ملتا جس کے لئے میں چاہتی ہوں کہ وہاں پر پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے تاکہ جگر، گردے یا آنکھوں کی بیماریاں کم ہوں۔ میری اپنے علاقے کے لئے یہی demand تھی کہ ہمارے ترقیاتی کاموں پر توجہ دی جائے تاکہ ہمارا ضلع ترقی کرے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، محترمہ ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! مجھ سے پہلے اگر آپ بشریٰ کو ٹائم دے دیں تو مہربانی ہوگی۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ اپنی باری کا انتظار کریں اور میں آپ کو لسٹ بھی بھجوانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو پتا چل جائے۔

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اپنی بہن محترمہ ثمینہ صاحبہ کی بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے پہلے وقت دے دیا۔ میں ریکارڈ کی درستی کے لئے یہ بتانا چاہتی ہوں کہ پچھلے مالی سال میں جو پولیس کی مد میں رقم رکھی گئی تھی اور جو وزیر قانون صاحب نے فرمایا تھا کہ صرف 39۔ارب روپے خرچ کئے گئے ہیں وہ حقیقت پر مبنی نہ ہے اور جو اصل رقم پولیس کے لئے خرچ کی گئی تھی وہ تقریباً 48۔ارب 55 کروڑ 90 لاکھ پانچ ہزار روپے ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید آدھا گھنٹہ بڑھا دیا جائے۔

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: اس قوم کے اربوں روپے پولیس پر خرچ کرنے کے باوجود بھی عوام غیر محفوظ ہیں اور حکومت صوبے میں امن وامان قائم کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ میرا مائیک بند کر دیں میں جلدی جلدی اپنی تجاویز دے دینا چاہتی ہوں کہ آپ نے پولیس پر خرچ کر کے اس قوم کے اربوں روپے ڈبو دیئے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میری تجویز ہے کہ VIP سکیورٹی کی مد میں رکھے گئے پیسوں کو کم کر کے پنجاب اسمبلی کی internal security force کی تنخواہوں کو ایلیٹ فورس کے مطابق لایا جائے اور پنجاب اسمبلی کے low ranking officials کی تنخواہوں اور مراعات کو بڑھایا جائے، اس کے ساتھ ہی ان کے لئے رمضان package کا بھی انتظام کیا جائے۔

جناب سپیکر! Cattle Trespass Act, 1871 اور Forest Act,1927 نہایت ہی فرسودہ قوانین ہیں۔ چند ماہ پہلے اپوزیشن کی طرف سے ان Acts میں amendments لانے کے لئے ہم نے بل پیش کرنا چاہا تھا لیکن وزیر قانون صاحب نے اس کو مسترد کر دیا اور ہمیں اجازت نہ دی۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم حکومت کی طرف سے اس کو take up کریں گے کیونکہ ہماری ہر چیز، ہماری ہر مثبت بات کا کریڈٹ یہ خود لینا چاہتے ہیں۔ اس کے باوجود اب تک اتنے مہینے گزر گئے لیکن یہ Cattle Trespass Act, 1871 ابھی تک ہاؤس میں نہیں لایا گیا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! محترمہ جو Cattle Trespass Act کا کہہ رہی ہیں آپ اس کو نوٹ فرمائیں۔

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! یہ ایکٹ جو 1871 کا بنا ہوا ہے اس میں Cattle Trespass کے لئے جو fines رکھے گئے ہیں وہ نہایت ہی مضحکہ خیز ہیں۔ اس میں ہاتھی کے trespass کے لئے دس روپے رکھے گئے ہیں، گھوڑے اور اونٹ کے trespass کے لئے دو روپے رکھے گئے ہیں، گائے اور بھینس کے trespass کے لئے ایک روپیہ رکھا گیا ہے اور بکری اور بھیڑ وغیرہ کے لئے آٹھ آنے رکھے گئے ہیں جو کہ واقعی مضحکہ خیز بات ہے۔ آنے اب ہماری کرنسی کا حصہ بھی نہیں ہیں۔ مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وزیر قانون صاحب کی لاپرواہی کی وجہ سے حکومت پنجاب کو ریونیو میں خسارہ اٹھانا پڑا اور یہ خود ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ میں بہاولپور کے حوالے سے کہنا چاہوں گی۔

جناب سپیکر: آپ بجٹ پر بات کریں۔

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! ریونیو جو کہ حکومت اکٹھا کرتی ہے وہ بھی بجٹ کا حصہ ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کی جو کارکردگی رہی ہے اس میں آپ ریونیو 50 فیصد بھی اکٹھا نہیں کر سکے۔ یہ ایک اہم بات ہے، آپ اس کو ہنسی مذاق میں مت اڑائیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہاولپور کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ لال سوہانرا وائلڈ لائف ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے پہلے جو الفاظ کہے ہیں میں سن نہیں سکا، کیا الفاظ کہے ہیں؟

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ میری بات کو ہنسی مذاق میں نہ اڑایا جائے۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں ہنسی مذاق کیسے کر سکتا ہوں؟ (قہقہے)

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! حکومت کا ریونیو اکٹھا کرنا نہایت سنجیدہ بات ہے۔ پہلے بھی آپ کا بجٹ تقریباً 66۔ارب خسارے کا بجٹ ہے آپ ان چیزوں کو نوٹ کریں۔ میں بہاولپور کے حوالے سے کہنا چاہوں گی کہ لال سوہانرا وائلڈ لائف پارک کے عملے کی منظور شدہ اسامیاں تقریباً 27 ہیں

جبکہ 1976 سے لے کر اب تک اس میں کوئی نئی بھرتی نہیں ہوئی، اس میں موجودہ لوگ جو کام کر رہے ہیں ان کی تعداد 16 ہے۔ میری گزارش ہے کہ مہربانی فرما کر ان اسامیوں کو پُر کیا جائے اور اس جانب بھی توجہ دی جائے کیونکہ فارسٹ ایک ملک کے لئے خزانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر! خواتین کی صحت سے متعلق میں نہایت ہی اہم مسئلے کی جانب آپ کی توجہ چاہتی ہوں۔ جنرل ہسپتال لاہور کا گائنی وارڈ شدید زبوں حالی کا شکار ہے۔ وہاں پر آپ نے ائر کنڈیشنرز تو لگا دیئے مگر وہاں پر پاور کیبلز ہی دستیاب نہیں ہیں اور جب کبھی ایمرجنسی ہو جاتی ہے اور ایک سے زائد مریض ہوتے ہیں تو بڑا مسئلہ بن جاتا ہے اور ان کی جان کو خطرہ ہو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ ٹھیک ہے میرا تعلق بہاولپور سے ہے لیکن I am also concerned for the people of Lahore. میں یہ چاہتی ہوں کہ اس گائنی وارڈ میں ڈاکٹروں کے پاس gowns نہیں ہیں، bed lenin نہیں ہے اور عمارت کی اتنی بری حالت ہے کہ وہ کسی وقت بھی زمین بوس ہو سکتی ہے۔ میری استدعا ہے کہ وزیر خزانہ صاحب اس بارے میں غور کریں اور مہربانی فرما کر خواتین اور زچہ بچہ کی جان بچانے کے لئے اس سلسلے میں فوری طور پر فنڈز مختص کریں اور ان حالات کو بہتر بنایا جائے۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ باوجود اسامیاں خالی ہونے کے حکومت نے ان اسامیوں پر جنرل ہسپتال میں کیوں ban لگایا ہوا ہے اور یہ ban کب تک lift کریں گے؟ یہ اپنے آپس کے differences پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ کے خدارا! عوام اس کے لئے کیوں suffer کریں؟ ایک تو پہلے ہی اس ملک میں اتنی بے روزگاری ہے اور مزید آپ ban لگا کر عوام کو بھی suffer کروا رہے ہیں اور ساتھ میں جو professionals ہیں ان کا وقت بھی ضائع ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! اسی جنرل ہسپتال میں جو مریض نیورو سرجری کے لئے لائے جاتے ہیں، جن کی head injuries ہوتی ہیں ان کی حالت نہایت ہی بُری ہوتی ہے اور بعض کی تو اموات ہو جاتی ہیں اور excising hemorrhage کی وجہ سے ان کا بہت زیادہ خون ضائع ہو جاتا ہے اور ان کو کئی اور بھی مسائل اور بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ وہاں پر کارڈیالوجی کا یونٹ بھی قائم کیا جائے تاکہ مریضوں کی بروقت جان بچائی جا سکے۔ اس کے علاوہ اسی ہسپتال کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وہاں پر تقریباً 8 بیڈز کی capacity ہے لیکن 50 بیڈز لگائے ہوئے ہیں۔ پھر وہی سٹاف کا مسئلہ

ہے کہ نرسیں بھی بہت کم ہیں اور ڈاکٹروں کی تعداد بھی کم ہے اس کے علاوہ ventilators بھی زیادہ available نہیں ہیں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اس ہسپتال میں دو ٹاورز بنائے تھے اور وہاں پر بڑے اچھے انتظامات ہوتے تھے لیکن اس موجودہ حکومت کے دور میں افسوسناک بات یہ ہے کہ اب وہاں پر بلیاں پھر رہی ہوتی ہیں۔

جناب والا! آج کل بجلی کا جو بحران ہے اس کی وجہ سے اتنے زیادہ crisis بڑھ چکے ہیں کہ ہر انسان بجلی کی وجہ سے پریشان اور تنگ ہے۔ میں نے بجٹ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ بہاولپور کی تحصیل یزمان میں تقریباً دو کروڑ روپے کی لاگت سے یہ 135 گھروں کو solar energy مہیا کر رہے ہیں یہ ایک اچھا pilot project ہے اور اس میں اگلے سال کے لئے انہوں نے 34 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ اتنا اچھا قدم ہے کہ اس کو صرف pilot project نہ رکھا جائے بلکہ اس پر full fledge رقم خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ امریکہ، آسٹریلیا اور کینیڈا جیسے ممالک۔۔۔

جناب سپیکر: صرف بہاولپور ہی یا کہیں اور بھی؟

سیدہ بشریٰ نواز گردیزی: جناب سپیکر! اگر آپ بہاولپور میں ایک سولو پاور یا سولر پاور پلانٹ لگاتے ہیں تو اس کی بجلی پورے پنجاب کو حاصل ہو گی۔ انگلینڈ کے شہر مانچسٹر میں 5.5 ملین پاؤنڈز کی رقم سے ایک گرڈ اسٹیشن قائم کیا گیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خادم اعلیٰ کے discretionary fund کے لئے جو 30۔ ارب روپے رکھے گئے ہیں اس سے بہاول پور میں ایک سولر پاور پلانٹ لگائیں اور وہ تمام لسانی تعصبات سے بالاتر ہو کر ابھی اس کا اعلان کریں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، جلال الدین ڈھکو صاحب!

ملک جلال الدین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بڑی لمبی چوڑی تقاریر ہوئیں اور میں یہ سمجھتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: ڈھکو صاحب! یہ سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔

ملک جلال الدین ڈھکو: جی، سپیکر صاحب! سپلیمنٹری بجٹ پر ہی بات کر رہا ہوں کہ جو تقاریر ہوئی ہیں وہ میں نے سنی ہیں۔ میں اس ضمن میں بات کروں گا کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب اور وزیر خزانہ صاحب نے جو کاوش کی ہے تو یہ سپلیمنٹری بجٹ بڑا متوازن اور ٹیکس فری بجٹ پیش ہوا ہے جس پر میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ اس صوبے کو چلانے کے لئے کافی محنت کی ضرورت ہے اور جس طرز سے، جس محنت سے، جس کاوش اور جس لگن سے اس صوبے کو چلانے کے لئے موجودہ وزیر اعلیٰ کام کر رہے ہیں، یہ ایک بار پہلے بھی وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں جنہیں میں پرانا جانتا ہوں، اس وقت ان میں اس قسم کی تیزی نہ تھی لیکن جو محنت وہ آج کل کرپشن کے خاتمہ کے لئے، انصاف کے حصول کے لئے، تعلیم کے فروغ کے لئے اور زراعت کے فروغ کے لئے کر رہے ہیں میں انہیں اس محنت اور کاوش پر زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بھی حکومت کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ صوبہ میں یا اپنے ملک میں امن قائم کرے۔ جس گھر میں، جس صوبے میں اور جس ملک میں امن نہ ہو باقی معاملات ہوں اگر دولت کی فراوانی بھی ہو اور تمام قسم کی سہولیات بھی ہوں تو وہ کسی طور پر بھی نہیں چل سکتا۔ صوبہ میں امن کے قیام کے لئے موجودہ وزیر اعلیٰ نے جو اقدامات اٹھائے ہیں وہ قابل ستائش ہیں۔

جناب سپیکر! Judiciary کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ اور جو مراعات انہیں دی گئی ہیں تو اب یہ judiciary کا فرض ہے کہ وہ ملک کے عوام کو انصاف یکساں اور بلا امتیاز فراہم کرے لیکن اس شخص نے جو کام کیا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے۔ مجسٹریسی نظام ختم کر دیا گیا تھا اور judiciary کا جو سسٹم آج چل رہا ہے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد انصاف ہو۔ میں اس ضمن میں ایک تجویز بھی پیش کرتا ہوں کہ مجسٹریسی نظام کو بحال کیا جائے تا کہ جو burden اور مقدمات کی بھرمار judiciary پر ہے وہ کم از کم تقسیم ہو کر انتظامیہ کے پاس چلی جائے یہ میری ایک تجویز ہے۔

جناب سپیکر! زراعت کے بارے میں ہم سب کہتے ہیں کہ یہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس ملک کی معیشت کا تمام تر دارومدار زراعت پر ہے۔ ہم سب نے تقریر کی اور مجھ سے پہلے اور بعد میں آنے والے بھی زراعت پر بات کریں گے لیکن میں زراعت کے فروغ کے لئے ایک دو تجاویز دینا چاہتا ہوں کہ آپ اگر اس ملک میں زراعت کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے پانی کا بندوبست کرنا ضروری ہوگا۔

موجودہ وزیر اعلیٰ نے زراعت کے فروغ کے لئے گرین ٹریکٹر سکیم کے تحت ہر ایک ٹریکٹر پر دو لاکھ روپے سبسڈی دی ہے اور صوبہ میں 10 ہزار ٹریکٹر اس سکیم کے تحت دیئے ہیں تو ان کا یہ اقدام قابل ستائش ہے۔ نہروں کی لائننگ ہوئی ہے جو کہ ایک اچھا قدم ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں قائم دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام اب اپنی اصلی حالت میں نہیں رہا اور دن بدن اس نظام میں خرابی آ رہی ہے۔ یہ سب کو علم ہے اور ہم سب دیہات میں رہنے والے اور کاشتکار ہیں۔ ہمارے ملک کی 70 فیصد سے زائد آبادی کا کاشتکاری پر انحصار ہے تو اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ آپ دیکھیں ہمارا پڑوسی ملک ہندوستان، ہم ایک دن آزاد ہوئے، جب ہمارا بارڈر ختم ہوتا ہے تو ان کا شروع ہوتا ہے تو وہاں پر تمام زمینیں آباد ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے اپنی تمام زمینیں آباد کیں۔ ہمارے اس طرف دیکھیں تو بے شمار زمینیں بے آباد پڑی ہیں۔ بہاولپور اور اس سے آگے رحیم یار خان کے علاقے میں اب بھی بہت ساری زمینیں غیر آباد پڑی ہیں۔ اس ملک کی معیشت کو بہتر بنانے کے لئے ان زمینوں کو آباد کرنا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

جناب سپیکر! میری ایک گزارش یہ ہے کہ پانی کا بندوبست، کالا باغ ڈیم پر ہر سال تقاریر کیں اور اس ایوان سے 100 فیصد اپوزیشن اور حکومتی بنچوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہئے لیکن کالا باغ ڈیم اب تک نہ بن سکا۔ اب تو اس کی امید بھی کم ہے کیونکہ اب اس کے بننے کا امکان نظر نہیں آ رہا، 1985 سے تو ہم چلا رہے ہیں۔ اس کے متبادل ڈیم تیار کئے جائیں، particularly ٹیوب ویل کا سسٹم آج تک چل رہا ہے، ہم ٹیوب ویل کے لئے ایک درخواست دیتے ہیں جو کہ وفاقی وزیر کے پاس جاتی ہے تو وہ اس پر out of turn لکھتے ہیں، پھر اس کا ڈیمانڈ نوٹس جاری کیا جاتا ہے اس کے بعد پیسے جمع کروائے جاتے ہیں اور پھر ایک لائن لگ جاتی ہے جو کہ کم از کم چھ ماہ کی ہے، چھ ماہ تک کسان بے چارہ دوڑ لگا تا رہتا ہے تب جا کر کہیں اسے ٹیوب ویل لگانے کا حکم ملتا ہے اور ٹرانسفارمر ملتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلط سسٹم ہے۔ ہمارے قریبی اور پڑوسی ملک بھارت کی figures اٹھا کر دیکھ لیں ایک کسان simple کاغذ پر درخواست دیتا ہے اور وہاں گورنمنٹ bound ہے کہ آٹھ دن کے اندر اندر سامان پہنچا کر ٹیوب ویل چالو کرے۔ میں یہ کہوں گا کہ ٹیوب ویل کے لئے فلیٹ ریٹ مقرر کیا جائے تاکہ کسان کو فائدہ پہنچے۔

جناب سپیکر: شاباش very good آخری بات بھی بہت اچھی کی ہے۔ بہت شکریہ تشریف رکھیں۔ محترمہ ثمینہ خاور حیات!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہاں باتیں ہو رہی ہیں اربوں، کھربوں کی، سپلیمنٹری بجٹ کی، رورل اور اربن بجٹ کی۔ میں آپ سے ایک چھوٹی سی اور سچ پر مبنی درخواست کروں گی اور نہایت ہی مختصر کروں گی کیونکہ مجھے اتنی بڑی بڑی تقریریں کرنی نہیں آتیں۔ لہذا میں ایک چھوٹی سی بات آپ کی نظر سے گزارنا چاہ رہی ہوں۔ ابھی انہوں نے roads اور bridges پر سپلیمنٹری بجٹ دیا ہے ایک ارب 91 کروڑ 89 لاکھ 62 ہزار کا اور یہ گرانٹ انہوں نے مزید مانگی ہے۔ میں ایک چھوٹی سی بات یہ کروں گی کہ جو ہمارے پرانے جتنے targets ہیں کیا وہ ہم نے achieve کر لئے ہیں؟ ہمارا قصور لے لیجئے۔ میں بہت مشکور ہوں جناب وزیراعلیٰ شہباز شریف صاحب کی کہ ہمارے محترم سابق وزیراعلیٰ جناب پرویز الٰہی کا لاہور قصور روڈ مکمل کرنے کا جو پراجیکٹ تھا اس کی انہوں نے continuity کی ہے۔ جب یہ continuity ہوئی ہے---

جناب سپیکر: یہ سڑک تو ماشاءاللہ بہت لمبی ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ بات میری چھوٹی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! قصور سے related بات میری بہت چھوٹی ہے کیونکہ قصور کے رہنے والے لوگ امیر لوگ نہیں ہیں، قصور میں رہنے والے لوگ حاکم اعلیٰ جیسے امیر لوگ نہیں ہیں اور وہ ماڈل ٹاؤن میں رہنے والے لوگ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! اب آپ اپنی بات کریں، اس کو چھوڑیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں قصور ہی کی بات کر رہی ہوں، میں تو کسی کی بات پر کان دھرتی ہی نہیں کیونکہ جو میں نے بات کہنی ہے وہ کہنی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جو قصور کے رہنے والے لوگ ہیں کیا وہ انسان نہیں ہیں، قصور کے رہنے والوں کے لئے سپلیمنٹری بجٹ یا بجٹ میں کوئی پیسا کیوں مختص نہیں کیا گیا؟ کیا وہاں پر جو روہی نالہ ہے اور میرے خیال میں آپ اس علاقے کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں مجھے بتائیے کہ وہاں پر کتنی بیماریاں اور مضر امراض پھیلے ہوئے ہیں وہ ہمارے

خادم اعلیٰ کو نظر کیوں نہیں آ رہے ہیں؟ کیا یہ اس کے لئے اس سپلیمنٹری بجٹ میں ذکر کر رہے ہیں؟ نہیں۔

جناب سپیکر: آپ گھبرائیں نہیں، وہ سب مکمل ہوگا انشاء اللہ۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! انہیں مکمل کرنا چاہئے کیونکہ یہ پرویز الٰہی صاحب کے دور کا منصوبہ ہے۔ پرویز الٰہی صاحب کے دور میں جو منصوبہ بنایا تھا اس کو continue کریں بلکہ انہوں نے وہاں پر بے روزگاری بڑھادی ہے۔ beautification of Lahore, beautification of the road کے لئے جو پراجیکٹ تیار ہو رہا تھا اور جس کے لئے اتنا پیسا مختص کیا گیا اس روڈ کو ابھی تک complete ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس کے راستے میں جو لوگوں کے روزگار تھے وہ ہٹا دیئے گئے ہیں اور جو بے روزگاری بڑھائی گئی ہے اس کا شکار میں خود آپ کے سامنے proof ہوں۔ میرا اپنا پٹرول پمپ اس راستے پر تھا میں tax pay کرتی ہوں، میں leasee ہوں اور کرائے دار ہوں۔ میرا وہاں پر 1962 سے پٹرول پمپ تھا وہ گرادیا گیا ہے وہ کیوں گرادیا گیا ہے؟ وہ روڈ تو وہیں کی وہیں موجود ہے وہ تو complete نہیں کی لیکن پٹرول پمپ اس لئے گرایا گیا کہ شاید میرا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ق) سے ہے۔ ہم سے اس طرح کے انتقامات لئے جا رہے ہیں۔ میں ان کی توجہ اس طرف سے ہٹادینا چاہتی ہوں تاکہ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ شاید میں اپنا فائدہ بتا رہی ہوں حالانکہ اس طرح کے کتنے ہی لوگوں کو وہاں سے ہٹادیا گیا ہے اور ان کی بے روزگاری بھی بڑھ گئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کو قصور گئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں رہتی ہی قصور میں ہوں۔

جناب سپیکر: اب آپ کتنے عرصے سے وہاں رہتی ہیں؟

محترمہ ثمینہ خاور: جناب سپیکر! میری رہائش ہی قصور میں ہے اور میں کوٹ حلیم خان میں رہتی ہوں میرا چھوٹا سا بڑا اچھا آشیانہ ہے جو میں نے بڑے پیار سے بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: اس کو اتنا خوبصورت بنایا جا رہا ہے اور آپ۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کیا خوبصورت بنایا گیا ہے؟ آپ بتائیے کہ جب آپ قصور میں enter ہوتے ہیں تو کھڈے، لائٹیں اور بجلی کا کام رکا ہوا نظر نہیں آتا، وہ رابطہ نہیں کر رہے ہیں اس کے لئے آپ نے کیا فنڈ مختص کیا ہے؟ وہاں پر ہم بجلی تو provide کر نہیں رہے ہیں۔ اس روڈ پر بجلی کے پول رُک چکے ہیں، وہاں پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ سوئی گیس کا بتائیے اور آپ کو مجھ سے زیادہ پتا ہے۔ بابر کوٹ، کوٹ حلیم خان، بلوچوں کا کوٹ وہاں پر کہاں ہے سوئی گیس؟ وہاں صرف من پسند لوگوں کی جگہ پر ہے، انصاری صاحب کی جگہ پر سوئی گیس ہے لیکن جہاں میں رہتی ہوں وہاں آکر دیکھئے میرے ہاں سوئی گیس نہیں ہے، میں سلنڈر خریدتی ہوں۔ آپ آکر دیکھ سکتے ہیں اسی لئے میں زیادہ تر اپنا وقت گزارنے لاہور آجاتی ہوں۔

جناب اللہ رکھا: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: دیکھیں، محترمہ کی بات سن لینے دیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کوئی سنے یا نہ سنے میں آپ کو بات سنانا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! میں نے صرف ایک منٹ بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! صرف ایک منٹ۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں اور محترم! پوائنٹ آف آرڈر پر بات پوائنٹ آف آرڈر کی ہی کی جائے۔

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! میں بات پوائنٹ آف آرڈر کی ہی کروں گا۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ فکر نہ کریں میں آپ کو ایک منٹ دے دوں گا۔ جی!

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! محترمہ فیروزپور روڈ کی بات کر رہی ہیں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جو یہ روڈ شروع کیا تھا ایک پرائیویٹ سوسائٹی وہاں بن رہی ہے صرف پرائیویٹ سوسائٹی کو مراعات دینے کے لئے یہ سڑک شروع ہوئی تھی جب سوسائٹی تک سڑک پہنچ گئی تب سے رکی ہوئی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ابھی تو میری چھوٹی سی بات ہوئی ہے تو میرے بھائی کھڑے ہو گئے ابھی تو میں ٹرانسپورٹ کی طرف آ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: کدھر کو آ رہے ہیں؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ کی طرف اور اس کے بعد جیلوں کی طرف۔ میں جیلوں کی طرف end میں آنا چاہتی ہوں تاکہ وہ تھوڑی سی دل کو چبھنے والی بات end میں ہو جائے تو بہتر ہو گی۔ میں آپ کی توجہ ٹرانسپورٹ کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔ ویسے انہوں نے میرے پانچ منٹ پوائنٹ آف آرڈر پر خرچ کئے ہیں۔ میں جلدی سے اپنی بات ختم کرتی ہوں اور یہ سچائی کی باتیں ہیں میرے دل سے سچائی نکلتی ہے۔ مجھے دکھاوے اور زبانی تقریریں کرنی نہیں آتیں۔ ٹرانسپورٹ پر جو بجٹ مختص کیا گیا ہے وہ ایک ارب روپے کی سبسڈی کا ہے۔ بجٹ میں دو سال بعد چائنیز فرم کو یہاں استعمال کرنے کا کہا گیا ہے کہ ہم اربن ٹرانسپورٹ دو سال بعد ایک چائنیز فرم سے سی این جی بسیں لے رہے ہیں اور وہ سڑکوں پر لے آئیں گے۔ یہ دو سال بعد ہے اور ابھی سے ہی سیکرٹری آر ٹی اے صاحب نے ادھر کے روٹ تبدیل کر دیئے۔ وہاں پر جو پرائیویٹ بسیں، پرائیویٹ کوچز سی این جی سے چل رہی ہیں ان کے روٹس کینسل ہو گئے ہیں۔ اس کی زندہ مثال میں خود آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔ یہ نہایت ہی شرم آمیز بات ہے وہاں پر مجھ جیسے کئی ٹرانسپورٹرز ہیں میں اکیلی ہی نہیں ہوں۔ یہ جو ٹرانسپورٹرز ہیں وہ دو سال تک کیا کریں گے، ان کے روزگار کا کیا انتظام ہے، کیا خادم اعلیٰ ہمیں ensure کرتے ہیں چلیں مجھے چھوڑ دیں دوسرے ٹرانسپورٹرز کو روزگار دے سکتے ہیں؟ آپ سستی روٹی سے دھیان ہٹائیں اور اس طرف بھی دیکھیں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ بات تو نہ کریں، سستی روٹی سے تو دھیان نہ ہٹائیں، آپ کی مہربانی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! ہم عزت والا روزگار کہہ رہے ہیں بھکاریوں کی طرح سستی روٹی نہیں مانگ رہے ہیں۔ میں عزت والے روزگار کی بات کر رہی ہوں، میں وہ بات کر رہی ہوں جس کا میں tax pay کرتی ہوں، جو میں حکومت کو ریونیو اکٹھا کرواتی ہوں، میں فری ٹرانسپورٹ سڑک پر نہیں لاتی۔ میں ایک ایسی ٹرانسپورٹ کمپنی کی، مالکن تو میں نہیں کہہ سکتی میرے husband اس کو run

کرتے ہیں لیکن وہ ایک ایسے ایماندار شخص ہیں کہ آج تک پچھلی حکومت سے لے کر نئی حکومت تک کوئی اس کی کرپشن نکال دے۔ اگر کوئی ہمارے اوپر کرپشن ہے تو لے کر آئیے میں ادھر ہی موجود ہوں اور مسلم لیگ (ق) کی رکن ہوں، میں ابھی بھی ان کے منہ پر کہوں گی۔

جناب سپیکر: یہ بات آپ کو کس نے کہی ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں آپ کو واپس ٹرانسپورٹ پر لانا چاہتی ہوں کہ دو سال بعد وہ فرم سٹارٹ ہونی ہے تو ابھی سے سیکرٹری آر ٹی اے نے وہ route کینسل کر دیئے ہیں، سیکرٹریٹ کی طرف سے route change کر کے بند روڈ کی طرف لانے کی اجازت دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: بیس منٹ ٹائم اور بڑھا دیا جائے۔

مہر اشتیاق احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کرنا چاہ رہی ہوں۔ میں ٹرانسپورٹ پر بات ختم کر لوں پھر آپ ان کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کا موقع دیں۔ میں آپ کی توجہ چاہوں گی۔ میری ان سے کسی سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ میں نے آپ کی توجہ قصور میں پانی کے مسئلے پر بھی دلائی تھی کہ وہاں پر جو پانی کا نکاس ہے آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

آخر میں، میں نے جیلوں کی بات کرنی ہے تو مجھے پتا ہے کہ تب bell بج جائے گی، ٹائم ختم ہو جائے گا۔ ابھی یہاں پر میرے بھائی نے صوفی محمد کی، ڈرون حملوں کی بات کی تھی۔ وہ تو میرے معزز رکن ہیں میرے بھائی ہیں انہوں نے بہت بڑی بڑی باتیں کیں میں چھوٹی سی بات کرتی ہوں۔ جناب غفور صاحب کے لئے اس ہاؤس میں، میں نے جو کسٹم حکام کے ساتھ انہوں نے بات کی تھی اس سلسلے میں تحریک التوائے کار دی تھی۔ اس سے مقدس فورم ہمارے لئے کیا ہوگا، ہمارے لئے اسمبلی سے بڑا فورم کیا ہو سکتا ہے اور کیا ہم یہاں پر اپنی discussions نہیں کر سکتے؟ منور گل صاحب کی بھی میں نے التوائے کار دی تھی وہ refuse کر دی گئی۔ وہ مک مکا کیا گیا، پہلے rape کیا گیا، اس کے بعد مک مکا کیا گیا تو اس بات پر میں نے یہ تحریک التوائے کار دی تھی۔ میں میڈیا کو بھی بتانا چاہتی ہوں۔ اس سے بڑا فورم کیا ہو گا ہم ایسی باتیں کیا اپنے گھروں میں اپنے بچوں کے ساتھ discuss کریں؟

جناب سپیکر: اب تحریک التوائے کار پر بات نہیں ہو رہی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جو باتیں ہم نے یہاں اس فورم میں بیٹھ کر discuss کرنی تھیں ان کو disallow کیا گیا۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ بڑی مہربانی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: لہذا جیلوں میں جو منشیات کا کاروبار چل رہا ہے۔۔۔

MR SPEAKER: Be relevant.

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرا مطلب یہ تھا کہ اگر تحریک التوائے کار کو importance نہیں دی جا رہی تو اس بجٹ تقریر کو بھی سن کر wind up کر کے بند کر دیا جائے گا۔ جیلوں میں جو منشیات کے کاروبار ہو رہے ہیں ان پر توجہ دیں، کسٹم والی فلائٹیں ذرا کم attend کریں۔۔۔

جناب سپیکر: وہ پہلے بیان دے چکے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جیلوں کی طرف توجہ دیں اور جیلوں میں جو منشیات کی سمگلنگ اور مافیا کو کنٹرول کریں۔ چبھتی ہوئی باتیں تو ہیں لیکن یہ سچائی پر مبنی باتیں ہیں۔ پلیز! اس پر توجہ دیجئے گا۔ Thank you.

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر جیل خانہ جات! آپ نے اس پر پہلے بات کر تو لی ہے۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں چبھتی بات کوئی نہیں کروں گا محبت کی بات کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں پہلے تو یہ کہوں گا کہ محترمہ نے ایک نہیں، دو تحاریک استحقاق یہاں پر دی ہیں۔

جناب سپیکر: جو بات چلی گئی ہے اب اس کو چھوڑ دیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): چلیں! میں وہ بات نہیں کرتا۔ میں آپ کی وساطت سے محترمہ کو یہی کہنا چاہتا ہوں کہ:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: آپ آہ نہ کریں، آپ قتل کریں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں پر میں کوئی ایسی گفتگو نہیں کروں گا کہ جن سے انہیں تکلیف ہو۔

جناب سپیکر: خیال کیجئے۔ بہنیں بیٹھی ہیں کوئی ایسی بات نہ ہو۔ میرے خیال میں جانے دیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! مجھے بس ایک منٹ دے دیں۔ مجھے محترمہ کا پورا خیال ہے۔

جناب سپیکر: مجھے پھر ٹائم بڑھانا پڑے گا۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! آپ ٹائم بڑھا لیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ محترمہ کی دونوں تحاریک استحقاق، ایک جو تحریک استحقاق انہوں نے دی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وہ تحریک استحقاق نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! وہ تحریک التوائے کار ہیں، میرے بھائی کو یہ پتا نہیں ہے۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): چلیں! تحاریک التوائے کار دی ہیں مجھے اس کی کاپی نہیں ملی۔

جناب سپیکر: آپ سے ہمدردی رکھتے ہیں، بس ٹھیک ہے۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): مجھے فخر ہے اس چیز پر کہ میرا تعلق جیسے انہوں نے کہا کہ PML(Q) سے ہے، کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف پاکستان مسلم لیگ ہیں، ہمیں (ق) نہ کہا جائے، آج محترمہ نے خود آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرا تعلق PML(Q) سے ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! (ق) سے مراد قائداعظم ہے۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں نے ان کی بات میں مداخلت نہیں کی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! کس بات پر چل پڑے ہیں، چھوڑ دیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں کچھ اور بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: بس چھوڑ دیں۔ نہیں، بس آپ چھوڑ دیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! آپ کی مہربانی سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے ائرپورٹ کے واقعے کا ذکر کیا ہے۔ مجھے اپنی قیادت پر فخر ہے کہ اگر کوئی بات ہوئی تو انہوں نے اپنے منسٹر کو غیر فعال کیا and this is the first time in the history of Pakistan کہ ایک ٹربیونل بنا، ایک منسٹر کو وہاں پر پیش ہو کر اپنی صفائی دینی پڑی اور Thanks God کہ میں clean تھا، میں اس میں clear ہوا۔ میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب یہاں پر Truth Commission بننا چاہئے اور ٹربیونل بننے چاہئیں۔

معزز اراکین حزب اختلاف: جی، جی Truth Commission بننا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! جو جامعہ حفصہ میں ہوا، جو باجوڑ، وانا اور وزیرستان میں ہوا، ان کی قیادت نے، پرویز مشرف نے، پرویز الٰہی اور شجاعت نے جو کرپشن کی، جو میراتھن ریسز کروائیں، جو لوگوں پر ظلم کیا، جو لوگوں کی بچیوں کو زندہ جلا دیا، اس پر بھی کمیشن بننا چاہئے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں بس کافی ہے، بہت مہربانی۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ ہم نے اگر جرم کیا ہے تو ہم برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ کریڈٹ میری جماعت کو جاتا ہے کہ آج الحمد للہ ہم لوگ clean ہیں، اگر ہم کرپٹ ہوتے، قانون کو violate کرتے ہوتے تو ہم پچھلے دور میں وزیر ہوتے۔ انہوں نے جو کچھ کیا، انہوں نے اس قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ڈالرز کے عوض بیچا ہے، یہ پرویز مشرف کی باقیات ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چودھری صاحب! نہیں، چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! آج اس محترمہ کو۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! ان کو مونس الٰہی کی وہ کرپشن نظر نہیں آتی جو اس نے پی ایچ اے میں بورڈز کے حوالے سے کی ہیں، لینڈ مافیا میں کی ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! آج میں بھی اس ہاؤس کا ممبر ہونے کے ناتے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ پھر ایک ٹربیونل بنایا جائے اور (ق) لیگ کی جو کرپشن ہے، جو اس ملک اور قوم پر گہرے زخم لگے ہیں ان کا حساب ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ آپ سے بات کریں۔ یہ میری طرف پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں، وہ ویسے ہاتھ ہلا رہے تھے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! وہ بار بار میری طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے کہ محترمہ کو۔۔

جناب سپیکر: جو محترمہ کی بات انہوں نے کوئی کی ہے اس کو کارروائی سے خذف کر دیا جائے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! لوگوں کا پڑھا لکھا ہونا ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، میں نے کہہ دیا ہے۔ اصغر منڈا صاحب! میں floor آپ کو دے رہا ہوں۔

رانا اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ منڈا صاحب! .Carry on please

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے نہایت ہی قابل احترام سپیکر صاحب!

رانا اعجاز احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں نے ایک منٹ بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جب آپ کو ٹائم دیا جائے گا تب بات کر لیجئے گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں سپلیمنٹری بجٹ کی بحث کے موقع پر سب سے پہلے اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ پنجاب، ہر دلعزیز شخصیت میاں شہباز شریف صاحب اور اپنے وزیر خزانہ۔۔۔

رانا اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! انہوں نے ایک ایسے ممبر کے متعلق بات کی ہے جو اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے ان پر الزام لگایا ہے۔

جناب سپیکر: اعجاز صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں۔ میں خود نوٹس لے رہا ہوں۔ جی، منڈا صاحب!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): میں اس موقع پر۔۔۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: دیکھیں! جو معزز رکن اس ہاؤس میں موجود نہیں ہے اس کے بارے میں آپ کسی قسم کی بات نہیں کر سکتے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنے ہر دلعزیز بھائی جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں جنہوں نے پنجاب کا بہت خوبصورت، متوازن اور ٹیکس فری بجٹ پیش کیا اور زندگی کی تمام بنیادی ضرورتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تمام محکمہ جات کو promote کرنے کے لئے اور ان میں بہتر انقلابی تبدیلیاں لانے کے لئے فنڈز مہیا کئے اور بہتر اقدامات کئے۔ میری مراد سب سے پہلے زراعت ہے جو کہ پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح تعلیم کے میدان میں جو انقلابی اقدامات کئے گئے اس وقت تک اور جو کئے جا رہے ہیں میں ان کا سرسری ذکر کرنا انصاف کے متقاضی سمجھوں گا کہ جس طرح دانش سکول، Punjab Endowment Fund اور free کتابیں، یہ تمام چیزیں غریب اور نادار طالبعلموں کو مہیا کرنے کے لئے جو حکومت پنجاب نے اپنے بجٹ میں فنڈز مختص کئے ہیں میں اس پر ان کی بہتر کوشش پر ان کو سلام پیش کرتا ہوں اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اسی طرح سستی روٹی کے لئے جو فنڈز مختص کئے

گئے اور جو پچھلے مالی سال میں سستی روٹی کا ایک پروگرام شروع کیا گیا میں سستی روٹی کے پروگرام پر صرف ایک ہی بات کہوں گا اگر میرے دوستوں کو ناگوار نہ گزرے تو میں پہلے ہی معذرت کروں گا کہ یہ سستی روٹی کا وہ پروگرام ہے جس کا میرے اپوزیشن کے بھائیوں کو[****] ہو گیا۔ ہماری ایک محترم معزز خاتون رکن نے اپنی پوری تقریر میں سستی روٹی سستی روٹی "سستی روٹی" کے بارے میں ذکر کیا۔ الحمدللہ یہ مدینہ شریف والی ذات کا کرم ہے کہ اب یہ سستی روٹی سکیم پنجاب کی اپوزیشن کے گلے کی ہڈی بن چکی ہے اور اس کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ جس کو پورے پاکستان میں appreciate کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح فوڈ سپورٹ پروگرام اور باقی محکمہ جات کی ترقی اور بہتری کے لئے جو فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔ گرین ٹریکٹر سکیم جو ہمارے غریب اور چھوٹے کسان اور کاشتکار بھائیوں کی مدد اور زراعت میں انقلابی پروگرام لانے کے لئے شروع کی گئی تو میں اس گرین ٹریکٹر سکیم کو appreciate کرتا ہوں اور اس میں ایک تجویز بھی دینا چاہوں گا کہ گرین ٹریکٹر سکیم کی مد میں فنڈز کو بڑھا دیا جائے یا اس میں اگر دو لاکھ کی فی ٹریکٹر پر سبسڈی دی جا رہی ہے تو اس پر ایک لاکھ فی ٹریکٹر سبسڈی کر کے دس ہزار سے بیس ہزار ٹریکٹر کر دیئے جائیں تو میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ زیادہ سے زیادہ چھوٹے کاشتکار اور کسان اس سے استفادہ حاصل کر سکیں گے، اس میں، میں چند تجاویز کے بعد اپنے علاقے کی ڈیمانڈ کا ذکر کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میری ایک تجویز یہ ہے کہ ڈویلپمنٹ کے کاموں میں پبلک ہیلتھ، لوکل گورنمنٹ، سکول، ایجوکیشن اور ہیلتھ کے سیکٹر میں جو ہم ڈویلپمنٹ کر رہے ہیں اس میں اگر public partnership کے ذریعے اس ڈویلپمنٹ کو آگے بڑھایا جائے تو میں سمجھوں گا کہ جب تک لوکل پبلک کی دلچسپی نہیں ہو گی تو اس کام میں اتنا اچھا نکھار نہیں آئے گا، ڈویلپمنٹ کی بہتری کے لئے اور منصوبہ جات کی بہتر تکمیل کے لئے اگر public partnership کر دی جائے اور یہ میری معمولی تجویز ہے اگر اس پر غور فرمایا جائے۔ اسی طرح جس طرح بڑے بڑے پراجیکٹ میں third party validation or concentration ہے تو میں گزارش کروں گا کہ چھوٹے پراجیکٹ پر خاص طور

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

پر لوکل گورنمنٹ اور پبلک ہیلتھ کے پراجیکٹ میں اگر third party validation or concentration appoint کردی جائے تو یہ ان منصوبوں کی بہتری کے لئے بہتر قدم ہوگا۔ اسی طرح میں ایک گزارش کروں گا کہ اور میں بار بار ذکر کرتا ہوں کہ زراعت اس ملک کی معیشت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے، ہر وہ شخص جو کوئی چیز پیدا کرتا ہے، کوئی چیز بناتا ہے اور کسی چیز کی production کرتا ہے تو اس کے پاس اپنی product کا ریٹ مقرر کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور صرف ایک بیچارہ کسان اور زمیندار ہے جو اپنی product کی قیمت مقرر نہیں کر سکتا تو میں اس میں گزارش کروں گا اور میری اپنی حکومت سے یہ ایک تجویز ہے کہ اگر Agro Marketing Regularity Authority بنا دی جائے اور جس میں پنجاب کے کسانوں کو بھی ساتھ ساتھ نمائندگی دی جائے تاکہ پنجاب کا کاشتکار اور زمیندار اپنی products اور اپنی پیداوار کی قیمت مقرر کر سکے کہ اس کی کتنی لاگت آئی ہے اور اس کو کیا منافع ملے گا اور کیا قیمت مقرر کرنی چاہئے؟ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی یہ گزارش کی تھی اور اب بھی یہ تجویز بڑے ادب کے ساتھ عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں اپنے حلقے کے بارے میں چند گزارشات کرنے کے بعد اجازت لوں گا کہ میں نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران اپنے قائد وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور اپنے وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کی خدمت میں آپ کی وساطت سے عرض کی تھی کہ تحصیل کمپلکس شرقپور کے لئے مہربانی فرمائی جائے کیونکہ چار پانچ سال سے وہ تحصیل کام کر رہی ہے۔ جناب وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر conclude کرتے ہوئے اس تحصیل کمپلکس کا اعلان کیا، میں ان کا اور اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس موقع پر میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ شرقپور شریف جو کہ تحصیل ہے اور ایک پرانا مذہبی اور تاریخی شہر ہے وہاں پر گرلز ڈگری کالج کا قیام ایک پرانی بلڈنگ ادھار لے کر ہوا ہے جو کہ ٹیچر ٹریننگ سکول ڈیپارٹمنٹ کی بلڈنگ ہے ان سے این او سی لے کر وہاں پر گریجوایشن کی کلاسز شروع کر دی گئی ہیں اور اس کالج کے لئے ہائر ایجوکیشن کے نام زمین بھی transfer کر دی گئی ہے تو میری گزارش ہوگی کہ آئندہ مالی سال میں اس کالج کی بلڈنگ کے لئے رقم مختص کرتے ہوئے اس کی بلڈنگ مکمل کی جائے اور اسی طرح میں

گزارش کروں گا کہ میرے حلقے میں ایک علاقہ ونڈالہ دیال شاہ جہاں پر ایک شاہدرہ کنال ریسٹ ہاؤس ہے جو کہ تقریباً سات سے آٹھ ایکڑ پر محیط ہے اور وہاں پر صرف ایک ایس ڈی او اریگیشن کا دفتر ہے۔

جناب سپیکر: جی، اجلاس کا وقت پندرہ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ منڈا صاحب! آپ کا ٹائم ختم ہوا۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں ایک منٹ میں بات ختم کر رہا ہوں تو میری گزارش ہے کہ یہ گنجان آبادی کا new developed area ہے وہاں پر Irrigation سے جگہ لے کر گرلز کالج کا قیام ممکن بنایا جائے۔ اسی طرح دریائے راوی پر ٹھوکر سے لے کر ہیڈ بلوکی کے درمیان کہیں مناسب موزوں جگہ پر جو کہ لاہور کی رہائش اور ٹریفک کا پریشر کم کرنے کے لئے دریائے راوی پر ایک نیا پل بنایا جائے جو شیخوپورہ، فیصل آباد، قصور اور لاہور کے لئے بہتر سود مند ثابت ہو گا۔۔۔

رائے محمد شاہجہاں خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی تجویز دے چکے ہیں، اب بس کریں۔ جی، شاہجہاں صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! بعض مقررین کو آپ نے دو دو دفعہ ٹائم دے دیا ہے اور بجٹ پر تقریر کے لئے بھی اور سپلیمنٹری بجٹ کے لئے بھی ہمارے حلقوں کے بھی کچھ مسائل تھے ہم پانچ دن تیاری کر کے بیٹھے رہے جبکہ پورا بجٹ گزر گیا اور ہمیں ٹائم نہیں دیا گیا آج والا ٹائم اگر ایک دن بعد میں بھی رائے شماری۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے تو آپ کو کہا تھا کہ آپ بولیں مگر آپ نہیں بولے۔

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میں احتجاجاً بیٹھا ہوں آپ اس ایوان کو balance کے ساتھ نہیں چلا رہے میرا آپ سے شکوہ ہے اور اس کو elite class بنا دیا گیا ہے اور ایک elite class کا گروپ بنا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کس کو؟

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! جو بار بار آتے ہیں اور بار بار ایوان کا وقت ضائع کرتے ہیں اور دوبارہ دوبارہ بولتے ہیں، آپ ان کو دوبارہ دوبارہ ٹائم دیتے ہیں۔ میرا آپ سے احتجاج ہے کہ سب کو ایک جیسا ٹائم دیں۔ جنہوں نے بجٹ تقریر میں حصہ لیا ہے ان کو سپلیمنٹری بجٹ میں نہ بولنے دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ سعید مغل صاحب تشریف فرما ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں۔ رانا ارشد صاحب ہیں؟۔۔۔ نہیں ہیں۔ میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! یہ بھی دوسری دفعہ بات کر رہے ہیں، یہ رانا گروپ ہے اور آپ ان کو زیادہ ٹائم دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے آپ پر اور آپ کی سوچ پر بہت بڑا افسوس ہے۔

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میں کل پرسوں سے تیاری کر کے بیٹھا ہوا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اگر کل پرسوں سے آپ نہ بولیں تو میں آپ کو کیا کہوں؟ میں ان کو کہتا ہوں وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ ٹائم لیں اور آپ بولیں۔ رانا صاحب! آپ تشریف رکھئے گا۔ جی، شاہجہاں صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں اور ہمارے حلقوں کے بھی کچھ مسائل تھے اور ہمیں بڑا دکھ پہنچا ہے کہ ہم پانچ دن سے تیاری کر کے بیٹھے رہے لیکن آپ نے ہمیں ٹائم نہیں دیا۔ اب میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ سستی روٹی سکیم اور گرین ٹریکٹر سکیم کا سب لوگوں نے ذکر کیا، بہت اچھی سکیمیں ہیں لیکن میری ایک درخواست ہے کہ اس بجٹ کے اندر کہ low housing scheme لائی گئی ہیں اور جو ہم نے فوڈ سپورٹ سکیم اور سستی روٹی کا دائرہ کار بڑھایا ہے تو آپ کی وساطت سے وزیراعلیٰ پنجاب سے یہ گزارش ہے کہ 2۔ارب سستی روٹی سلسلے میں بڑھایا گیا ہے اور فوڈز سپورٹ سکیم کا دائرہ بڑھایا گیا ہے تو صرف ایک ہی چیز کے اوپر stress نہیں کرنا چاہئے، اس سے اگلا problem غریب لوگوں کے گھروں کا ہے اس کا پنجاب کے بجٹ کے اندر حصہ مخصوص کیا گیا ہے لیکن میری وزیراعلیٰ پنجاب سے درخواست ہے کہ وہ ان کے دائرہ کو بڑھانے کی بجائے وہ low housing scheme کے اندر اس بجٹ کو مخصوص کریں اور جو لوگوں کو پانچ مرلہ سکیم دی جا رہی ہے اس کے اندر ان کو develop کر کے وہ جگہ دی جائے

تاکہ غریب لوگوں کو بھی چھت مہیا ہو سکے۔ میں زمینداروں کے حوالے سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک کے اندر خوردنی تیل کے لئے جو solvent industry لگائی گئی ہے اس پر صرف ایک یا دو گروپوں کی monopoly ہے جس وجہ سے زمینداروں کو اچھا ریٹ نہیں ملتا۔ اگر ہماری solvent industry میں حکومت investment کرے اور ان روایتی لوگوں سے ہٹ کر انڈسٹری لگانے کے لئے پیسا دے، قرضہ دے تو زمیندار سورج مکھی، توریے کی فصل کے اندر ایک اور انقلاب لا سکتے ہیں جیسا کہ ہماری گندم میں انقلاب لایا گیا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو کاشتکاروں کو اچھا ریٹ ملے گا جس سے ان کے اندر مزید خوشحالی آئے گی۔

جناب سپیکر! میرے حلقے کے ساتھ کچھ زیادتی ہوئی ہے میں اس کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جڑانوالہ کا سپورٹس کمپلیکس منظور تھا لیکن اسے drop کر کے تاندلیانوالہ اور سمندری کا شامل کیا گیا ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اسے بھی شامل کیا جائے۔ اگرچہ وزیر آبپاشی فیصل آباد سے ہیں لیکن انھوں نے ہمارے حلقے میں کسی نہر کی لائننگ بھی منظور نہیں کی لہذا اس سلسلے میں میری استدعا ہے کہ جڑانوالہ میں نہروں کو پختہ کرنے اور لائننگ کے لئے بھی فنڈ مختص کیا جائے۔

جناب والا! ہمارے کالجوں کے لئے بھی کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے لہذا میری استدعا ہے کہ جڑانوالہ کالج میں نیا بلاک بنانے کے لئے بھی فنڈ دیا جائے۔ میں ایک یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقے سے نالہ ڈیک گزرتا ہے جس میں انتہائی مضر صحت پانی آ رہا ہے۔ داؤد ہرکولیس نے اس میں پانی چھوڑا ہوا ہے۔ محکمہ ماحولیات کو چاہئے کہ ان سے پیسے لے کر اس میں کیو۔ بی لنک کا پانی چھوڑا جائے تاکہ لوگوں کی صحت procure کی جا سکے۔ میرے پانچ دیہاتوں میں پانی بہت زیادہ خراب ہے لہذا استدعا ہے کہ ان دیہاتوں کے لئے واٹر سپلائی سکیم کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ہماری تحصیل جوڈیشل کمپلیکس کے لئے 9 کروڑ روپے دیئے ہیں میں اس کے لئے ان کا مشکور ہوں۔ میں آخر میں استدعا کرتا ہوں کہ میری ان تجاویز پر غور کیا جائے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے رانا گروپ کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی رانا ہیں اس لئے یہ بھی اس گروپ میں شامل ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔ہم ان کی بات کا غصہ ہی نہیں کرتے۔
میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! میں بجٹ پر تو پہلے ہی اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ اب میں ضمنی بجٹ کے متعلق بات کروں گا۔
جناب سپیکر: جی۔
میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: جناب سپیکر! اس بجٹ کو دیکھ کا ضمنی بجٹ کر جو فلسفہ ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آرہا چونکہ ضمنی بجٹ ایک وقت کے اندر صرف ایمر جنسی اور unforeseen expenses کے لئے اور انھیں accommodate کرنے کے لئے ہوتا تھا لیکن اب یہ ایک روایت بن گئی ہے کہ ضمنی بجٹ آتا ہے اور بہت حجم کا آتا ہے۔میری گزارش ہے کہ یا تو کہیں ہماری پلاننگ میں مسئلہ ہے یا کہیں ہماری vision کا مسئلہ ہے یا کہیں ہماری monitoring اور good governance کا مسئلہ ہے۔میں اس کو حل کرنے کے لئے تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اسمبلی کے Rules of Procedure کو amend کر کے سٹینڈنگ کمیٹیوں کی یہ ذمہ داری بنا دی جائے کہ وہ اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے بجٹ کو quarterly review کریں، اسے evaluate کریں اور اسے monitor کریں کہ آیا وہ اپنے بجٹ میں رہ کر خرچ کر رہے ہیں؟ آپ دیکھیں کہ بہت سارے محکمے ایسے ہیں جنھوں نے اپنا پورا بجٹ خرچ نہیں کیا۔اگر سٹینڈنگ کمیٹیاں اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے فنڈز کو quarterly review کر لیں تو وہ ساتھ ساتھ خرچ ہوتا رہے گا اور سال کے بعد اس کا excess ہو گا اور نہ ہی surrender کرنا پڑے گا۔لہذا میری گزارش ہے کہ اس کے متعلق ضرور غور کیا جائے۔
جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی عرض کیا تھا کہ جو جو محکمے overexpense اور underexpense کے ذمہ دار ہیں آج تک ان کے خلاف کیا کوئی کارروائی ہوئی ہے تاکہ یہ چیزیں streamline ہو جائیں۔ یہ کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے ہر ڈیپارٹمنٹ کی عادت بن چکی ہے کہ بجٹ ایک عام سا document بن گیا ہے، پیسا خرچ کرو بعد میں اسمبلی کی مہر لگواؤ اور اسے validate کرلو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔اگر آپ کی کمیٹیاں فعال ہوں اور ان کے دائرہ اختیار میں ہو تو کم از کم خرچ کرنے سے پہلے جب بھی extra بجٹ چاہئے ہو تو وہ متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس آئے اور کمیٹی اسے منظور کرے

اور پھر بعد میں کمیٹی اسمبلی کے اندر وجہ بیان کرے کہ انھوں نے کن حالات کے تحت وہ extra بجٹ منظور کیا تھا۔اس طرح ضمنی بجٹ والی روایت کو کنٹرول کیا جا سکے گا۔

جناب والا! بہت سے محکمے اور بہت سی branches ایسی ہیں جن کا function تقریباً یا تو ختم ہو چکا ہے یا وہ redundant ہو گئی ہیں ان کو revisit کر کے restructure کیا جائے، ان کی capacity built کی جائے یا پھر ان کی جگہ وہ ادارے جو under assessed ہیں انھیں تقویت دی جائے اس طرح کئی جگہوں پر خرچے کم کئے جا سکتے ہیں۔مثلاً میں جیل ڈیپارٹمنٹ کا ذکر کرتا ہوں کہ وہاں ہمارا خرچہ کم ہو سکتا ہے لیکن ہم ہر سال اس کا خرچہ بڑھا رہے ہیں۔اگر آپ deferred punishments کا رواج ڈال دیں، اگر آپ parole کو encourage کریں، اگر آپ reconciliation committees کو encourage کریں تو پولیس، کورٹ اور جیلوں کا خرچہ کم ہو سکتا ہے اور وہ خرچہ کسی productive جگہ پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔اگر آپ ضمنی بجٹ کے صفحہ نمبر 11 پر دیکھیں تو revise estimate میں income for property and enterprise میں بہت زیادہ فرق آیا ہے۔پہلے بجٹ میں یہ 9401 ملین تھا اور یہ revise estimate میں 3801 ملین آیا ہے۔income receipt میں اتنا فرق کیوں آیا ہے، اس پر کس سیکرٹری اور کس ڈیپارٹمنٹ کی جواب طلبی کی گئی؟ اگر receipts پر اتنا major difference ہوگا تو naturally یہ سارا affect اگلے expense پر جائے گا اور وہ کہیں نہ کہیں سے کاٹنا پڑے گا۔

جناب سپیکر! آپ ضمنی بجٹ کے صفحہ نمبر 18 پر جنگلات کی طرف آئیں۔ جنگلات کی income پر پورے پنجاب کی پبلک چیختی ہے کہ جنگلات کا محکمہ بجائے جنگلات بڑھانے کے دن بدن اسے ختم کر رہا ہے اور ضمنی بجٹ میں بھی وہ عیاں ہے کہ اس کی آمدنی کا تخمینہ 1028 ملین تھا جبکہ بجٹ کے estimate کے اندر 721 ملین income ہوئی۔ اس income کی کمی Forest Department should be held responsible for it. اور اس کی ذمہ داری کسی نہ کسی پر apportion کی جائے، جب تک یہ responsibility fix نہیں ہو گی جب تک ان لوگوں کو جواب دہ نہیں کیا جائے گا تو اس وقت تک یہ لوٹ مار ختم نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: اب ٹائم ختم ہونے والا ہے۔ ابھی دو تین اور بھی ساتھی ہیں۔ اگر ان کو ایک ایک منٹ دے دیا جائے تو میرے خیال میں بہتر ہو گا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: شکریہ۔ میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا تاکہ کہیں دوبارہ طعنہ نہ مل جائے کہ رانا گروپ نے رعایت دے دی۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ حاجی ذوالفقار صاحب ہیں؟ ۔۔۔ نہیں ہیں۔ رانا تنویر صاحب بھی نہیں ہیں۔ ملک ظہور انور صاحب! اگر ایک ڈیڑھ منٹ میں اپنی بات کر لیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔

جناب شاہد محمود خان: جناب سپیکر! آپ ایک ایک منٹ نہ دیں بلکہ ٹائم بڑھا دیں اور تمام کو بولنے کا موقع دیں۔

جناب سپیکر: آپ صبح سے کدھر کدھر اور کتنے چکر لگا کر آئے ہیں، آپ کو کوئی احساس نہیں ہے؟ کیسے ٹائم بڑھاتے جائیں؟ پلیز آپ تشریف رکھیں۔ میں دیکھوں گا، وہ میں اپنی مرضی سے کروں گا۔ پابند نہیں ہوں۔

ملک محمد ظہور انور: شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ کے متعلق جو تجاویز ہیں وہ تقریباً سبھی آ چکی ہیں لیکن میں نے گزارش کی تھی کہ اسمبلی کے سامنے بجٹ آنے سے پہلے فنانس کمیٹی کے پاس آنا چاہئے لیکن یہاں تو فنانس کمیٹی کی ایک ہی میٹنگ ہوئی ہے جس میں چیئرمین چنا گیا تھا۔ وہاں وزیر خزانہ اور لاء منسٹر بھی موجود تھے میں نے ان سے گزارش کی تھی اور انھوں نے اپنے سیکرٹریٹ سے پتا کیا تو انھوں نے کہا کہ کئی developing countries میں بھی بجٹ اور فنانس کے متعلق تجاویز پہلے فنانس کمیٹی کے پاس آتی ہیں، وہاں پر discuss ہوتی ہیں اور اس کے بعد اسمبلی میں آتی ہیں۔

جناب عالی! اس اجلاس میں South and North کی محرومی کے حوالے سے بہت ساری باتیں ہوئیں۔ یہ ساری باتیں وہاں committees میں sort out ہو سکتی ہیں، جو جو تجاویز ہوں گی وہ وہاں پر discuss ہو جائیں گی۔ اگر پیسے نہ بھی مل سکے تو ممبران کی کم از کم تشفی ہو گی کہ ان کو سنا گیا، ان کی تجاویز سنی گئیں اور ان کے حالات کو سنا گیا اور اس کے مطابق بجٹ کو تیار کیا گیا ہے تو میری وزیر خزانہ، وزیر قانون اور Whosoever responsible for it سے یہ گزارش ہو گی کہ آئندہ

کے لئے well before the budget سٹینڈنگ کمیٹی فنانس کی میٹنگ call کریں تاکہ کمیٹی ADP سے متعلق ممبران سے تجاویز لے اور پھر بجٹ بنے۔

جناب سپیکر! میری ایک اور گزارش ہے، جیسے آپ نے دیکھا کہ وزیر تعلیم صاحب یہاں پر Education Policy بیان کرتے ہیں، بہت اچھی بات ہے کہ یہاں پر Education and Health وغیرہ پر emphasis ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کو دیہی علاقوں کے متعلق بالکل علم نہیں کہ وہاں پر کیا conditions ہیں؟ وہ جو بھی بات کر رہے ہیں وہ شہری علاقوں کے متعلق کر رہے ہیں۔ میں یہاں developed and under developed regions کی بات نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت 15 منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

ملک محمد ظہور انور: میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور کے بھی کئی ایسے علاقے ہیں جو کہ underdeveloped ہیں، جہاں پر سڑکیں نہیں ہیں، جہاں ٹیچروں کا جانا بہت مشکل ہے۔

جناب سپیکر: لاہور کی باتیں تو ہو جائیں گی آپ اپنے علاقے کے حوالے سے بات کریں۔

ملک محمد ظہور انور: جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں Education پر emphasis بہت ضروری ہے لیکن کچھ ایسے علاقے ہیں کہ جہاں پر access نہیں ہے اس لئے وہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ roads بھی بہت ضروری ہیں۔ تعلیم پر emphasis اپنی جگہ پر ضرور ہونا چاہئے، یہ حکومت کی بہت اچھی بات ہے کہ Education کو top priority دی گئی ہے لیکن اگر 100 کلومیٹر لمبائی چوڑائی کے پورے حلقے میں صرف ایک ہی سڑک ہو تو لوگ وہاں تعلیم اور صحت کی سہولتوں کو کیسے avail کر سکیں گے؟ ان حالات میں تو وہ تعلیم کی سہولت کو avail کر سکتے ہیں اور نہ ہی صحت کی سہولت سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میری گزارش یہ ہے کہ primary education, school education پر emphasis بہت ہوا ہے لیکن وہاں پر لوگوں کو اعلیٰ تعلیم کے اداروں کی بھی ضرورت ہے۔ مثلاً میرے حلقہ پی پی-23 میں صرف ایک ہی کالج ہے تو کیا وہاں مزید کالج نہیں بنانے چاہیئں، وہاں لوگوں کو سڑکیں نہیں دینی چاہیئں اور کیا وہ لوگ دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں رہتے رہیں گے؟ اس age سے انھیں نکلنا ہے۔ وہاں پر سکولوں کے علاوہ کالج بھی چاہیئں اور سڑکیں بھی ضروری ہیں۔ حکومت کی ایک پالیسی ہے کہ جدھر تحصیل ہیڈکوارٹر یا ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہے وہیں پر ساری

facilities بنائی جائیں۔اسی طرح Daanish School کے لئے بھی یہی کہا گیا ہے کہ تحصیل کے چھ کلو میٹر کے area میں یہ سکول بنائے جائیں۔ ان سکولوں کا concept بالکل مختلف ہے، بہت modern ہے اور بہت ضروری بھی ہے لیکن اس کو decentralize کیا جائے۔یہ صرف تحصیل ہیڈکوارٹرز یا ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز پر نہ ہوں۔حکومت نے کہا ہے کہ اس سکول کے لئے 600 canals زمین ہونی چاہئے۔آج کل کے زمانے میں 600 canals زمین کون دے گا؟سرکاری زمین بھی اتنی زیادہ کسی ایک جگہ پر نہیں ہے تو اس criteria کو review کرنے کی ضرورت ہے۔ Thank you very much.

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جناب اختر ملک صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ملک عادل حسین اترا!

ملک عادل حسین اترا: جناب سپیکر!میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے floor دیا۔سب سے پہلے میں جناب وزیر اعلیٰ، میاں محمد شہباز شریف اور محترم وزیر خزانہ،جناب تنویر اشرف کائرہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے انتہائی غریب پرور اور خوبصورت بجٹ دیا ہے جو کہ ہمارے صوبے کی ترقی کے لئے معاون ثابت ہوگا۔پچھلے سال ہمارے وزیر اعلیٰ نے متعدد اقدامات کئے ہیں جن میں سے Food Support Programme اور عوامی ٹریکٹر سکیم بہت قابل تحسین ہیں۔اسی طرح انھوں نے گندم کی خریداری کے حوالے سے جو اقدام اٹھائے ہیں ان کی وجہ سے کسان مستفید ہوئے ہیں۔لوگوں نے اپنے مکانات تعمیر کئے ہیں،اپنے بچوں کی شادیاں کی ہیں اور ان کا حوصلہ بڑھا ہے۔

جناب والا!میں آپ کی وساطت سے چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ نہایت ضروری ہیں۔ہمارے علاقے کے چار اضلاع پہلے Thal Development Authority کے under آتے تھے۔عرصہ 20 سال سے یہ ادارہ ختم کر دیا گیا جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ہمارے زمینداروں نے Thal Development Authority کی ساری شرائط پوری کر دی تھیں لیکن ہمیں اس کا صلہ نہ ملا جس کی وجہ سے ہمارا علاقہ پسماندہ ہے۔

جناب والا!میرے ضلع میں ابھی تک سارے راجباہ کچے ہیں، مہربانی کرکے انھیں پکا کرنے کے لئے کوئی خصوصی فنڈز رکھے جائیں تاکہ پانی ضائع ہونے سے بچ سکے۔

جناب سپیکر! ہماری زمینوں کی حیثیت کم ہے، ہماری زمینوں کی پیداوار کم ہوتی ہے جبکہ ہم سے جو revenue لیا جاتا ہے وہ فیصل آباد، قصور اور لاہور کے تناسب سے لیا جاتا ہے۔ ہمارا آبیانہ کم کیا جائے کیونکہ ہم میں اس کی سکت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ کو تو بالکل معاف ہونا چاہئے۔

ملک عادل حسین اترا: جناب سپیکر! ہم آبیانہ دینے سے انکاری نہیں ہیں لیکن ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس کے علاوہ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت کی طرف سے جو زرعی محاصل وصول کئے جاتے ہیں ان کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کیا جائے۔ کم از کم ستمبر اور مارچ میں یہ وصول نہ کئے جائیں تاکہ بیوروکریسی کا کوئی کارندہ کاشت کاروں کو ذلیل و خوار نہ کر سکے۔ السلام علیکم۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ سید حسن مرتضیٰ صاحب، پیر صاحب! اپنا وقت کسی اور کو دے دیں، آپ تو ہر روز وقت لیتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے time دیا اور آج اس وقت تقریر کی اجازت دی ہے جب اپوزیشن کا کوئی آدمی بھی موجود نہیں ہے۔ ان کا نام و نشان نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی ماشاء اللہ دہشت ہی اتنی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ آپ صبح سے یہاں تشریف فرما ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ابھی تو آپ ماشاء اللہ زندہ ہیں، یہ خراج عقیدت کیوں پیش کر رہے ہیں؟ یہ خراج تحسین پیش کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: اچھا، جناب سپیکر! میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے آج صبح سے لے کر اب تک ہاؤس کو چلایا اور بڑی دلجمعی سے ہماری باتیں سنیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! مہربانی فرمائیں اور time کا خیال کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو اپوزیشن کو سلام پیش کرتا ہوں کیونکہ اگر میں ان کے منہ پر کہتا تو شاید ان کی خوشامد ہوتی۔ اب وہ موجود نہیں ہیں اس لئے میں انھیں سلام پیش کرتا ہوں۔ انھوں نے اس بجٹ میں اپنا مثبت کردار ادا کیا ہے۔ تھوڑی بہت انھوں نے تنقید بھی کی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے جس سے ان کو رنج ہو۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے interrupt کیا جا رہا ہے۔ آپ براہ مہربانی میری بات سنیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب کو interrupt نہ کیا جائے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! آپ interrupt کر رہے ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: چلیں، میں منہ ادھر کر لیتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اپوزیشن کی خواتین نے بھی خاصی محنت کی ہے اور بجٹ میں بڑا مثبت role ادا کیا ہے۔ میں انھیں بھی سلام پیش کرتا ہوں۔ ہمارے معصوم وزیر خزانہ اور شہباز پاکستان، وزیر اعلیٰ، میاں محمد شہباز شریف صاحب کو بھی میں سلام پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بڑا اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ آپ یہ بستے دیکھیں، "نالائق بچہ تے بستے بھارے" میرے خیال میں کسی ممبر نے ان کتابوں کی تعداد بھی نہیں گنی ہو گی کہ اس بجٹ کے گٹھے میں کتنی کتابیں موجود ہیں۔ یہ اعداد و شمار کا ہیر پھیر، ہر سال آگے پیچھے کر کے بجٹ پیش کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! 18۔ فروری کے انتخابات کے نتیجے میں ہمارے سامنے آنے والی حکومت، جسے عوام کی ایک اکثریت نے اس ایوان میں پہنچایا آج وہ عوام ہماری طرف دیکھ رہی ہے، وہ کارکن جنھوں نے سڑکوں پر پولیس کی لاٹھیاں کھائیں، ہماری وہ بہنیں کہ جن کو سڑکوں پر بے آبرو کیا گیا وہ آج ہماری طرف دیکھ رہی ہیں اور اپنے حقوق کے لئے ہم سے التجا کر رہی ہیں کہ ہم نے جو قربانیاں دی تھیں آج ہمیں ان کا صلہ چاہئے۔ ہم اس ایوان میں بے حسوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ دو سال میں ہم نے اپنی قوم کو کوئی چیز deliver نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: کیا دو سال ہو گئے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: میرے خیال میں پونے دو سال ہوئے ہیں۔یہاں جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں یہاں پر تاریخ ہمیں دیکھ رہی ہے،تاریخ لکھنے والے کی قلم اتنی ظالم ہے کہ آپ تھوڑا سا پیچھے 1970 کی دہائی میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اسی House میں میرے شہید قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی کانفرنس کا انعقاد کروا کر اپنا ایک نظریہ پیش کیا اور پورے عالم اسلام نے اس پر لبیک کہا۔اس جرم میں انہیں تختہ دار پر تو لٹکنا پڑا لیکن اپنی جان دے کر وہ ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔اسی ایوان میں آپ اگر چند سال پیچھے چلے جائیں تو ہماری سابق حکومت نے یہاں پر ایک فوجی جرنیل کی وردی کو جائز قرار دینے کے حق میں قرار داد پاس کر کے اپنے آپ کو سیاست دانوں کا قبرستان بنا دیا۔آج دیکھیں کہ ان کرسیوں پر ان کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔آج وہ نظر نہیں آ رہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ عرض ضرور کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میرے خیال میں آپ کسی کا نام نہ لیں اور جو ایوان میں ممبر موجود نہ ہو تو اس کا نام نہیں لینا چاہئے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں کسی کا نام تو نہیں لے رہا اور میں کوئی غلط چیز اگر کہہ رہا ہوں تو اسے آپ حذف کروا دیں مجھے disturb تو نہ کریں۔اس طرح سارا تسلسل خراب ہو جاتا ہے۔آپ اس ایوان کے custodian ہیں۔۔۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: شکریہ۔جناب سپیکر! ایک طرف تو یہ سلام پیش کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کی مذمت فرما رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں تو بات کو wind up کر رہا تھا لیکن میں یہاں پر جنگ آزادی کے اس سپوت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے پہلے کہا ہے کہ تاریخ ہمیں دیکھ رہی ہے اور تاریخ میں جو کام کوئی کرتا ہے اس کام اور اپنے اعمال کے حساب سے اس آدمی کا تاریخ میں نام ہوتا ہے۔آپ نے پڑھا ہو گا کیونکہ آپ نے دیکھا تو نہیں ہو گا کہ اسی House میں اس visiter گیلری سے

بھگت سنگھ نامی ایک سپاہی نے اس دور کے غاصب حکمرانوں کے خلاف آواز حق بلند کی اور ان پر بم پھینکا جس کی پاداش میں اسے بھی سزائے موت ہوئی لیکن وہ امر ہو گیا اور اس کا نام رہتی دنیا تک رہے گا۔

جناب سپیکر! ہم اس ایوان میں بیٹھ کر اپنی غریب عوام پر مہنگائی کے بم پھینک کر امر ہونا چاہتے ہیں۔ ہمیں تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ ہم کسی آمر، کسی ڈکٹیٹر کے جانشین نہیں ہیں۔ ہمارے لیڈروں نے جلا وطنیاں کاٹی ہیں، ہمارے قائدین نے پھانسیوں کو چوما ہے۔ ہماری قائد محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ شہید ہوئی ہیں۔ ہمارے لاکھوں کروڑوں کارکنوں نے سڑکوں پر ماریں کھائیں، قلعے کاٹے ہیں، قیدیں کاٹی ہیں۔ آج وقت ہے کہ ہم انہیں کچھ دے جائیں وگرنہ ہمارا نام نہیں رہے گا چونکہ ٹائم کی کمی ہے میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا اور ایک شعر آپ کی نذر کروں گا:

توں کیڑے دے رزق دی سوچ رہیاں
میں بھک نال مردے بال ویکھے
میں نچیا جگ دے سکھ پاروں
سدو بلھے نوں میری دھمال ویکھے

جناب سپیکر: اجلاس کی کارروائی کا ٹائم مزید 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے باقی جو دوست رہ گئے ہیں تو وہ دو، دو چار، چار منٹ سے زیادہ کا ٹائم نہ لیں کیونکہ ہم بھی صبح سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جی، اعجاز خان صاحب!

رانا اعجاز احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ کی عنایات کے باعث اپوزیشن اپنی turn لے چکی ہے اور اس کے بعد یہ مہربانی کرتے ہوئے دو ممبر courtesy کے طور پر ایوان میں آ گئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان کی strength کی ratio سے 15 ممبر کے بعد ان کے ایک ممبر کو موقع دیا جاتا کیونکہ انہوں نے full input کی ہے لیکن حکومتی بنچوں کو سپلیمنٹری بجٹ کے حوالے سے پورا۔۔۔

جناب سپیکر: اپنی بات کریں۔ اس طرح وقت ضائع ہو گا۔

رانا اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! آپ کا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں ایک بات جس کے لئے Rules of Procedure اور اس ایوان کی درخشاں روایات کے مطابق speech کے دوران پوائنٹ آف آرڈر کے حق کو بالکل ختم نہیں کرتیں لیکن میں نے آپ سے مخاطب ہونے کی کوشش کی اس قانونی نکتے پر جس پر جناب منور گل جو یہاں اس ایوان کے ممبر ہیں، ان کی غیر موجودگی میں ان پر اتنا بڑا الزام لگایا گیا حالانکہ اس کی صلح ہو چکی ہے اور وہ معاملہ ختم ہو چکا۔ اس پر مقدمہ بھی ختم ہو چکا۔ مجھ پر یہ لازم ہے کہ میں Rules of Procedure کی روشنی اور اعلیٰ روایات کی روشنی میں یہاں پر اس فاضل ممبر اور اس معزز ممبر کے حق کی حفاظت کروں۔ ان کی صفائی بیان کرنا مقصد نہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ہم سب کا فرض ہے۔

رانا اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ بات ہمارے حکومتی بنچ کا سر فخر سے بلند کر دیتی ہے کہ الحمدللہ 2009-10 کا بجٹ جس طرح اس کے اندر حکومت کا واضح vision نظر آتا ہے کہ انہوں نے ان پالیسیوں کا اجراء کیا جن پالیسیوں کے لئے پنجاب کی عوام کئی سالوں اور دہائیوں سے انتظار کر رہی تھی۔ اسی طرح ان پالیسیوں پر اخراجات کی مد میں آج سپلیمنٹری بجٹ کے اندر جو رقم خرچ کی گئی ہے یہ اس سپلیمنٹری بجٹ سے بہت بہتر سپلیمنٹری بجٹ ہے جس کے اندر ایوان وزیر اعلیٰ کے اخراجات شامل ہوتے تھے جس کے اندر غیر ضروری اخراجات کے against سپلیمنٹری بجٹ پیش کیا جاتا تھا۔ ہم نے جو سپلیمنٹری بجٹ پیش کیا ہے اس کی تفصیل آپ کی اجازت سے ایوان کے سامنے رکھنا چاہوں گا تاکہ ریکارڈ درست رہے۔ سابقہ بجٹ کے اندر گندم کی خرید کے لئے 115۔ارب روپے کی خطیر رقم نہیں رکھی گئی بعد ازاں اس صوبے کی عوام بلکہ پورے پاکستان کی گندم کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے procurement کی گئی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ باتیں وزیر خزانہ صاحب کر دیں گے۔ آپ اپنا مؤقف پیش کریں۔

رانا اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب اپنی turn پر کریں گے لیکن ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم بھی حکومت کی ان اچھی پالیسیوں کے حوالے سے آپ کی صدارت کے دوران اپنا مافی الضمیر بیان کر سکیں۔ اس کے اندر endowment fund بھی 2۔ارب روپے تعلیم کے لئے

پچھلے بجٹ میں شامل نہیں تھا۔ فوڈ سپورٹ سکیم پر 11۔ ارب روپے جو خرچ ہوئے تو یہ وہ بنیادی سکیمیں ہیں جو میں بتانا چاہتا ہوں۔ جن کی وجہ سے آج سپلیمنٹری بجٹ پیش کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اگر فنڈز کی بات کی جائے یعنی یہاں پر 11۔ ارب 26 کروڑ روپے کی رقم جو میونسپلٹی اور خود مختار ادارہ جات کی مد میں خرچ ہوئی ہے تو اس میں یہ صحافی بھائی جو بیٹھے ہیں ان کے لئے ایک ارب روپے کی ہاؤسنگ سکیم لاہور میں شروع ہوئی ہے۔ انہیں قرض دیا گیا ہے اور جس جس طرح یہ پلاٹوں کی رقم ادا کریں گے تو اس طرح وہ پیسا خزانے میں واپس آ جائے گا۔ اس کے اندر فیصل آباد کی انڈسٹریل اسٹیٹ مینجمنٹ کمپنی کو 36 کروڑ روپے قرض دیا گیا ہے۔ 10۔ ارب روپے پنجاب بنک کے shares ہیں۔ کوئی ایک پائی بھی حکومت نے اپنی بہتری کے لئے خرچ نہیں کی۔ سیالکوٹ کی ٹینری ایسوسی ایشن کو 20 کروڑ روپے بطور قرض دیا گیا ہے۔ واسا لاہور اور ایل ڈی اے کو 55 کروڑ اور 20 کروڑ نہر کے دونوں اطراف روڈ کی extension پر خرچ کیا گیا ہے۔ یہ منصوبے پنجاب کی معیشت کو مضبوط کرنے اور پنجاب کی عوام کی بہتری اور خوشحالی کے لئے شروع کئے گئے ہیں۔ آج پورے ہاؤس کے اندر ایک بات commonly محسوس کی گئی ہے وہ بجٹ میں دیئے گئے مختلف شعبہ جات میں رقوم کے استعمال کی بات ہے اس کے لئے اگر Finance and Budget Committee بنا دی جائے اور وہ پورے سال تک بجٹ کے استعمال اور اگلے سال کے بجٹ کی preparation کے لئے اپنا کردار ادا کرے تو بجٹ کے حوالے سے ہاؤس on board رہے گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں وزیر اعلیٰ پنجاب، فنانس منسٹر، treasury benches اور اس ہاؤس کے معزز ممبران کو مبارکباد دینا چاہوں گا کہ قوم کے سامنے ہمارا سر فخر سے بلند ہے کہ ہم نے انہیں عوام دوست پالیسیوں سے مستفید کیا ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، میاں نصیر احمد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ بابر خان کھیتران صاحب!

جناب افتخار علی کھیتران المعروف بابر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے اتنی دیر تمام ممبران کو موقع دیا کہ وہ اپنی اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ چونکہ میں budget speech پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکا تو میں چاہوں گا کہ اس پر کچھ باتیں کر سکوں۔ میں اپنی گفتگو کرنے سے پہلے اپنے سینئر ممبر سعید اکبر خان صاحب کی بات کی تائید کرنا چاہوں گا کہ اس نشست کا مقصد خواہ ان روایات سے بے شک

جڑا ہوا ہو لیکن result oriented ہونا چاہئے اور اس دفعہ جو بھی فنڈز دیئے جا رہے ہیں اس سے پہلے جو فنڈز دیئے گئے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلنا چاہئے۔ یقیناً اس حوالے سے جو input ہو گا فنانس منسٹر صاحب اسے ایوان کے سامنے بہتر نتائج کی صورت میں لائیں گے۔

جناب سپیکر! پنجاب کے اندر انتقال آبادی کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ جب جنوبی پنجاب کی بات ہوتی ہے تو اس پر کسی کو ناراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بیک وقت دونوں علاقوں کا مسئلہ ہے کہ ایک علاقے میں پسماندگی کے سبب shifting of population شمالی پنجاب ہوتی ہے جس سے تمام خرچ کئے جانے والے بہت زیادہ وسائل reverse ہو جاتے ہیں تو اس مسئلے کو حل ہونا چاہئے اس پر کوئی اختلاف رائے مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد جنوبی پنجاب کے اندر بہتر نتائج دینے چاہئیں تاکہ وہاں کے لوگ بہتر معیار زندگی حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ جہاں ایک طرف پانی کی کمی کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں جنوبی پنجاب کے اندر دریائے سندھ کے کنارے بسنے والے بے زبان کاشتکار جو میڈیا کی نظروں سے اوجھل ہیں جو ہر سال بے تحاشا کاشتکار اپنی زمین اور اپنی جائیداد سے دریا کے کٹاؤ کی نذر ہو رہے ہیں اس کے بارے میں اخبارات میں چھوٹی چھوٹی خبریں ضرور لگتی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کی سنگینی کا احساس نہیں کیا جا رہا۔ لاہور کا ایک گٹر اگر ابل پڑے تو یقیناً وہاں سارے کیمرے پہنچ جاتے ہیں لیکن جن لوگوں کے گھر، زمین اور تمام جائیداد دریا کی نذر ہو جاتی ہے اس کے حوالے سے گورنمنٹ کی طرف سے کوئی بڑا قدم نظر نہیں آ رہا تو میں چاہوں گا کہ پنجاب حکومت ان بے بس لوگوں کے لئے نہ صرف گھروں کا بندوبست کرے بلکہ اس کٹاؤ کی روک تھام بھی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں کہنا چاہوں گا کہ اگر تعلیم پر رقم خرچ کی جا رہی ہے تو دیکھا جائے کہ جن اساتذہ اور جن سیکرٹریوں کو اس حوالے سے assignment دی گئی ہے کیا ان کے بچے ان سکولوں میں جانے کے لئے تیار ہیں، وہ ان میں اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے تیار ہیں؟ اگر ہم اتنی بڑی amount خرچ کر رہے ہیں تو لوگ اس کے لئے planning کر رہے ہیں کیا وہ خود اس کے معیار سے مطمئن ہیں؟ ہسپتالوں کے اندر جو ادویات مل رہی ہیں کیا ڈاکٹر وہ ادویات اپنی فیملی کو دینے کے لئے تیار ہیں؟

زراعت کے شعبے کے اندر جو اتنی بڑی رقم خرچ ہو رہی ہے کیا وہ صرف پیپرز کے اندر ہے یا کھیت کے اندر کام کرنے والوں کو اس کا کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے؟ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مہدی عباس خان صاحب!

جناب مہدی عباس خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک منٹ دیا ہے۔ میں اپنی گفتگو کی ابتدا جناب شاہ صاحب کے شعر سے کرتا ہوں جو انہوں نے پڑھا کہ "بچے بال مردے بھکھ نال ویکھے۔" مجھے اس بات پر تکلیف ہے کہ ہمارے اس پورے ہال میں دو سکیمیں ایسی تھیں جن پر زیادہ بات کی گئی، ایک Food Stamp Scheme اور دوسری سستی روٹی اور یہی وہ دو سکیمیں ہیں جو وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان غریبوں کے بچوں کے لئے دیں جو اب بھوک سے نہیں مریں گے۔ یہ پیسا ان لوگوں کے لئے ہے جن کو سڑک چاہئے اور نہ کوئی اور چیزیں چاہئیں انہیں صرف روٹی چاہئے۔ وزیر اعلیٰ کی ان دو سکیموں سے ان کے پیٹ کا مسئلہ حل ہو گیا ہے اس پر میں ان کا انتہائی شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ جنوبی پنجاب کے حوالے سے یہاں ایک اور بات بھی بہت زیادہ سنی گئی۔ اس حوالے سے میں عرض کروں گا کہ اس بجٹ میں 5- ارب روپے کا ایک خصوصی package جنوبی پنجاب کے لئے رکھا گیا ہے جس کو میں سراہتا ہوں اور یہ ان کی بہت مہربانی ہے کہ انہوں نے جنوبی پنجاب کا خیال رکھا۔

جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے میں فنانس منسٹر سے یہ request کروں گا کہ چائنا اور دوسرے ممالک کی مدد سے ہمارے علاقے میں Agriculture Based Industry لگائی جائے۔ اس کے علاوہ گرین ٹریکٹر سکیم کی بات ہوتی ہے تو اس میں بھی ہمارے جنوبی پنجاب کے حصے میں 5 ہزار ٹریکٹر آئے ہیں۔ 10 ہزار میں سے 5 ہزار ٹریکٹر ہمارے علاقے میں آئے ہیں اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ صاحب کا شکر گزار ہوں۔ گندم کی خریداری مہم میں انہوں نے جس جانفشانی سے کام کیا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس وقت ہماری کپاس کی کاشت مکمل ہو چکی ہے، لوگوں کے پاس پیسا آیا ورنہ اس وقت ہوتا یہ تھا کہ ہمارے محکمہ خوراک کی کوتاہیوں کی وجہ سے اس وقت تک گندم کھیتوں میں پڑی ہوتی تھی جس کی وجہ سے کپاس کاشت نہیں ہو سکتی تھی اب کپاس کی فصل کاشت ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنے

وزیراعلیٰ سے ایک اور بھی امید رکھتا ہوں کہ یوریا کھاد کے گودام بھرے پڑے ہیں لیکن اس کی black marketing کی وجہ سے کسان کو 150/100 روپیہ زیادہ دینا پڑ رہا ہے اس کے لئے وہ ضرور کوئی اقدام کریں گے۔

جناب سپیکر! یہاں پر کہا جاتا ہے کہ جنوبی پنجاب کے ساتھ زیادتی ہوئی میں اس کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میڈیکل کالجوں میں 60 فیصد سیٹیں جنوبی پنجاب کے لئے رکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ scholarship endowment scheme کے حوالے سے میں نے جو figures حاصل کئے ہیں ان میں 160 جنوبی پنجاب کے لئے ہیں اور 125 باقی اضلاع کے لئے ہیں اس پر میں وزیراعلیٰ صاحب کو appreciate کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! ضلع ملتان کی پسماندہ تحصیلوں میں شجاع آباد اور جلال پور پیر والا میرے حلقے میں ہیں اور الحمد للہ ان میں اس وقت ایک ارب کی ترقیاتی سکیموں پر کام ہو رہا ہے جس میں تعلیم، upgradation, missing facilities پر کام ہو رہا ہے۔ ہماری ان دو تحصیلوں میں صحت کے حوالے سے THQ's دو ہیں جو آج تک ویران تھے اور اب ماشاء اللہ وہاں 200/200 بیڈز کے وارڈز موجود ہیں۔ وہاں پر اور بھی بہت ساری سکیمیں چل رہی ہیں۔ میں خاص طور پر وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ ہمارے علاقے میں کڑوا پانی ہے تو میٹھے پانی کی فراہمی کے لئے جتنا ہو سکے اتنی مہربانی ضرور کیجئے۔ اس کے علاوہ سڑکوں کی بہت کمی ہے۔ اس حوالے سے بھی مہربانی فرمائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: 10 منٹ وقت بڑھایا جاتا ہے۔ رانا اعجاز احمد نون!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جی، جناب شاہد محمود خان صاحب!

جناب شاہد محمود خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کی خصوصی تعریف کرتا ہوں کہ انھوں نے ایوان میں اپنا بہتر کردار ادا کیا اور ہمیں ہمارے نقائص بتائے اور ہمیں guide کیا۔ اسی ایک نقص میں سے حقائق میں اپنے بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ انھوں نے وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ کے اخراجات بتائے کہ ہم نے 12 کروڑ روپیہ بجٹ میں رکھا تھا اور پھر ضمنی بجٹ میں 15 کروڑ روپیہ لیا۔ اس طرح 27 کروڑ روپیہ وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے خرچ کیا۔ اس زیادہ بجٹ لینے کی وجہ یہ تھی کہ پورے پنجاب سے جن بچوں نے top positions لی تھیں ان

بچوں کو اسلام آباد اور مری کے پنجاب ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے ان بچوں کو اپنے خرچے پر بلایا اور وہاں انھیں Guard of Honour بھی پیش کیا گیا۔ اسی طرح اساتذہ اور ڈاکٹروں کو بھی appreciate کیا گیا۔ اگر ہم پیچھے جائیں اور جو 08-2007 کا بجٹ دیکھیں تو اس میں 18 کروڑ روپیہ اصل بجٹ میں رکھا گیا تھا اور بعد میں ضمنی بجٹ میں بھی پیسا لیا گیا۔ انھوں نے کل 38 کروڑ روپیہ خرچ کیا تھا جبکہ ہم الحمدللہ یہ بات فخر سے بیان کر سکتے ہیں کہ موجودہ وزیر اعلیٰ نے 27 کروڑ روپیہ خرچ کیا جبکہ مہنگائی بھی بڑھ گئی ہے اور پورے پنجاب کے بچوں کی appreciation بھی کی گئی۔

جناب سپیکر! اسی طرح ابرار شاہ صاحب نے ایک بڑی اہم بات کی تھی کہ پچھلے سوا سال سے زکوٰۃ کمیٹیاں کیوں نہیں بنیں؟ زکوٰۃ کمیٹیوں کے نہ بننے کی وجہ یہ ہے کہ وفاقی حکومت جب تک ضلعی حکومتوں کے آرڈیننس میں ترمیم نہیں کرے گی تب تک زکوٰۃ کمیٹیاں نہیں بن سکتیں۔ اس میں وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے راجہ ریاض اور وزیر خزانہ کی ایک کمیٹی بنائی تھی۔ میں راجہ ریاض صاحب اور جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ جلد ترمیم کروائیں تاکہ پرانی زکوٰۃ کمیٹیاں وہ جیسے بھی بنی تھیں ان کا سب حال جانتے ہیں، ان سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! میں اپنے حلقے کی چند معروضات بیان کروں گا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ نشتر ہسپتال 1951 میں بنا تھا۔ اس کے بعد آج تک ہمارا کوئی بھی جنرل ہسپتال نہیں بنا۔ آپ اس معاملے پر مہربانی کریں اور یہ دیکھیں کہ احساس محرومی کیوں جنم لیتا ہے۔ جب نشتر ہسپتال بنا تھا تو ہماری آبادی اڑھائی تین لاکھ کے قریب تھی آج 40 لاکھ کے قریب ہے۔ اگر ہم موازنہ کریں تو لاہور میں ایک کروڑ آبادی کے لئے 18 ہسپتال ہیں جبکہ ملتان کی 40 لاکھ آبادی کے لئے ایک ہسپتال ہے۔ اسی طرح اب بھی لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے لئے 15 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ملتان اور بہاولپور کی ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے لئے بھی پیسے رکھے جائیں۔

جناب سپیکر! میں ایک بہت اہم بات کروں گا کہ بورڈ آف ریونیو کے ممبرز جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں ہفتے میں ایک دن دورے پر جاتے ہیں۔ وہ 12 ممبرز ہیں مہربانی فرما کر ان میں سے کسی کو وہاں پر مستقل تعینات کیا جائے۔ اگر جنوبی پنجاب میں ہائیکورٹ بن سکتی ہے۔ ملتان اور بہاولپور بنچ بن سکتا ہے تو ان بیوروکریٹس کو بھی وہاں مستقل تعینات کیا جائے۔ وہاں سے پوری مشینری

آ رہی ہے، پٹواری آ رہا ہے، ای ڈی او (آر) آ رہا ہے، سائل آ رہے ہیں، ساری چیزیں آ رہی ہیں اور اتنے اخراجات ہو رہے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ وہاں صاحب بہادر کو مستقل تعینات کیجئے جو کہ نہایت اہم بات ہے۔ میں اسی طرح گزارش کروں گا کہ چیف انجینئر ہائی وے، چیف انجینئر پبلک ہیلتھ اور چیف انجینئر بلڈنگز ڈیپارٹمنٹ کے تمام دفاتر جو جنوبی پنجاب کے ہیں وہ سارے کے سارے دفاتر یہاں ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر ان دفاتر کو وہاں منتقل کریں۔ ہمیں جو 4/4 کروڑ روپے کے فنڈز ملے ہیں ان میں سے 25 فیصد فنڈز بھی خرچ نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام افسر یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اور انھیں فوری طور پر وہاں shift کیا جائے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میری گزارش ہے کہ DPI کی 2 نئی سیٹیں کالجوں اور سکولوں کے لئے create کر کے وہاں تعیناتی کی جائے تاکہ ہمارے مسائل وہیں پر حل ہو سکیں اور ہمیں لاہور نہ آنا پڑے۔ اسی طرح ایڈیشنل چیف سیکرٹری کی ایک سیٹ بھی create کریں اور وہاں تعینات کریں جو development کے کام کو دیکھے۔

جناب سپیکر! ہماری 38 سٹینڈنگ کمیٹیاں ہیں۔ آپ انھیں فعال بنائیں۔ پچھلے ایک سال میں ہمارا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ ان کمیٹیوں میں business لائیں اور انھیں فعال بنائیں۔ یہ ایوان 8 کروڑ عوام کی نمائندگی کر رہا ہے اس لئے کمیٹیوں کو فعال بنانا سب سے اہم ہے۔ یہاں بار بار بات ہوتی ہے کہ ایم پی ایز کو کوئی سہولت ملنی چاہئے تو اس کے لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایم پی ایز کو اور کچھ نہیں تو خصوصی طور پر ایک سٹینو، ایک پی۔اے اور کم از کم ایک نائب قاصد تو دیں۔ اس نے اپنے اڑھائی لاکھ لوگوں کی نمائندگی کرنی ہے اور اڑھائی لاکھ لوگ وہ ہیں جو ووٹر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 5 لاکھ لوگوں سے اس کا تعلق ہے۔ اس نے حکومت کے تمام محکموں سے بھی بات چیت کرنی ہوتی ہے۔ آپ ایم پی اے کو کوئی مراعات دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس تو ہوسٹل تک نہیں ہے۔ ہمارا ہوسٹل بننا چاہئے، اس کے لئے فنڈز رکھنے چاہئیں۔

جناب سپیکر! ہم جب تک پنجاب کی روزگار پالیسی نہیں بنائیں گے ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ 8 کروڑ لوگوں کو روزگار زراعت کی ترقی سے نہیں ملنا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ ہمیں انڈسٹری لگانی ہے۔ ہمیں انڈسٹری اس طرح کی لگانی ہے کہ ہم investment کریں اور وہاں سے پنجاب حکومت کو پیسا

آئے اور لوگوں کو روزگار ملے۔ ہم زراعت پر جتنا چاہیں کام کریں وہ ہمیں کرنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی ضرور دیکھنا چاہئے کہ ہم انڈسٹری لگائیں اور اسے boost کریں تب جا کر بے روزگاری کا اژدہا ختم ہو گا۔ Otherwise یہ اتنا بڑا اژدہا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ کہنا شروع کر دیں گے ہمیں سڑکیں نہیں چاہیئں، بڑی بڑی عمارتیں نہیں چاہیئں بلکہ ہمیں روٹی چاہئے کیونکہ ہمارے پیٹ خالی ہیں اور ہمیں بھوک ہے اس لئے ہمارے فرائض میں شامل ہے کہ ہم لوگوں کے روزگار کا بندوبست کریں۔ میں یہ کہوں گا کہ اس پر خصوصی طور پر ایک کمیٹی بنائیں۔ اس کے علاوہ خصوصی طور پر مستقل روزگار پالیسی بننی چاہئے اور یہ جلد از جلد بننی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں محکمہ انٹی کرپشن کی بات کروں گا کہ اس محکمے کی کارکردگی بالکل صفر ہے۔ وہ کرپشن کو جنم دیتا ہے۔ اس کو آپ ختم کر دیں تو بہتر ہو گا۔ میں اپنے علاقے کی خصوصی طور پر جنوبی پنجاب کے لئے یہ کہوں گا کہ ہمیں صوبائی محتسب ریونیو دے دیں کیونکہ ساری درخواستیں پٹواری کے خلاف ہوتی ہیں یا پولیس کے خلاف ہوتی ہیں ان کے لئے لاہور کے دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ آپ مہربانی فرمائیں اور ہمیں وہاں پر ہی صوبائی محتسب دے دیں جو صرف ریونیو اور پولیس کے معاملات کو دیکھے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ مہربانی۔ جی، جناب اعجاز احمد نون صاحب!

رانا اعجاز احمد نون: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں مختصر سی بات کروں گا۔ جس طرح سارے دوستوں نے بجٹ کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے کہ پنجاب حکومت نے بہت اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں اور جن حالات میں جناب وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کو حکومت ملی وہ ان حالات میں جتنا اچھے سے اچھا بجٹ اس teamwork کے ساتھ پیش کر سکتے تھے وہ پیش کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اچھا بجٹ ہے۔ میں اپنے حلقے کے حوالے سے کچھ باتیں کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! محکمہ خوراک نے جس طرح جنوبی پنجاب میں دانا دانا خریدا اور وزیر اعلیٰ نے دورے کئے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ اس کے علاوہ خصوصاً تحصیل شجاع آباد جو ملتان کی سب سے زیادہ پسماندہ تحصیل ہے یہ ہیلتھ کے حوالے سے پنجاب میں واحد تحصیل ہے کہ تحصیل شجاع آباد میں ہیپاٹائیٹس (سی) کے حوالے سے جو وبائی صورت اختیار کر گیا تھا اس میں وزیر اعلیٰ صاحب نے 30 million دیئے اور سول ہسپتال شجاع آباد جو ایک کھنڈرات تصور کیا جاتا تھا اگر آج وہاں جا کر آپ

دیکھیں تو غریبوں کا ایک مجمع ہوتا ہے اور روزانہ تقریباً پانچ سو سے چھ سو لوگ وہاں جاتے ہیں جن کے ہیپاٹائیٹس (سی) اور (بی) کے ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم پانچ منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

رانا اعجاز احمد نون: نہ صرف ٹیسٹ ہو رہے ہیں بلکہ انجکشن لگ رہے ہیں۔ ایک غریب آدمی جو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کو 70 ہزار روپے کا انجکشن ملے گا جس کے پاس روٹی کے لئے ایک پیسا نہیں تھا تو آج اس کو وہاں پر مفت انجکشن لگائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح دو سو بیڈ کا نیا ماڈل ہسپتال جس کی summary approve ہو چکی ہے اور انشاء اللہ اس پر کام شروع ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ پی پی۔204 کے لئے 14 purification plants منظور ہوئے ہیں خصوصاً وزیر اعلیٰ صاحب نے 1122 تحصیل شجاع آباد میں شروع کرنے کا اعلان کیا ہے جس کا عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ افتتاح ہوگا۔ گرلز ڈگری کالج جو تقریباً ساڑھے سات کروڑ کی لاگت سے زیر تعمیر ہے جس میں ہوم اکنامکس کا بلاک بھی کھول دیا گیا ہے۔ چار بسیں دو بوائز اور دو گرلز ڈگری کالج کے حوالے سے ہمیں دی گئیں۔ missing facilities کے حوالے سے تقریباً 83 لاکھ روپے بوائز ڈگری کالج کے لئے منظور ہوئے۔ دانش سکول جس کی ہم نے خصوصی request کی تقریباً چار مربع زمین acquire کی گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا سنگ بنیاد رکھا جائے گا۔ سکولوں کے لئے دو کروڑ روپیہ صرف missing facilities کے لئے دیا گیا۔ اسی طرح وزیر اعلیٰ صاحب نے خصوصی مہربانی فرماتے ہوئے 42 سکول upgradation کے حوالے سے دیئے جس کی summary approve ہو چکی ہے اور اب پرائمری سے مڈل اور مڈل سے ہائی سکول ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ بہت بڑا تحفہ جنوبی پنجاب کے لئے ایک ایسا board bridge جو تحصیل شجاع آباد اور مظفر گڑھ کے درمیان دریائے چناب کے اوپر جس کی سنگ بنیاد رکھ دی گئی ہے جو عرصہ 60 سال سے صرف اخبارات اور سرخیوں کی زینت تو بنا رہا لیکن آج تک practically کچھ بھی نہیں ہوا، اس دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کے لئے خصوصی فنڈز جاری کئے اور اس پراجیکٹ کا ٹوٹل تخمینہ 12 کروڑ 42 لاکھ بنتا ہے جس کے پہلے کچھ فنڈز جاری کر دیئے گئے اور ongoing پروگرام میں چار کروڑ روپے رکھ دیئے گئے، اب اس سے 70 کلومیٹر کا فاصلہ سات کلومیٹر میں طے ہوگا، جو لوگ شجاع آباد اور جلال پور سے خان گڑھ یا مظفر گڑھ جاتے تھے تو 70 کلومیٹر کا U-turn لیتے تھے۔ اس کے

ساتھ roads کے حوالے سے خصوصاً دس کروڑ روپیہ دیا گیا جس کے فنڈز release ہو چکے ہیں اور ٹینڈرز لگ چکے ہیں۔ میں اپنے جنوبی پنجاب کے دوستوں خصوصاً لغاری صاحب کو دعوت دوں گا کہ وہ آئیں اور دیکھیں کہ کتنے ترقیاتی کام ہو رہے ہیں۔ آج تک زبانی باتیں تو ہوتی رہیں لیکن practically نہیں ہوتا تھا۔ وہ آکر دیکھیں جن پر کام شروع ہو چکے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب کو پولیس کے حوالے سے ایک تجویز دینا چاہوں گا کہ محکمہ پولیس کی جو تنخواہیں بڑھائی گئیں بہت اچھا اقدام تھا کیونکہ پولیس کی ریڑھ کی ہڈی investigation ہے جو ASI اور Sub Inspector کی ٹیم ہوتی ہے چاہے جس level پر بھی ہم ایف آئی آر درج کرواتے ہیں تو یہ دونوں صاحبان investigation کرتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر قانون ایک کمیٹی بنائیں اور اس میں چار سے پانچ سو پڑھے لکھے لوگوں کو through PCS لگایا جائے جیسے میاں محمد نواز شریف نے موٹروے بنایا جس کو دیکھ کر آنے والی حکومتوں نے ٹریفک وارڈن اور 1122 میں بھرتیاں کیں۔ اسی طرح ASI اور Sub Inspecter کے لئے خصوصی طور پر چار سے پانچ سو آدمیوں کے through PCS exams ہونے چاہئیں اور ان کی ٹریننگ ہونی چاہئے لیکن ٹریننگ سلیوٹ والی نہیں بلکہ investigation کے حوالے سے ہونی چاہئے جیسے ایلیٹ فورس کی ٹریننگ کی جاتی ہے۔ میں آخر میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع عنایت فرمایا۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت پانچ منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! انہوں نے مجھے دعوت گناہ دی ہے تو میں ان سے یہی کہوں گا کہ ترقیاتی سکیموں کے لئے switch over کر کے انہوں نے اپنا سودا کر لیا جو گھاٹے کا سودا ہے۔

رانا اعجاز احمد نون: کوئی سودا نہیں کیا۔ یہ اصولوں کا فیصلہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، میاں طارق صاحب!

میاں طارق محمود: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ سب کی بجٹ تقریر میں ہم بار بار سستی روٹی کا ذکر سنتے رہے ہیں تو یہ اقدام وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو اٹھایا ہے یہ پاکستان اور

پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ کسی نے اٹھایا ہے۔ میں اس forum پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی تندور پر ہمارا کوئی ممبر جا کر کھڑا ہو جائے اور دیکھے کہ اس سے اچھا کام اور کیا ہو سکتا ہے؟ کچھ لوگوں نے اس کے حق میں بات کی اور کچھ نے اس کے خلاف بات کی۔ ایک غریب آدمی جس کو ایک روٹی درکار ہوتی ہے وہ اپنی مزدوری کر کے اپنے گھر جا رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس اگر دس روپے ہیں تو وہ پانچ روٹیاں خریدتا ہے۔ یہ مذاق والی بات نہیں ہے کیونکہ ایک بھوکے آدمی کو دو روٹیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کسی سڑک پر جا کر کھڑے ہو جائیں تو جو بھی مانگنے والا آئے گا تو وہ دو روٹیوں کی بات کرے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پروگرام کو جتنا بھی support کیا جائے کم ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شاباش۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ فوڈ سپورٹ پروگرام کے حوالے سے میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں کہ غریب آدمیوں نے جتنا اس سے فائدہ اٹھایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ یہ بات غلط ہے کہ اگر ایک آدمی غلط طریقے سے پیسے لے رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نے تو غریبوں کا حق مارا ہے لیکن آج مہنگائی کے دور میں یہ دونوں کام قابل تحسین ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔

جناب سپیکر! آج کل کے دور میں ایک آدمی اپنے گھر کا بجٹ نہیں بنا سکتا۔ آدمی نے بجٹ کچھ اور بنایا ہوتا ہے لیکن جب بجلی کا بل آتا ہے تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اب میں کیا کروں؟ آج اگر ڈیزل اور پٹرول کی قیمتیں بڑھ گئیں تو غریب آدمی کیا، عام آدمی کا گزارا بھی مشکل ہو جائے گا۔ ہماری وفاقی حکومت کو اس مسئلے کو serious لینا چاہئے۔ آپ دیکھیں کہ ایک گھنٹہ بجلی جاتی ہے اور ایک گھنٹہ آتی ہے اور پچھلے سوا سال میں اس میں کوئی بہتری نظر نہیں آئی۔ میں پچھلے دس سال سے گجرات سے آتا ہوں جو نیشنل ہائی وے روڈ ہے۔ آپ کبھی گوجرانوالہ سے لاہور تک کی روڈ دیکھ لیں جو کبھی صحیح نہیں ملی۔ جب بھی ہم آتے ہیں ہماری گاڑیاں خراب ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسے مسائل ہیں جن کی طرف حکومت کو توجہ دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! اگر تعلیم کے حوالے سے دیکھا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے جتنی محنت کی ہے، اگر کہا جائے کہ اتنا محنتی آدمی پورے پنجاب میں کوئی نہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اتنی کوشش اور محنت کرنے کے بعد ایک ایک پیسے کا حساب رکھنے والا وزیر اعلیٰ ہے اور اس کی پوری کوشش ہے کہ میں پنجاب کے عوام کو بہتر سے بہتر سہولتیں فراہم کروں۔ میں اپنے حلقے کی طرف آتا ہوں کیونکہ وقت بہت کم ہے اور میں بجٹ پر بھی تقریر نہیں کر سکا۔

جناب سپیکر: آپ بات کریں اور آپ کے لئے پانچ منٹ اور فالتو۔

میاں طارق محمود: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ میاں محمد شہباز شریف نے اتنی محنت کی ہے اور آج ان کو یہ نہ کہا جائے کہ وہ کم محنت کر رہے ہیں اور ان کے کام میں کوئی کمی کوتاہی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم اس floor پر سچ نہیں بول سکتے تو پھر ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں سچی بات کرنی ہو گی اور سچ کا ساتھ دینا ہو گا۔ ہمارا ملک آج کہاں جا رہا ہے، بجلی کی قیمتوں پر وفاقی حکومت کو کچھ فیصلہ کرنا چاہئے تب ہی گزارا ہو گا۔ پٹرول کی قیمتیں کم ہونی چاہئیں بالکل بڑھنی نہیں چاہئیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہاں پر دانش سکول کا ذکر ہوا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید دس منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

میاں طارق محمود: وزیر اعلیٰ پنجاب نے دانش سکول پر ہر جگہ گرانٹ دی۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آج ہمیں میرٹ کی پالیسی کو سامنے رکھتے ہوئے ہر constituency میں ایک ایک دانش سکول دینا چاہئے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! محترم میاں صاحب کو دس منٹ دیئے جائیں وفاقی حکومت کے بجٹ پر بحث کرنے کے لئے اور پٹرولیم اور بجلی کی قیمتوں پر اور پانچ منٹ اپنے بجٹ پر بحث کرنے لئے، ٹوٹل ان کو پندرہ منٹ دیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! شاہ صاحب کی مہربانی لیکن بات یہ ہے کہ بجلی کا بل تو سب کو دینا پڑتا ہے۔ ہم وفاقی بجٹ پر بحث تو نہیں کر سکتے مگر بتا تو سکتے ہیں یہ ایک فورم ہے۔ ان پیپلز پارٹی والوں کو پریشانی نہیں ہونی چاہئے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم یہاں پر وفاقی حکومت کو defend کر رہے ہیں ہمارا بھی ان کے ساتھ اتنا ہی حصہ ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ بات کر سکتے ہیں کیونکہ ہم سوچتے ہیں کہ گھر کا بجٹ بنانا اب کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ گھر کا بجٹ بنائے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ میری constituency میں دانش سکول کی جو اچھی سہولت مل رہی ہے یہ ہر constituency میں ایک ایک سکول ہونا چاہئے۔ اگر تحصیل level پر ہو گا تو تحصیل کی سطح پر تو پہلے ہی ساری سہولتیں ہیں اس لئے ہر constituency میں ایک سکول ضرور ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کا معیار تعلیم بہتر ہو۔ میری constituency میں ایک سڑک ہے جو روہنا والا سے لالہ موسیٰ جاتی ہے۔ وہ سڑک آدھی وزیر خزانہ صاحب کی constituency میں ہے اور آدھی میری constituency میں ہے اس پر کام شروع ہے جو کہ ان کی طرف سے شروع ہے اور میری طرف سے بند ہے میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ میرٹ کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں چاہئے تھا کہ یا تو دونوں طرف سے شروع کرواتے، انہوں نے بورڈ بھی دونوں طرف لگا دیئے ہیں اپنے نام کا بورڈ بھی میری طرف لگا دیا ہے اور اپنی طرف بھی اپنے نام کا لگا دیا ہے۔ ان سے گزارش ہے کہ دونوں طرف سڑک شروع ہونی چاہئے تھی، یہ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: ان کی اس بات پر خصوصی توجہ دی جائے۔

میاں طارق محمود: جناب سپیکر! میری گزارش ہے آج جو ہمیں دیکھنے والی ضروری بات ہے وہ یہ ہے کہ کچھ سکیمیں جن پر چار پانچ سال تک ٹھیکیدار لگے رہتے ہیں کوئی ٹائم فریم ہی نہیں ہے کہ یہ سکیم کب مکمل ہو گی وہ اپنی مرضی سے کام کرتے رہتے ہیں کبھی ایک کلومیٹر سڑک بنا دی، کبھی ایک دیوار بنا دی تو اس سلسلے میں آج اس بجٹ کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو کوئی اہم فیصلہ کرنا چاہئے کہ ہر پراجیکٹ کا کوئی ٹائم فریم ہونا چاہئے کہ یہ سڑک اتنے عرصے میں بنے گی۔ جب بھی دیکھتے ہیں کہ چار سال ہو گئے ہیں ایک سڑک بنتے ہوئے، وہ ایک طرف سے بنتی ہے اور دوسری طرف سے ٹوٹتی چلی جاتی ہے۔ میں آج ضرور یہ گزارش کروں گا کہ میری constituency میں پچھلے چار سال سے جو

سڑکیں بنی ہیں وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہیں تو ضروری ہے کہ ان کے لئے کوئی فنڈز رکھے جائیں تاکہ وہ سڑکیں اچھے طریقے سے مرمت ہو سکیں ہم نئی بناتے جائیں اور پرانی ختم ہوتی جائیں۔ آپ کا شکریہ کیونکہ سب لوگ ادھر ہی دیکھ رہے ہیں کہ ہم جلدی ختم کریں۔

جناب سپیکر: میں نے تو ٹائم پانچ منٹ بڑھا دیا تھا۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! منڈا صاحب فرما رہے تھے کہ ان کو [*****] ہو گیا ہے مجھے تو ان کی سمجھ نہیں آئی کہ یہ [*****] کیا ہوتا ہے تاکہ میری vocabulary میں اضافہ ہو۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: وہ ایک بیماری ہوتی ہے۔

آوازیں: یہ الفاظ حذف کروا دیں۔

جناب سپیکر: اگر وہ الفاظ ناپسند ہیں تو میں کہہ دیتا ہوں کہ حذف کر دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک خوفناک انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر محبوب الحق کے حوالہ سے جو کسی وقت economic wizard مانا جاتا تھا اس نے کہا تھا کہ ہمارے کرپشن کے دو بہت بڑے ذرائع ہیں ایک ذریعہ تو leakage in the budget، اعداد و شمار بناتے وقت بجٹ کے اس secret document میں بہت بڑی leakage ہوتی ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے میں اس پر کچھ نہیں کہہ سکتا، ہمارے وزیر خزانہ صاحب اس پر غور فرمائیں۔ دوسرا کرپشن کا ذریعہ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں جب ڈویلپمنٹ پروگراموں میں سکیموں کے estimates بنتے ہیں تو وہ over invoicing کرتے ہیں۔ فرض کریں کہ ایک سکیم پانچ لاکھ میں بنی ہے وہ دس لاکھ کا estimate بنائیں گے۔ یہ دو بڑے بڑے کرپشن کے ذرائع ہیں جو میں نے آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں غور و فکر کے لئے پیش کئے ہیں۔ یہ ڈاکٹر محبوب الحق صاحب کی گردن پر سارا بوجھ ہے اس لئے کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے میں نے quote کر دیا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید پانچ منٹ بڑھا دیا جائے۔ میاں صاحب آپ تشریف رکھیں، شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری آپ کے توسط سے وزیر خزانہ صاحب سے ایک درخواست ہے کہ اتنی موٹی موٹی کتابیں کہیں پر ٹائپ ہوتی ہیں اور یہ کمپیوٹرز میں save بھی ہوں گی اگر ہمیں ان کی soft copy مل جائے تو ہمیں search کرنا زیادہ آسان ہو گا۔ جس format میں بھی ہوں گی ہم اپنے کمپیوٹر میں ڈال کر search کر سکتے ہیں کہ یہ چیز کہاں پر ہے۔ یہ ٹائپ تو ہوتی ہے ہر جگہ مگر soft copy مل جائے تو ہمارے لئے آسانی ہو گی۔

جناب سپیکر: ہم سب بیٹھ کر اس پر غور کریں گے۔ میرے خیال میں آئندہ ہمیں اس کا کچھ انتظام کرنا پڑے گا۔ وزیر خزانہ صاحب! wind up کریں۔ پانچ منٹ بڑھا دیں یا کیا کریں؟

معزز ممبران: آدھا گھنٹہ بڑھا دیں۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): پانچ منٹ کافی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ چلتے جائیں میں پھر بڑھاتا جاؤں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تمام ہاؤس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں بالخصوص اپوزیشن کا کہ انہوں نے انتہائی مثبت اور بہت اچھی تجاویز دیں اور باقی بھی تمام ممبران نے بھرپور حصہ لیا۔ آج کے اجلاس میں ضمنی بجٹ پر بحث تھی۔ ضمنی بجٹ پر تو بہت کم بحث ہوئی زیادہ جنرل بجٹ پر اور باقی بحث ہوتی رہی لیکن اس کے باوجود جو ضمنی بجٹ ہے اس میں جو کہا گیا کہ اس کا والیم بہت زیادہ تھا جو درست نہیں ہے۔ جو سکیمیں ضمنی بجٹ یا جو پیسا ہم نے خرچ کیا اس بارے میں، میں تھوڑی سی تفصیل بتانا چاہتا ہوں کہ وہ پیسا ضمنی بجٹ کی صورت میں کیوں آیا؟ 115۔ارب روپیہ جو کہ گندم کی خریداری پر ہم نے خرچ کیا۔ حکومت یہ پہلے خرچ کر دیتی ہے لیکن وفاقی حکومت سے ہمیں بعد میں ملتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کو books میں لانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طریقے سے سستی روٹی سکیم پر 2۔ ارب روپیہ ہم نے مزید خرچ کیا۔ ٹریکٹرز کی سکیم جس کو تمام ممبران نے سراہا کہ بہت اچھی سکیم تھی اور بڑے اچھے طریقے سے قرعہ اندازی ہوئی اور بہت transparent تھی۔ ہم نے تقریباً دس ہزار ٹریکٹر دیئے۔ پہلے ایک ٹریکٹر پر ایک لاکھ سبسڈی مختص کی

گئی تھی لیکن بعد میں وزیراعلیٰ صاحب نے محسوس کیا کہ کم ہے اس کو دو لاکھ کر دیا جس وجہ سے ایک ارب روپے کی مزید ضرورت پڑی۔Education Endowment Fund جو کہ غریب بچوں کے لئے شروع کیا اس کے لئے 2۔ ارب روپے رکھے گئے، حکومت پنجاب نے تمام ہسپتالوں میں جو ادویات کی مفت فراہمی شروع کی جبکہ پہلے یہ سہولت صرف ایمرجنسی میں تھی اس کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے، ہسپتالوں میں جنریٹرز اور ائر کنڈیشنرز کے لئے 2۔ارب روپے رکھے گئے اسی طریقے سے پولیس کی تنخواہیں جو law and order پر ہم سب بات کرتے ہیں کہ law and order کی حالت بہتر بنانے کی سخت ضرورت ہے۔آج ایک خصوصی طور پر بات ہوئی، تین چار ممبرز نے کہا کہ پولیس کا اخلاق بہتر کرنا چاہئے۔اس کے لئے بھی میں نے نوٹ کیا ہے اور اس کے لئے ہمیں جو بھی اقدامات لینے پڑے، وزیراعلیٰ صاحب کو بھی بتائیں گے اور پولیس میں بھی کوئی ایسا سسٹم شروع کریں گے کہ ان کی ٹریننگ یا کسی طریقے سے ان کا اخلاق بھی بہتر ہو۔پنشنز میں ہمیں پہلے اندازہ نہیں تھا کہ کتنی پنشنز دی جاتی ہیں تو 7۔ارب روپے ہم نے بعد میں دیئے لیکن آئندہ سال کے لئے ہم نے اس کو بجٹ میں لے لیا ہے اور exact figure ہمارے پاس آ گئی ہیں تو آئندہ یہ supplementary budget میں نہیں جائے گا۔ پرانے پنشنرز کے فنڈ کے لئے ہم نے ایک فنڈ create کیا جس میں 3۔ارب روپے مختص کئے۔

جناب سپیکر: ایوان کی کارروائی مزید دس منٹ بڑھائی جائے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! ایک خاص بات ایک ممبر نے کہی اور کئی ممبران نے اس کا اظہار بھی کیا کہ بجٹ کی exercise کو meaningful بنایا جائے کہ جو تجاویز آ رہی ہیں انہیں بجٹ میں شامل کیا جائے یا آئندہ بجٹ میں شامل کیا جائے۔اس کے لئے ہم انشاءاللہ exercise شروع کریں گے اور میں وزیراعلیٰ صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ کوئی ایسی کمیٹی بنائیں جس میں جس طرح بحث کے دوران تجاویز آئیں کہ ہماری اسمبلی کی فنانس کمیٹی کے role کو بھی effective کیا جائے۔ pre-budget جو ہے اس کو کس طریقے سے incorporate کیا ہے اور ساتھ ہی جیسے میں نے اپنی بجٹ کی closing speech میں کہا کہ ہم سارے ممبران کی speeches تمام departments کو بھیجیں گے اور انہیں تاکید کریں گے کہ وہ ان speeches کا ہر ممبر کو جواب دیں کہ اس کو وہ

incorporate کر رہے ہیں کہ نہیں۔ اگر نہیں کر رہے تو کیوں نہیں کر رہے اس کی وجہ کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ ہمارے معزز ممبران نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کوشش کر کے speeches کا ایک ایک لفظ تیار کیا اور بجٹ میں سے اخذ کیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو اور بعض speeches بڑی valuable ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ ایک speech میں دو چار ایسے بہت اچھے ideas ہوں لیکن انشااللہ ہم سب کی محنت کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور آئندہ ہم انشااللہ departments سے رابطہ رکھیں گے۔ اگلے process کے لئے ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ سال supplementary budget کم ہو، نہ ہو نا شاید ممکن نہ ہو۔

جناب سپیکر! آج آپ نے کتنا ہمیں ٹائم دیا اور بڑے صبر و تحمل سے آپ نے سب کو سنا جس پر میں آپ کا مشکور ہوں۔ معزز ممبر نے بجٹ کی soft copy کا کہا تو یہ ہمارے پاس جو کہ تیار ہے اور میں نے department کو تاکید کی تھی لیکن وہ کسی وجہ سے deliver نہیں کر سکے تو ہم انشااللہ سوموار کو دے دیں گے اور آئندہ انشاءاللہ soft copies بھی باقاعدگی سے تیار ہوں گی جو کہ ساتھ ہی دی جائیں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ آج کے اجلاس کی کارروائی مکمل ہو گئی ہے۔ پرسوں مورخہ 29۔ جون 2009 سوموار کو ضمنی مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ہو گی۔ cut motions کے لئے مطالبات زر پر کارروائی شام سات بجے تک جاری رہے گی۔ باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ نمبر 144(4) کے تحت guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔ اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 29۔ جون 2009 تین بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔